قرآنی آیات کی روشنی میں سیاسی راہ نما کے اوصاف اور عصری تطبیقات

(مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

محمد اسد

ایم فل اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر:21 Mphil/IS/S22

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

اپریل2023ء

قرآنی آیات کی روشنی میں سیاسی راہ نما کے اوصاف اور عصری تطبیقات

(مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

محمد اسد

ایم فل اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر:21 Mphil/IS/S22

نگران

ڈاکٹر نصر اللہ قریشی

لیکچرار، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

نمل، اسلام آباد

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

سیشن(2022ء-2024ء)

© محمد اسد، 2024ء

بسم الله الرحمن الرحيم

مقالہ کی منظوری کا فارم

(Thesis Acceptance Form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **قرآنی آیات کی روشنی میں سیاسی راہ نما کے اوصاف اور عصری تطبیقات**

Qualities of a Political Leader in the Light of Verses of Holy Qur'an and It's Contemporary Applications

نام ڈگری: ماسٹر آف فلاسفی علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: محمد اسد

رجسٹریشن نمبر: 21 MPhil/IS/S22

ڈاکٹر نصر اللہ قریشی ________________

(نگران مقالہ) دستخط نگران مقالہ

اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر ریاض احمد سعید ________________

(صدر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت) دستخط صدر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

پروفیسر ڈاکٹر ریاض شاد ________________

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

تاریخ ________________

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration Form)

میں: محمد اسد　　　　ولد: محمد آفتاب

رول نمبر: MP-IS-S22-311　　　　رجسٹریشن نمبر: 21 Mphil/IS/S22

طلبہ، ایم فل، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفا اقرار کرتا ہوں

کہ مقالہ بعنوان: **قرآنی آیات کی روشنی میں سیاسی راہ نما کے اوصاف اور عصری تطبیقات**

Qualities of a Political Leader in the Light of Verses of Holy Qur'an and It's Contemporary Applications

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور **ڈاکٹر نصر اللہ قریشی** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کرایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لیے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

میں اس بات کو سمجھتا ہوں کہ ایچ ای سی اور نمل علمی سرقہ کے حوالے سے عدم برداشت کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہے۔ اس لیے میں بطور مقالہ نگار اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ یہ میرا ذاتی علمی کام ہے۔ اس مقالہ کا کوئی حصہ بھی سرقہ شدہ نہیں ہے۔ اور میں نے جہاں سے بھی کسی علمی کام کو لیا ہے اس کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے۔ میں اس بات کا بھی اقرار کرتا ہوں کہ اگر میرے مقالے میں کسی بھی قسم کا باقاعدہ علمی سرقہ پایا جائے تو یونیورسٹی میری ڈگری کو ختم کرنے/واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے۔

نام مقالہ نگار: محمد اسد

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

(Abstract)ملخصِ مقالہ

Quran is The Holy book from Allah Subhanahu Wata'ala, guides in every stage of life. The Quran provide solutions to our socio-political problems in many Ayats besides Aqaid and Ibadat. Allah sent prophets for guidance towards the right path. The prophets guided their nations as a leader because human society needs a leader who guides them in dark situations where they cannot reach with their thoughts and abilities. Allah (S.W.A) mentioned in the Quran different stories for betterment of our lifestyle and for the success in this life and hereafter.

In Quran there are two chapters: Surah Yusuf and Surah Al-Kahf focusing on the different stages of leadership issues in political and organizational scenarios, here the Quran mentions attributes of Nobel leaders. These attributes can play a vital role in enhancing individuals' skills and abilities along with success in collective social challenges. This research will focus on extracting attributes of "Political Leadership" from Surah Yousuf and Al-Kahf.

Key words:

Characteristics of Leader, Islamic Perspective of Leadership, Political Leadership, Surah Yusuf and Surah Al-Kahf

ملخصِ مقالہ(Abstract)

قرآن مجید اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ایک مقدس کتاب ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر راہ نمائی کرتی ہے۔ قرآن مجید عقائد اور عبادات کے علاوہ بہت سی آیات میں ہمارے سماجی و سیاسی مسائل کا حل فراہم کرتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کے لیے انبیاء بھیجے، پیغمبروں نے اپنی قوموں کی راہ نمائی اس لیے کی کہ انسانی معاشرے کو ایک ایسے راہ نما کی ضرورت ہے جو ان کے تاریک حالات میں ان کی راہ نمائی کرے، جہاں وہ اپنے خیالات اور صلاحیتوں کے ساتھ نہیں پہنچ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمارے طرز زندگی کو بہتر بنانے اور دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے مختلف قصے بیان کیے ہیں۔

قرآن مجید کی دو سورتیں ہیں: سورہ یوسف اور سورہ الکہف، جس میں سیاسی اور تنظیمی قیادت کے حالات و مسائل کے مختلف مراحل پر توجہ دلائی گئی ہے، یہاں قرآن مجید نے عظیم راہ نماؤں کی صفات کا ذکر کیا ہے۔ یہ اوصاف اجتماعی سماجی چیلنجوں میں کامیابی کے ساتھ ساتھ افراد کی مہارتوں اور صلاحیتوں کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ یہ تحقیق سورہ یوسف اور سورہ الکہف سے "سیاسی راہ نما" کے اوصاف مستنبط کرنے پر مرکوز ہو گی۔

کلیدی الفاظ:

قائد کی خصوصیات، قیادت کا اسلامی نقطہ نظر، سیاسی قیادت، سورہ یوسف اور سورہ الکہف

فہرست مضامین بالترتیب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1.	مقالہ کی منظوری کا فارم	Iv
2.	حلف نامہ	V
3.	ملخص	Vi
4.	اظہار تشکر	x
5.	انتساب	xi
6.	**باب اول: موضوع تحقیق سے متعلق تعارفی مباحث**	1
7.	فصل اول: موضوع تحقیق کا تعارف، ضرورت و اہمیت	1
8.	فصل دوم: موضوع تحقیق سے متعلق موجودہ کام کا جائزہ، جوازِ تحقیق، بیانِ مسئلہ	7
9.	فصل سوم: مقاصدِ تحقیق، سوالاتِ تحقیق، تحدید اور دائرہ کار موضوع، منہج تحقیق	18
10.	**باب دوم: سورہ یوسف میں سیاسی راہ نما کے اوصاف**	21
11.	فصل اول: سورہ یوسف کا تعارف اور مضامین کا عمومی جائزہ	29
12.	فصل دوم: سورہ یوسف میں مذکور سیاسی راہ نما کے اوصاف	33
13.	فصل سوم: عصر حاضر میں قیادت کے لیے سورہ یوسف سے راہ نما اصول	84
14.	**باب سوم: سورہ الکہف میں سیاسی راہ نما کے اوصاف**	95
15.	فصل اول: سورہ الکہف کا تعارف اور مضامین کا عمومی جائزہ	97
16.	فصل دوم: سورہ الکہف میں مذکور سیاسی راہ نما کے اوصاف	100
17.	مبحث اول: قصہ اصحابِ کہف سے سیاسی راہ نما کے اوصاف	100
18.	مبحث دوم: اصحاب الجنتین کے قصہ سے مستفاد سیاسی راہ نما کے اوصاف	108
19.	مبحث سوم: قصہ حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام سے سیاسی راہ نما کے اوصاف	113
20.	مبحث چہارم: قصہ ذوالقرنین سے سیاسی راہ نما کے اوصاف	119
21.	**باب چہارم: سورہ یوسف اور سورہ الکہف میں مذکور سیاسی راہ نما کے اوصاف کی عصری تطبیق**	135
22.	فصل اول: سورہ یوسف میں مذکور سیاسی راہ نما کے اوصاف کی عصری تطبیق	136
23.	فصل دوم: سورہ الکہف میں مذکور سیاسی راہ نما کے اوصاف کی عصری تطبیق	144
24.	خلاصۂ بحث	153
25.	نتائج	154

26.	سفارشات	157
27.	فہارس	158
28.	فہرست آیات	159
29.	فہرست احادیث	164
30.	فہرست مصادر و مراجع	165

اظہار تشکر (Acknowledgements)

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين. أما بعد: رب ذوالجلال کالاکھ لاکھ شکر کہ جس کے لیے تمام جہانوں کی تعریفیں ہیں جس نے انسان کو قلم کے ذریعے علم سکھایا، اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا، جس نے اپنے اس بندہ ناچیز کو علم کے لیے چنا اور اس تحقیق کو بھرپور طریقے سے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق بخشی۔ اس کے بعد اپنے والدین کا انتہائی احسان مند ہوں جن کی دعائیں ہمیشہ میرے ساتھ کڑی دھوپ میں سایہ کی مانند رہیں اور ہمیشہ درست راہ نمائی کی اور اپنی شریک حیات کا ممنون و شکرا گزار ہوں جنھوں نے بھرپور حوصلہ افزائی کی اور اپنے بہن بھائیوں کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اس راستے پر میری صحتیابی کے لیے دعائیں اور نیک تمنائیں رکھیں اس کے ساتھ ساتھ خاص طور پر اپنے مربی و محسن استاد محترم جناب ڈاکٹر نصراللہ قریشی صاحب کا جنہوں نے اس کام کو اچھے طریقے سے مکمل کرنے کے لیے بہترین انداز میں راہ نمائی کی اور ان کے ساتھ اپنے تمام قابل قدر اساتذہ کا اور مخلص دوستوں کا شکر گزار ہوں جن کی بدولت اس راستے کی مشکلات کم ہوئیں یہ ان ہی کی راہ نمائی تھی جس کی بدولت میں اپنے اندر چھپے محقق کو تلاش کر سکا۔ اس کے علاوہ تمام لائبریریوں کے عملے اور نمل کے منتظمین کا جنہوں نے ہر طرح کی سہولیات مہیا کیں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ تمام کو دنیا و آخرت میں جزائے خیر عطا کرے اور کامیابی سے نوازے۔ آمین۔

انتساب(Dedication)

میں اس تحقیق کو اپنے والدین، بہن، بھائیوں اور شریک حیات کے نام منسوب کرتا ہوں، جنھوں نے زندگی میں ہمیشہ درست راستے کی طرف راہ نمائی کی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ مالی طور پر بھی کبھی کمزور نہیں ہونے دیا جس کی بدولت یہ کٹھن راستہ پار کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی۔

الحمد للہ رب العالمین علی هذه نعم

باب اول:

موضوع تحقیق سے متعلق تعارفی مباحث

فصل اول: موضوع تحقیق کا تعارف، ضرورت واہمیت

فصل دوم: موضوع تحقیق سے متعلق موجودہ کام کا جائزہ، جوازِ تحقیق، بیانِ مسئلہ

فصل سوم: مقاصدِ تحقیق، سوالاتِ تحقیق، تحدید اور دائرہ کار موضوع، منہج تحقیق

موضوع تحقیق کا تعارف:

اللہ تعالی نے انسان کو دیگر مخلوقات پر زیادہ فضل اور شرف عطا کیا ہے۔ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ ءَادَمَ وَحَمَلْنَٰهُمْ فِي ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَفَضَّلْنَٰهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾[1]

ترجمہ: اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے، اور انہیں خشکی اور سمندر دونوں میں سواریاں مہیا کی ہیں، اور ان کو پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا ہے، اور ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت عطا کی ہے۔

انسان کی دنیاوی و اخروی کامیابی کا دار و مدار دیگر افراد معاشرہ کے ساتھ مثبت یا منفی رویوں کو بنایا گیا ہے۔اس سلسلے میں اللہ تبارک و تعالی نے وقتاً فوقتاً انسانوں کی راہ نمائی، مثبت اور منفی رویوں کی پہچان اور افرادِ کی فردی، خاندانی اور شہری تا بین الاقوامی سطح تک معاشرتی تربیت کے لیے انسانوں میں سے انبیاء و رسل علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ﴾[2]

ترجمہ: کہہ دو میں تمہارے جیسا ایک انسان ہوں بس مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے، تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے۔

اس سلسلے کے متعلق یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ انبیاء کرام کے ذریعے قیادت کا نظام دیا ہے۔اس نظام کے تحت اللہ تعالی نے اپنی توحید کے ساتھ ساتھ انسانوں کی فردی تا اجتماعی، سماجی تا سیاسی، اور معاشی تا معاشرتی بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں راہ نمائی کے بہترین نمونے دیے۔اس کی کئی حکمتیں ہو سکتی ہیں جن میں سے ایک اہم ترین وجہ یہ بھی ہے کہ انسان جو ایک طرح سے اجتماعی اور معاشرتی حیوان بھی کہلاتا ہے اس کی زندگی میں فرد اور اجتماع کی زندگی کے مختلف شعبوں میں کامیابی حاصل کرنے میں افراد کے "راہ نماؤں" کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ قیادت کے بغیر جہاں دنیاوی

---

[1] سورہ الاسراء:70

[2] سورہ الکھف:110

معاملات منظم انداز سے پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتے وہاں دینی امور میں بھی قیادت کے بغیر اعمال کے اجر وثواب پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ دینی امور میں نمازِ پنج گانہ کی روزانہ ادائیگی ایک اہم مثال ہے، جبکہ دنیاوی معاملات میں ملکی معاملات ہوں یا کروباری معلامات، یہاں تک کہ ایک گھر کو بھی بغیر قیادت کے نہیں چلایا جاسکتا ہے۔ مراتب اور مختلف شعبوں کے پیش نظر قیادت اور اس کے درجات کی متعدد تقسیمات کی جاتی ہیں۔ تعداد کے پیش نظر فرد کی خود اپنی قیادت جسے داخلی قیادت (Inner Leadership) سے لیکر دو یا دو سے زائد لوگوں کی راہ نمائی جسے (LeadershipOuter) بھی کہا جاتا ہے۔ انسانی معاشرے میں ملکی و بین الاقوامی اُمور کی سرانجامی کے پیش نظر دیکھا جائے تو قیادت کی تقسیم عمومی طور پر سیاسی اعتبار سے دیکھی جاتی ہے۔ جہاں سیاسی قیادت سے مراد وہ تمام تر راہ نمائی ہے جس سے معاشرے کی بڑی اکائی جس میں قوم، ملک وملت کی فلاح کے نمایاں اصول طے کیے جاتے ہیں۔ داخلی معاملات پر نظرداری کے ساتھ ساتھ معاشرے کی اس اکائی سے نکل کر بیرون یا خارجہ سطح پر کسی دوسری اکائی یا دوسری قوم وغیرہ سے تعلقات، اور معاملات استوار کرنے کے عمل کو سیاسی قیادت کا نام دیا گیا ہے۔

قرآن کریم اللہ تعالی کی طرف سے ایسا نورِ ہدایت ہے جس کی روشنی میں قیادت کے اوصاف بالواسطہ یا بلاواسطہ طریقوں سے ذکر ہوئے ہیں۔ قرآن مجید کی 114 سورتوں میں سے سورہ یوسف اور سورہ الکھف میں ایسے افراد کے اوصاف مزید نمایاں انداز میں پائے جاتے ہیں۔ ان دونوں سورتوں کا اس پہلو سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سورہ یوسف سیاسی راہ نما کے اوصاف کو زیادہ بیان کرتی ہے جبکہ خاندانی قیادت کے متعلق بھی متعدد اِشارات موجود ہیں۔ سیاسی پہلو سے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ہے جو ملک مصر کے وزیر خزانہ منتخب ہوئے اور بہترین حکمت عملی کے ساتھ اپنے ملک کی قیادت کی۔ جبکہ آپ کے والد حضرت یعقوبؑ اور عزیزِ مصر کی زندگیوں کے ایک گوشے یعنی خاندانی قیادت کی دو مختلف مثالیں بھی اسی سورت میں موجود ہیں۔ اسی طرح سورہ الکھف میں اصحاب کہف، حضرت موسیٰ وخضر علیہم السلام، دو باغوں کے مالک بھائی، اور ذوالقرنین، میں انتظامی راہ نمائی اور راہ نما کے اوصاف کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ اس تحقیق کے ذریعے سورہ یوسف اور الکھف میں موجود راہ نما کے اوصاف کی تلاش کر کے سامنے لانے کی کوشش کی جائے گی۔

ضرورت واہمیت:(Significance of the Study)

چونکہ انسان ایک متمدن اور معاشرت پسند مخلوق ہے جسے اپنے تمدن اور معاشرت کی بہتری کے لیے ہر وقت جهد درکار رہتی ہے۔ جبکہ اس جهد مسلسل کے لیے فقط انسانی وضع ہونا کافی نہیں، بلکہ زندگی کے مختلف شعبوں کے متعلق علم کے ساتھ فہم وفراست کے اعلی معیارات سے جانکاری بھی نہایت اہم ہوتی ہے، جبکہ معاشرے کا ہر فرد ان اُمور سے واقفیت نہیں رکھ پاتا، بلکہ لوگوں کی ایک محدود تعداد ہی ان شعبوں میں مہارت رکھتی ہے۔ یہی نمایاں لوگ دوسروں کی راہ نمائی کرنے کے قابل ہو پاتے ہیں۔ ایسے ہی افراد کی مزید تربیت کی خاطر اللہ تعالی نے قرآن مجید میں بار بار راہ نما کے اوصاف اور ان کی راہ نمائی کا ذکر کیا ہے۔

میدانِ عمل کا جائزہ لیا جائے تو راہ نمائی کرنے والے افراد، ان اوصاف سے پہلو تہی کرتے اور انجام کار کے طور پر خود اور اپنے زیر اثر لوگوں کے لیے نقصان کا باعث بنتے ہیں۔ نہ صرف قرآن بلکہ احادیث مبارکہ میں بھی قیادت اور اس کے صالح ہونے کا تذکرہ ملتا ہے، جہاں رنگ ونسل پر مبنی اوصاف سے صرف نظر کرتے ہوئے منتخب ہو جانے کے بعد، راہ نما کی کفریہ تعلیمات اور ان کے فروغ کے علاوہ دیگر معاملات میں اطاعت کی اہمیت بیان ہوئی ہے۔

ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنْ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ))[1]

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو اور اطاعت کرو، اگر تم پر حبشی غلام بھی مقرر کیا جائے اور اس کا سر کشمش جیسا ہی کیوں نا ہو۔

دنیا کی زندگی ایک مختصر سفر ہے۔

مسلمان مسافروں کو نبی اکرم ﷺ نے ہدایات دی ہیں کہ:

---

[1] بخاری ، محمد بن اسماعیل ، **الجامع الصحیح**،(دار طوق، الطبعة الاولى، 1422ھ) كِتَاب الْأَذَانِ ، باب إِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْمَوْلَى ،ح: 7142

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((إِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ)) [1]

ترجمہ: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تم میں سے تین اشخاص سفر پر روانہ ہوں تو ایک کو اپنا امیر (سردار) بنالیا کرو۔

یہ حدیث تین افراد پر مشتمل چھوٹے سے مجموعے پر راہ نما کی اہمیت بیان کرتی ہے۔ دو افراد کی راہ نمائی اسلام میں اتنی اہمیت کی حامل ہے تو بطور خاندان، قوم اور ملت کامیابی سے ہم کنار ہونے کے لیے ایک اچھا راہ نما ضروری ٹھہر جاتا ہے۔ پہلی حدیث کی روشنی میں دیکھائے جائے تو حاکم کی اطاعت کو لازم قرار دیا گیا ہے چاہے وہ کسی بھی نسب سے ہو اور شکل وصورت میں جیسا بھی ہو، جب ایک حاکم کی پیروی اتنی ضروری ہے تو چاہیے کہ حاکم کے اوصاف ایسے ہوں جو قرآن وسنت سے مطابقت رکھتے ہوں، ساتھ ہی قیادت کی ممتاز صلاحیتیں بھی رکھتا ہو، پھر قیادت سیاسی ہو یا انتظامی، غیر کفر میں اطاعت لازم ہے۔[2] دنیاوی معاملات اور دینی ہدایات کے اس تناظر میں قرآن مجید کی بطور خاص سورہ یوسف اور سورہ الکہف، جن میں بالواسطہ اور بلا واسطہ سیاسی راہ نما کے اوصاف پائے جاتے ہیں، انہیں تلاش کر کے سامنے لانا ضروری ہے، تاکہ سیاسی راہ نماؤں کو اپنی داخلی راہ نمائی میں معاونت ہو سکے، جبکہ متبعین بھی قرآن وسنت کی روشنی میں اپنے سیاسی راہ نماؤں کا بخوبی تعین کر سکیں۔

---

[1] السجستانی، سلیمان بن الأشعث، **سنن ابی داود** ،(بیروت: المکتبۃالعصریہ، الطبۃ الأولی، 1419ھ)كِتَاب الْجِهَادِ ، باب فِي الْقَوْمِ يُسَافِرُونَ يُؤَمِّرُونَ أَحَدَهُم، ح: 2608 (حسن صحیح)

[2] عبد الغفار، محمد حسن، مسائل خالف فيها رسول الله أهل الجاهلية، (مصدر الكتاب: دروس صوتية قام بتفريغها موقع الشبكة الإسلامية)، ج18، ص1،2

موضوع تحقیق سے متعلق موجودہ کام کا جائزہ:(Literature Review)

اور کتب:

اس موضوع پر میری معلومات کے مطابق پہلے کوئی ایم فل اور پی ایچ ڈی کا مقالہ تحریر نہیں کیا گیا البتہ اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے تو سورہ یوسف، سورہ الکہف اور قیادت کے حوالے سے الگ الگ تحقیقات کی گئی ہیں، جن میں **"حجۃ اللہ البالغۃ"** اور **"الاحکام السلطانیہ"** قابل توجہ ہیں۔

1. **حجۃ اللہ البالغۃ:** شاہ ولی اللہ دہلوی کی مشہور و معروف تالیف ہے جس میں آپ نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ احکام شرع کی حکمتوں اور مصلحتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ کتاب انسانوں کے شخصی اور اجتماعی مسائل، اخلاقیات، سماجیات اور اقتصادیات کی روشنی میں فلاح انسانیت کی عظیم دستاویز کا خلاصہ ہے۔ موضوع تحقیق سے متعلق اس کتاب میں "سیاست مدن" پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے، جس سے شہروں کے آپسی تعلقات اور ان کے باہمی معاملات کو بیان کیا گیا ہے، اس میں بطور خاص سیاسی راہ نما کے اوصاف بالخصوص سورہ یوسف اور الکہف کی روشنی میں، بیان نہیں ہوئے ہیں۔
2. **الاحکام السلطانیہ:** امام ابوالحسن الماوردی کی مشہور و معروف کتاب ہے۔ امام ماوردی نے اس کتاب کو بیس ابواب میں تقسیم کر کے ان میں اسلامی حکومت کے خدوخال اور طریقہ کار کو تفصیل سے بیان کیا ہے ان ابواب میں سے امام، وزراء، فوجی سپہ سالاروں، کوتوالی کا تقرر اور عدالت، اشراف کی دیکھ بھال، امامت نماز، امارت حج، صدقات، جزیہ و خراج کے عائد کرنے کے ضوابط اور دفاتر کا قیام اور ان کے احکام وغیرہ جیسے ابواب قابل ذکر ہیں۔ موضوع تحقیق سے متعلق اس کتاب میں وزارتی امور پر فائز اشخاص کے عمومی اوصاف پر بحث کی گئی ہے، نیز ایک راہ نما میں بنیادی طور پر کیا کیا خصوصیات ہونی چاہیے؟ اس پر تفصیلات مختصرا بیان کی گئی ہے، سورہ یوسف اور الکہف کی روشنی میں ان اوصاف کی تفصیلات مفقود ہے۔

مقالہ جات:

بعض اہم ترین مقالہ جات کی تفصیلات درج ذیل ہے:

1. **اسلامی قیادت عصرِ حاضر کے تناظر میں:** یہ مقالہ اردو زبان میں ہے، محترمہ فرزانہ نے لکھا اور یہ ایم اے سطح کا مقالہ ہے جو یونیورسٹی آف پشاور کی جانب سے 2023 میں پیش ہوا۔ اسلامی قیادت سے متعلق عمومی مسائل پر بحث ہے جس میں سورہ یوسف اور الکہف بطور خاص شامل نہیں۔

2. **سورۃ یوسف کے مضامین کا تحقیقی جائزہ:** یہ مقالہ اردو زبان میں ہے، محترمہ اقرا ساجد نے لکھا اور یہ ایم اے سطح کا مقالہ ہے جو نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز کی جانب سے 2023 میں پیش ہوا۔ اس مقالہ میں سورہ یوسف کے مضامین کا عمومی مطالعہ کیا گیا ہے جہاں راہ نما کے اوصاف پر بحث نہیں کی گئی۔

3. **اسلام کا تصور قیادت:** یہ مقالہ اردو زبان میں ہے، محترم حسن رضا نے لکھا اور یہ ایم اے سطح کا مقالہ ہے جو یونیورسٹی آف پنجاب کی جانب سے 2023 میں پیش ہوا۔ سابقہ کی طرح اس تحقیق میں بھی سورہ یوسف اور الکہف بطور خاص شامل نہیں۔

4. العلم التعلّم والتعليم في قصة موسى والخضر عليهما السلام من سورة الكهف (سورہ الکہف میں قصہ حضرت موسی وخضر علیہما السلام میں علم، تعلم اور تعلیم کے پہلو): یہ مقالہ عربی زبان میں ہے، محترم عمدۃ نے لکھا اور یہ ایم فل سطح کا مقالہ ہے جو انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی کی جانب سے 2021 میں پیش ہوا۔ یہ مقالہ درس وتدریس سے متعلق قصہ موسی اور خضر علیہما السلام سے مستنبط ہدایت پر مشتمل ہے۔

5. **مذہبی قیادت کے اوصاف: مسیحی اور اسلامی تعلیمات کا علمی وتاریخی جائزہ:** یہ مقالہ اردو زبان میں ہے، محترمہ طاہرہ رمضان نے لکھا اور یہ ایم فل سطح کا مقالہ ہے جو یونیورسٹی آف پنجاب، 2021 میں پیش کیا گیا۔ اس مقالے میں مسیحی اور اسلامی تعلیامات کی روشنی میں مذہبی قیات کے عمومی اوصاف کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

6. **پاکستان میں سیاسی قیادت کا فقدان اور اس کا تدارک: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ:** یہ مقالہ اردو زبان میں ہے، محترمہ سعیدہ سلیمان شاہ نے لکھا اور یہ پی ایچ ڈی سطح کا مقالہ ہے جو یونیورسٹی آف لاہور

کی جانب سے 2020 میں پیش ہوا۔ پاکستان کی قیادت سے متعلق عمومی مسائل پر بحث ہے جس میں سورہ یوسف اور الکہف بطور خاص شامل نہیں۔

7. **عقائد و اخلاقیات کی تطہیر میں سورہ یوسف کا علمی و تحقیقی مطالعہ**: یہ مقالہ انگریزی زبان میں ایم فل کے لیے تحریر کیا گیا۔ محترمہ نفیسہ شفا نے لکھا۔ یہ مقالہ یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور میں 2016 میں پیش ہوا۔ یہ مقالہ عقائد اور اخلاقیات کے ساتھ ساتھ سورہ یوسف تک محدود ہے۔

8. **سورۃ یوسف کے مضامین کا تقابلی جائزہ: قرآن و بائبل کی روشنی میں**: یہ مقالہ اردو زبان میں ہے، محترمہ ماریہ اشرف نے لکھا اور یہ ایم اے سطح کا مقالہ ہے جو بہاالدین زکریا یونیورسٹی کی جانب سے 2016 میں پیش ہوا۔ یہ مطالعہ فقط سورہ یوسف کے مضامین تک محدود ہے۔ ان مضامین کا بائبل سے تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے جہاں راہ نما کے اصول پر بطور خاص توجہ مرکوز نہیں رکھی گئی۔

9. الجوانب الدعوية في سورة يوسف عليه السلام (**سورہ یوسف میں دعوتی پہلو**): یہ مقالہ عربی زبان میں ہے، جسے فرتون عبداللہ محمود جیدي نے لکھا اور یہ ایم فل سطح کا مقالہ ہے جو انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کی جانب سے 2011 میں پیش ہوا۔ یہ مقالہ سورہ یوسف کے دعوتی پہلوؤں پر مشتمل ہے جہاں سیاسی یا انتظامی راہ نما کا تذکرہ مفقود ہے۔

10. **تصورِ قیادت: اسلامی اور عصری افکار کا تقابلی جائزہ**: یہ مقالہ اردو زبان میں ہے، محترم زریں شاہ نواز نے لکھا اور یہ پی ایچ ڈی سطح کا مقالہ ہے جو یونیورسٹی آف پنجاب کی جانب سے 2009 میں پیش ہوا۔ اس مقالے میں اسلامی تعلیمات اور معاصر افکار کی روشنی میں تصور قیات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ سورہ یوسف اور الکہف پر بحث نہیں ہوئی۔

11. دراسة تحليلية للقصة في سورة الكهف (سورہ الکہف میں بیان کردہ قصص کا تجزیاتی مطالعہ): یہ مقالہ عربی زبان میں ہے، محترم عبدالرحمن بشر السنوي نے لکھا اور یہ ایم اے سطح کا مقالہ ہے جو انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کی جانب سے 1991 میں پیش ہوا۔ اس مقالے میں سورہ الکہف کے قصوں کا جائزہ لیا گیا ہے جبکہ سیاسی یا انتظامی راہ نما کے اوصاف کے حوالے سے کوئی بحث نہیں ہوئی ہے۔

مقالات:

1. **سیرت طیبہ کی روشنی میں اسلامی مملکت میں قیادت کی ذمہ داریاں: ایک تجزیاتی مطالعہ:** طیبہ رزاق، محی الدین جرنل آف اسلامک اسٹڈیز 1، 2023

یہ مقالہ سیرت طیبہ کے تناظر میں قائدین کی ذمہ داریاں اسلامی حکومت کے موضوع پر لکھا گیا ہے جس میں قائدین کو ان کے معمولات کو مکمل کرنے کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے جن کا تعلق امور سلطنت سے ہے، اس مقالہ میں سورہ یوسف اور سورہ الکہف میں سیاسی راہ نما کے اوصاف کو موضوع نہیں بنایا گیا ہے۔

2. **اسلامی تعلیمات میں اعلیٰ قیادت کے لیے مقرر شرائط وضوابط کا جائزہ:** ڈاکٹر نگہت اکرم، ڈاکٹر فوزیہ بتول، الایقاظ 2، 2022

یہ مقالہ اسلامی تعلیمات میں اعلیٰ قیادت کے لیے مقرر شرائط وضوابط قرآن وسنت کی روشنی میں وضع کیا گیا ہے، ان شرائط میں تقویٰ، عدل، دیانتداری، حکمت، اور شجاعت جیسی خصوصیات شامل ہیں۔ اس مقالہ میں سورہ یوسف اور سورہ الکہف کی روشنی میں سیاسی راہ نما کے اوصاف کو موضوع نہیں بنایا گیا ہے۔

3. **اسلامی ریاست میں قومی قیادت کے بنیادی شرائط وضوابط: قرآن وسنت کے تناظر میں تحقیقی جائزہ:** ساجد محمود، سمیع الحق، الضحا1، 2020

یہ مقالہ "اسلامی ریاست میں قومی قیادت کے بنیادی شرائط وضوابط: قرآن وسنت کے تناظر میں تحقیقی جائزہ" اسلامی ریاست میں قیادت کے لیے مقرر کردہ بنیادی اصولوں کا تجزیہ پر لکھا گیا ہے، جنہیں قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ اس مقالہ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ ایک اسلامی ریاست کے راہ نما کے لیے کون کون سی شرائط وضوابط لازم ہیں۔ اس مقالہ میں سورہ یوسف اور سورہ الکہف کی روشنی میں سیاسی راہ نما کے اوصاف کو مستنبط نہیں کیا گیا ہے۔

4. **قیادت کی عسکری وسیاسی حکمت عملیوں کا جائزہ سیرت النبی ﷺ کے تناظر میں:** راشدہ پروین، راحت القلوب 3، 2019

یہ مقالہ "قیادت کی عسکری وسیاسی حکمت عملیوں کا جائزہ سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تناظر میں" لکھا

گیاہے،اس مقالہ میں دفاعی اموراور سیاسی حکمت عملیوں کو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے،اس مقالہ میں سورہ یوسف اور سورہ الکہف کو موضوع نہیں بنایا گیا ہے جس سے سیاسی راہ نما کے اوصاف مستنبط کیے جائیں۔

5. **قرآنی طرز زندگی کے مطابق قیادت و رہبریت کی شرائط:** زاھدی, دکتر زاھد علی، مطالعات علوم قرآن (جامعہ المصطفی العالمیہ)5(3),9-21, 2019

یہ مقالہ "قرآنی طرز زندگی کے مطابق قیادت اور رہبریت کی شرائط" پر تحریر کیا گیا ہے، جس میں قرآنی تعلیمات کے ذریعے سے قیادت اور رہبریت کی شرائط کو واضح کیا گیا ہے۔اس مقالہ میں سورہ یوسف سے سیاسی راہ نما کے اوصاف کو جزوی اعتبار سے بیان کیا گیا ہے تفصیلی اعتبار سے نہیں کیا گیااسی طرح سورہ الکہف کو بھی،البتہ سیاسی راہ نما کے اوصاف کو بیان نہیں کیا گیا ہے۔

اردو کتب:

1. **اسلامی ریاست، مصنف:** سید ابوالاعلیٰ مودودی، ناشر: اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، س ن

یہ کتاب مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تصنیف ہے۔ جس میں انہوں نے بیک وقت ان دونوں ضرورتوں کو پورا کرنے کی کماحقہ کوشش کی ہے۔ ایک طرف انہوں نے اسلام کے پورے نظام حیات کو دینی اور عقلی دلائل کے ساتھ اسلام کی اصل تعلیمات کو دور حاضر کی زبان میں پیش کیا ہے۔ ان کی تحریرات کے مطالعہ سے قاری کو زندگی کے بارے میں اسلام کے نقطہ نظر کا کلی علم حاصل ہوتا ہے اور وہ پوری تصویر کو بیک نظر دیکھ سکتا ہے۔ انہوں نے ہر مرعوبیت سے بالاتر ہو کر دور حاضر کے ہر فتنہ کا مقابلہ کیا اور اسلام کے نظام زندگی کی برتری اور فوقیت کو ثابت کیا ہے۔ پھر یہ بھی بتایا ہے کہ اس نظام کو دور حاضر میں کیسے قائم کیا جا سکتا ہے اور آج کے اداروں کو کس طرح اسلام کے سانچوں میں ڈھالا جا سکتا ہے۔ انہوں نے اسلامی ریاست کے ہمہ پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہوئے دور جدید کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر اسلامی ریاست کا مکمل نقشہ پیش کیا ہے۔ کتاب ہذا دراصل مولانا مودودی کے منتشر رسائل و مضامین کا مجموعہ ہے جسے پروفیسر خورشید احمد صاحب (مدیر ماہنامہ ترجمان القرآن) نے بڑے حسن ترتیب سے مرتب کیا ہے۔

2. **سورہ یوسف علم نفسیات کے تناظر میں، مصنف:** ڈاکٹر آصف ہیرانی، ناشر: اسلامک لرننگ فاؤنڈیشن 2022

ڈاکٹر آصف ہیرانی کے پی ایچ ڈی کے مقالے بعنوان الاشارات التربوية في سورة يوسف کا اردو ترجمہ ہے یہ کتاب 5 ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں سورۃ یوسف کا تعارف باب دوم میں علم نفسیات سے متعلق سورہ یوسف کی روشنی میں کچھ اہم نکات ذکر کیے گئے ہیں۔ باب سوم میں سورۃ یوسف کی روشنی میں معاشرتی تعلیم اور ان پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے جن کے بغیر ایک اچھا معاشرہ کنبہ تشکیل نہیں پا سکتا ہے۔ باب چہارم میں سیدنا یوسف علیہ السلام کی زندگی سے متعلق تمام تربیتی پہلوؤں کی طرف سے اشارہ کیا گیا ہے۔ جبکہ باب پنجم میں ان شکوک وشبہات کو رفع کیا گیا جو عام لوگوں کے ذہنوں میں مطالعہ کے وقت کم علمی کی وجہ سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

3. **ریاست سیاست اور قیادت،** مصنف: بریگیڈیئر حامد سعید اختر، ناشر: شام کے بعد پبلیکیشنز لاہور 2019

یہ کتاب ''ریاست، سیاست اور قیادت'' 32 سال افواج پاکستان میں اہم عہدے پر فائز رہنے والے بریگیڈئیر حامد سعید اختر (ریٹائرڈ) کے مختلف 45 اخباری مضامین کا مجموعہ ہے۔ موصوف نے ان مضامین کو چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ یہ مجموعہ مضامین پاکستان کی سیاسی تجزیہ نگاری کی دنیا میں ایک اہم اور دلچسپ حیثیت کا حامل ہے یہ مضامین بریگیڈئیر صاحب کے قومیت پرستی، سی ٹی بی ٹی، عالمی بساط پر پاکستان کا کردار، کرپشن، آئین و قانون وغیرہ کے متعلق منفرد نقطۂ نظر کی نمائندگی کرتے ہیں۔

عربی کتب:

1. **السياسة الشرعية فی إصلاح الراعی والرعية:** المؤلف: شيخ الإسلام أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام ابن تيمية المحقق: علی بن محمد العمران ،الناشر: دار عطاءات العلم (الرياض) - دار ابن حزم (بيروت) الطبعة: الرابعة، 1430ھ

یہ کتاب شرعی سیاست کے تناظر میں لکھی گئی ہے جس کا موضوع رعایا اور رعیہ کی اصلاح کرنا ہے، اس میں سورہ یوسف اور الکہف کے تناظر میں سیاسی راہ نما کے اوصاف پر بحث نہیں کی گئی ہے۔

2. **تهذيب الرياسة وترتيب السياسة: المؤلف:** أبو عبد الله محمد بن علی بن الحسن القَلْعی الشافعی المحقق: إبراهيم يوسف مصطفی عجو، الناشر: مكتبة المنار - الأردن الزرقاء الطبعة: الأولی، س ن

یہ کتاب ریاست کی تہذیب اور سیاست کی ترتیب کے موضوع کو بیان کرتی ہے جس سے ریاست اور سیاست کے باہمی تعلقات کو سمجھا جاسکے، اس کتاب میں بطور خاص سیاسی راہنما کے اوصاف سورہ یوسف اور سورہ الکہف کے قصص سے بیان نہیں ہوئے ہیں۔

3. **تأملات فی رؤيا يوسف عليه السلام:** المؤلف: أحمد عبد العزيز الشيخ محمد قشوع، الناشر: بدون ناشر (توزيع الجريسی) الطبعة: الأولی، 1435ھ

یہ کتاب حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر خواب کی صفت سے متعلق موضوعات پر بحث کرتی ہے، اس کتاب میں سیاسی راہنما کے اوصاف سورہ یوسف اور سورہ الکہف کی روشنی میں بیان نہیں ہوئے ہیں۔

4. **الأحاديث الواردة في قراءة سورة الكهف يوم الجمعة:** المؤلف: عبد الله بن فوزان بن صالح الفوزان، الناشر: دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية، الطبعة: الأولى، 1431 ھ

یہ کتاب ان مخصوص احادیث کو بیان کرتی ہے جن کا تعلق جمعہ کے دن سورہ الکہف کی تلاوت کی فضیلت ہے،اس کتاب میں بھی ان دو سورتوں سے متعلق سیاسی راہنما کے اوصاف بیان نہیں ہوئے ہیں۔

5. **تاريخ الخلفاء الراشدين الفتوحات والإنجازات السياسية:** المؤلف: د محمد سهيل طقوش، الناشر: دار النفائس الطبعة: الطبعة الأولى 1424ھ

یہ کتاب خلفائے راشدین کی فتوحات اوران کی سیاسی سر گرمیوں سے متعلق موضوعات کو بیان کرتی ہے، اس کتاب میں موضوع تحقیق سے متعلق مباحث مفقود ہیں۔

3. English books & Articles:

1. **Lessons from Surah Yusuf** by Yasir Qadh, Publisher:Kube Publishing Limited, 2021

یہ کتاب سورہ یوسف کے تناظر میں ملنے والے اسباق کو بیان کرتی ہے جس میں عمومی طرز کو اپنایا گیا ہے، جیسے صبر، شکر، حسد سے بچنا وغیرہ اور یعقوب علیہ السلام کا کردار اور یوسف علیہ السلام کی ابتدائی زندگی سے ان کے عزیز مصر بننے تک کے سفر میں جو جو نصیحت آمیز اسباق ہیں انہیں واضح کرنا،اس کتاب میں سیاسی اعتبار سے راہ نما کے اوصاف کو بیان نہیں کیا گیا ہے۔

2. **Lessons from Surah Al-Kahf** by Yasir Qadhi, Publisher:Kube Publishing Limited, 2020

یہ کتاب سورہ الکہف کے تناظر میں ملنے والے اسباق کو بیان کرتی ہے جس میں اُصحاب الکھف، صاحب الجنتین، حضرت موسی و خضر علیہما السلام اور ذوالقرنین کے قصص شامل ہیں،اس کتاب میں بطور خاص سیاسی اعتبار سے راہ نما کے اوصاف کو بیان نہیں کیا گیا ہے۔

3. **Muhammad (s) 11 Leadership Qualities That Changed the World** by Nabeel Al-Azami, Publisher:Claritas Books, 2019

یہ کتاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ان 11 خوبیوں کو بیان کرتی ہے جس کے ذریعے سے قائدانہ کردار مضبوط ہوسکتا ہے، جو دنیا کی (مثبت) تبدیلی کا باعث بنے۔اس کتاب میں سورہ یوسف اور سورہ الکہف کو موضوع نہیں بنایا گیا ہے جس سے سیاسی راہ نما کے اوصاف بیان کیے جا سکیں۔

4. **Islam and Politics Islamic Political Principles & their Practical Implementation** by Mufti Muhammad Taqi Usmani, Publisher:Turath Publishing, 2017

یہ کتاب اسلام اور سیاست (نیز) اسلامی سیاست کے اصولوں اور ان کی عملی طور پر نافذ کرنے کے موضوع کو بیان کرتی ہے، اس کتاب میں اسلامی اصولوں کی روشنی میں کس طرح اسلامی سیاست کو نافذ کیا جاسکتا ہے، اس پر بحث کی گئی ہے، اس میں سورہ یوسف اور سورہ الکہف کو موضوع نہیں بنایا گیا ہے جس سے سیاسی راہ نما کے اوصاف مستنبط کیے جا سکیں۔

Articles:

1. **Leadership in Islam** by Ali Mohammad Mir, Journal of leadership studies 4 (3), 69-72, 2010

یہ مقالہ اسلامی تناظر میں قیادت کی اہمیت کو واضح کرتا ہے، اس میں قیادت کے حوالہ سے اسلامی نقطہ نظر سے بحث کی گئی ہے۔اس مقالہ میں سیاسی راہ نما کے اوصاف بلخصوص سورہ یوسف اور سورہ الکہف کی روشنی میں بیان نہیں ہوئے ہیں۔

2. **Quranic and Modern Concept of Leadership Skill** by Rafaqat Ali Akbar, Research Journal of Social Sciences and Economics Review 4 (1), 1-7, 2023

یہ مقالہ قرآنی طرز قیادت اور جدید تصور قیادت کے موضوع پر لکھا گیا ہے، جس میں قیادت کو قرآن اور جدید نظریہ قیادت کو بیان کیا گیا ہے، اس مقالہ میں سیاسی راہ نما کے اوصاف کو سورہ یوسف اور سورہ الکہف کے تناظر میں بیان نہیں کیا گیا ہے۔

3. **Islamic perspective of leadership: A role model for today's CEOs** by Muhammad Yousaf Jamil, Journal of islamic thought and civilization 5 (2), 24-45, 2015

یہ مقالہ اسلامی تصور قیادت: ایک رول ماڈل آج کے قائدین کے کے لیے، اس موضوع پر لکھا گیا ہے، جس سے موجود دور کے قائدین اپنی قیادت کو بہتر بنا سکتے ہیں، اس مقالہ میں خاص طور پر سورہ سوف اور سورہ الکہف سے سیاسی قائد کے اوصاف کو بیان نہیں کیا گیا ہے۔

4. **Characteristics of leadership: Islamic perspective** by Mustafa Monjur, University of Dhaka, Bangladesh, 2010

یہ مقالہ قیادت کی خصوصیات اسلامی یہ مقالہ قیادت کی خصوصیات اسلامی تناظر میں لکھا گیا ہے، اس مقالہ میں سورہ یوسف اور سورہ الکہف میں موجود سیاسی راہ نما کے اوصاف کو موضوع نہیں بنایا گیا ہے۔

5. **An Analysis of the Economic Dimensions of Entrepreneurship in Surah Al-Kahf** by Dahrul Siregar, Reza Nurul Ichsan Amwaluna: Jurnal Ekonomi dan Keuangan Syariah 8 (1), 90-101, 2024

یہ مقالہ سورہ الکہف میں انٹرپرینیورشپ کی اقتصادی جہتوں کا تجزیہ پر لکھا گیا ہے، اس مقالہ میں سیاسی راہ نما کے اوصاف کو بیان نہیں کیا گیا ہے۔

سابقہ تحقیقات، کتب، مقالاجات و مقالات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سیاسی راہ نما کے اوصاف سورہ یوسف اور سورہ الکہف کی روشنی میں بیان نہیں ہوئے ہیں البتہ قیادت، سیاست، اور اوصاف قیادت پر جزوی اعتبار سے

مختلف کتب و مقالا جات میں بحث موجود ہے، ان دونوں سورتوں پر یکجا اور تفصیلی کام کا خلا باقی ہے، جسے اس تحقیق میں پر کیا گیا ہے۔

جوازِ تحقیق:(Rational of the Study)

اس تحقیق کو درج ذیل اسباب کی بنا پر اختیار کیا گیا ہے:

1. قرآن مجید بطور خاص سورہ یوسف اور الکھف میں راہ نماؤں کے قصص کا تذکرہ ملتا ہے، جہاں سے ایک کامیاب سیاسی راہ نما کے اوصاف مستنبط کیے جا سکتے ہیں۔ محقق اس تحقیق کے ذریعے دونوں سورتوں کے مطالعے سے ایک کامیاب سیاسی راہ نما کے اوصاف اخذ کر کے سامنے لانے کی کوشش کرے گا۔
2. ہمارے معاشرے کو ہر فرد و وقت راہ نما اور اچھی راہ نمائی کی ہر سطح پر ضرورت رہتی ہے، اس ضرورت کے پیش نظر اور سابقہ تحقیقات کے جائزے سے، یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر بطور خاص سورہ یوسف اور الکھف کی روشنی میں چونکہ پہلے کوئی کام نہیں ہوا، لہذا اس موضوع پر کام کرنا ایک طرف معاشرے میں اچھے سیاسی راہ نما کے اوصاف کو قرآن مجید کی روشنی میں سامنے لائے گا، دوسری طرف موضوع پر موجود تحقیقی خلا پُر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔
3. تحقیق کار کے نزدیک سیاسی راہ نما میں صلاحیتوں کے فقدان کی وجہ سے معاشرے میں عدم توازن، تنازعات اور مسائل جنم لیتے ہیں، لہذا بہتر اور متوازن معاشرے کی تشکیل کے لیے، محقق سیاسی راہ نما کے اوصاف سامنے لا کر اپنی علمی ذمہ داری پوری کرنا چاہتا ہے۔
4. تحقیق کار اپنے معاشرے میں سیاسی راہ نما کے متعلق اوصاف کا استنباط کر کے، ان کے متعلق ایسا نقشہ پیش کرنا چاہتا ہے جس کی اساس قرآنی تعلیمات پر ہو۔
5. تحقیق کار سیاسی راہ نمائی سے متعلق مسائل کے پیش نظر معاشرے کی ابتری میں مؤثر کردار ادا کرنا چاہتا ہے۔
6. تحقیق کار دونوں سورتوں سے سیاسی راہ نما کے اوصاف تلاش کر کے ایک مؤثر تحریض کار(Motivator) کا کردار ادا کرنا چاہتا ہے۔

بیانِ مسئلہ:(Statement of the Study)

ہمارے معاشرے میں ایسے لوگوں کی تعداد بہ کثیر ہے جو اپنے آپ کو بطور سیاسی راہ نما پیش کرتے ہیں، مگر جب ان کے اوصاف کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ،ان میں کامیاب سیاسی راہ نما کی کئی صفات مفقود ہیں، بلکہ وہ ان اوصاف سے ناواقف بھی ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے ایک اچھا سیاسی راہنما معاشرے کو فلاح کی طرف گامزن کر پاتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف متبعین بھی ایسے افراد کی راہ نمائی کر رہے ہوتے ہیں جو اس قابل نہیں ہوتے، یہ اس لیے ہو رہا ہوتا ہے کہ ہر عام فرد سیاسی راہ نما کے اوصاف سے واقف نہیں ہوتا۔اس تحقیق میں قرآن مجید کی ان دو سورتوں کے ذریعے اس سوال کا جواب پیش کیا جائے گا کہ ،ایک اچھے سیاسی راہ نما کے کون کون سے اوصاف بیان ہوئے ہیں، اور انہیں معاصر ڈھانچے میں کیسے منطبق کیا جا سکتا ہے ؟

مقاصدِ تحقیق:(Objectives of the Study)

1. سیاسی راہ نمائی کے پس منظر میں سورہ یوسف اور سورہ الکہف کے مطالعہ کی اہمیت کو اجاگر کرنا۔
2. سورہ یوسف اور سورہ الکہف سے سیاسی راہ نما کے اوصاف کا استنباط کرنا۔
3. سورہ یوسف اور سورہ الکہف سے ماخوذ اوصاف کی عصری تطبیق کرنا۔

سوالاتِ تحقیق:(Research Questions)

سورہ یوسف اور سورہ الکہف سے سیاسی راہ نما کے اوصاف پر تحقیق کے لیے درج ذیل تحقیقی سوالات کے جوابات تلاش کیے جائیں گے۔

1. سیاسی راہ نمائی کے پس منظر میں سورہ یوسف اور سورہ الکہف کا مطالعہ کیوں ضروری ہے ؟
2. سورہ یوسف اور سورہ الکہف میں سیاسی راہ نما کے کون کون سے اوصاف بیان ہوئے ہیں ؟
3. دونوں سورتوں میں موجود سیاسی راہ نما کے اوصاف پر عصر حاضر میں تطبیق کی کون کون سی صورتیں ممکن ہیں ؟

تحدید اور دائرہ کار موضوع:(Delimitations of the Study)

اس تحقیق میں سورہ یوسف اور الکہف کا مطالعہ کرتے ہوئے ان اوصاف کو مستنبط کیا گیا ہے جو سیاسی راہ نما کے لیے ضروری ہیں۔

منہج تحقیق:(Research Method)

- اس تحقیق کا اسلوب استنباطی اور تجزیاتی ہے۔
- مواد جمع کرنے کے لیے بنیادی مصدر، جیسے قرآن مجید سے استفادہ کیا گیا ہے۔
- حسب ضرورت ثانوی مصادر، جیسے تفسیر ابن کثیر، صحیح البخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ اور دیگر کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔
- لائبریری کے علاوہ انٹرنیٹ ویب سائٹس سے مدد لی گئی ہے جیسے:

- http://www.archive.org
- https://shamela.ws/
- https://www.gallup.com.pk/
- https://islamicurdubooks.com/

- مقالے کی تدوین اور حوالہ جات وغیرہ کے لیے NUML کے منظورہ شدہ Format کو اختیار کیا گیا ہے۔
- مقالے میں موجود قرآنی آیات کا ترجمہ آسان ترجمہ قرآن (مفتی تقی عثانی) سے لیا گیا ہے۔

محمد اسد

ایم فل اسکالر

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، نمل اسلام آباد

4-06-2024

باب دوم:

سورہ یوسف میں سیاسی راہ نما کے اوصاف

فصل اول: سورہ یوسف کا تعارف اور مضامین کا عمومی جائزہ

فصل دوم: سورہ یوسف میں مذکور سیاسی راہ نما کے اوصاف

فصل سوم: عصر حاضر میں قیادت کے لیے سورہ یوسف سے راہ نما اصول

باب دوم:

سورہ یوسف میں سیاسی راہ نما کے اوصاف

قرآن مجید میں مذکور سیاسی راہ نما کے اوصاف:

قرآن مجید اللہ تبارک وتعالیٰ کی نازل کردہ آخری کتاب ہے جس نے عقائد، عبادات اور معاملات کے حوالے سے انسانوں کی کامل راہ نمائی کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید نے جنگ، امن، معیشت اور سیاست کے حوالے سے بھی انسانوں کو ان امور سے روشناس کروایا جو ان کے لیے دنیا اور آخرت کی کامیابی کا باعث بن سکتے ہیں۔ قرآن مجید کے مطالعے سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ ایک مثالی حکمران میں کس قسم کے اوصاف ہونے چاہئیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ بقرہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے ایک نبی کا ذکر کیا:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝﴾[1]

ترجمہ: (اے حبیب!) کیا آپ نے بنی اسرائیل کے اس گروہ کو نہیں دیکھا جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد ہوا، جب انہوں نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیں تاکہ ہم (اس کی قیادت میں) اللہ کی راہ میں جنگ کریں، نبی نے (ان سے) فرمایا: کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر قتال فرض کر دیا جائے تو تم قتال ہی نہ کرو، وہ کہنے لگے: ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ نہ کریں حالاں کہ ہمیں اپنے گھروں سے اور اولاد سے جدا کر دیا گیا ہے، سو جب ان پر (ظلم وجارحیت کے خلاف) قتال فرض کر دیا گیا تو ان میں سے چند ایک کے سوا سب پھر گئے، اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔

---

[1] البقرہ:246

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ۭ قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا
وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۭ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ
بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ؁﴾[1]

ترجمہ: اوران سے ان کے نبی نے فرمایا: بیشک اللہ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرّر فرمایا ہے، تو کہنے لگے کہ اسے ہم پر حکمرانی کیسے مل گئی حالاں کہ ہم اس سے حکومت (کرنے) کے زیادہ حق دار ہیں اسے تو دولت کی فراوانی بھی نہیں دی گئی، (نبی نے) فرمایا: بیشک اللہ نے اسے تم پر منتخب کر لیا ہے اور اسے علم اور جسم میں زیادہ کشادگی عطا فرمادی ہے، اور اللہ اپنی سلطنت (کی امانت) جسے چاہتا ہے عطا فرمادیتا ہے، اور اللہ بڑی وسعت والا خوب جاننے والا ہے۔

چناچہ جن کے پاس اس کی قوم کے لوگ ایک بادشاہ کے طلب گار بن کر آئے کہ جس کے ہمراہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے راستے میں جہاد کر سکیں۔ ان کے پیغمبر نے کہا کہ ممکن ہے کہ جہاد فرض ہو جانے کے بعد تم جہاد نہ کرو۔ انہوں نے کہا کہ بھلا ہم اللہ کے راستے میں جہاد کیوں نہ کریں گے ہم تو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور بچوں سے دور کر دیئے گئے ہیں۔ پھر جب ان پر جہاد فرض ہوا تو سوائے تھوڑے سے لوگوں کے سب پھر گئے۔ بنی اسرائیل کے نبی نے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنادیا ہے۔ بنی اسرائیل کے لوگ انتخاب کے حوالے سے بہت حیران ہوئے اور یہ بات کہنے لگے کہ بھلا اس کی ہم پر حکومت کیسے ہو سکتی ہے اس سے بہت زیادہ حق دار بادشاہ کے تو ہم ہیں۔ اور کہنے لگے کہ طالوت کو تو مالی کشادگی بھی نہیں دی گئی تو ان کے نبی نے ان کو کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو تم پر برگزیدہ کر دیا ہے اور اس کو علم اور طاقت کی برتری بھی عطا فرمائی ہے۔ حضرت طالوت کے انتخاب کے حوالے سے قرآن مجید کا یہ واقعہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ حکمران کو صاحب علم اور صاحب طاقت ہونا چاہیے گو اس کے پاس مال کی فراوانی نہ بھی ہو۔[2]

خلفائے راشدینؓ بھی تاریخ کے مثالی حکمران ثابت ہوئے۔ ان کے پاس بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے علم اور طاقت کی دولت موجود تھی۔ علم کے ذریعے وہ معاملات کو صحیح طور پر سمجھتے اور طاقت کے ذریعے

---

[1] البقرہ:247

[2] الخيربيتي، محمود بن إسماعيل بن إبراهيم بن ميكائيل، الدرة الغراء في نصيحة السلاطين والقضاة والأمراء، (الناشر: مكتبة نزار مصطفى الباز – الرياض، س ن) ص118

معاملات کا حل کرتے اور قانون کو احسن طریقے سے نافذ کرتے۔[1] اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ ص کی میں حضرت داؤد علیہ السلام کو مخاطب ہو کر کہا:

﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾[2]

اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں (اپنا) نائب بنایا سو تم لوگوں کے درمیان حق وانصاف کے ساتھ فیصلے (یا حکومت) کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا ورنہ (یہ پیروی) تمہیں راہِ خدا سے بھٹکا دے گی، بے شک جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں اُن کے لیے سخت عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ یومِ حساب کو بھول گئے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حاکم وقت کو خواہش کی پیروی کرنے کی بجائے حق پرست ہونا چاہیے۔ جن حکمرانوں میں علم اور طاقت کے ساتھ حق پرستی کا جوہر موجود ہو وہ مثالی حکمران ثابت ہوتے ہیں۔ اس کے مدمقابل جو علمی اعتبار سے کمزور ہوں اور قوت نافذہ کی صلاحیت سے محروم ہوں، اسی طرح اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والے ہوں ایسے حکمران اپنی رعایا کی فلاح وبہبود کے لیے کام کرنے کی بجائے ان کے لیے نقصان کا سبب بن جاتے ہیں۔ قرآن مجید کے مطالعے سے اس بات کو بھی جانچنا کچھ مشکل نہیں کہ مثالی حکمران کس انداز میں حکومت کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ حج میں اس امر کا اعلان فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ﴾[3]

یہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین پر انہیں تمکن دیں تو یہ نمازوں کو قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

---

[1] آل نعمان، شادي بن محمد بن سالم، جامع تراث العلامة الألباني في المنهج والأحداث الكبرى، (اليمن: مركز النعمان للبحوث والدراسات الإسلامية وتحقيق التراث والترجمة، صنعاء، 1432ھ) ج، 5، ص334

[2] سورہ ص:26

[3] الحج:41

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان انبیاء کی طرز حکمرانی کے متعلق بھی واقعات کو نقل کیا جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نبوت کے ساتھ ساتھ حکومت سے بھی نوازا گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حوالے سے اس بات کا ذکر کیا کہ جب وہ مصر کے وزیر خزانہ بنے تو انہوں نے خزانے کی تنظیم کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو وقف کیا اور پیداوار کو ضائع نہ ہونے دیا اور متوقع قحط کی پہلے ہی سے تیاری کیے رکھی۔ چنانچہ جب ایک عالمگیر قحط نے دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو حضرت یوسف علیہ السلام کی تدبیر کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ مصر کے لوگ اپنے معاملات کو احسن طریقے سے چلاتے رہے بلکہ دور دراز سے آنے والے لوگوں کی معیشت کو بھی مصر کے وزیر خزانہ کی تدبیر کی وجہ سے فائدہ حاصل ہوتا رہا۔[1]

حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرز حکمرانی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنی حکومت کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی کے لیے وقف کیے رکھا اور جہاں کہیں بھی انہیں خلاف دین کوئی بات نظر آئی انہوں نے اس کے خلاف بھرپور انداز میں جدوجہد کی۔ حکمران ہونے کے ساتھ ساتھ آپ تبلیغ اور دین کی نشرواشاعت کی ذمہ داری بھی انجام دیتے رہے آپ کی خدمات میں سے ایک اہم واقعہ ملکۂ سبا کے قبول اسلام کا ہے۔ ملکہ سباء سورج کی پوجا کرنے والی تھی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو عقلی دلائل کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا۔ قرآن عظیم نے اس کے قبول اسلام کا واقعہ یوں ذکر کیا کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو اپنے محل کے ایک ایسے حصے میں آنے کی دعوت دی جہاں پر شیشہ کا بنا ہوا فرش تھا ملکہ سبا نے اس کو پانی سمجھ کر کپڑے کو اپنی پنڈلی سے اُٹھایا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ارشاد فرمایا یہ تو شیشے سے منڈھی ہوئی عمارت ہے جس پر ملکۂ سبا اس بات کو بھانپ گئیں جس طرح وہ شیشے اور پانی میں فرق کرنے سے قاصر رہی ہیں اسی طرح وہ سورج کی روشنی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے نور کے درمیان امتیاز کرنے میں بھی کامیاب نہ ہو سکیں۔ انہوں نے اس موقع پر کہا کہ "اے میرے پروردگار! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی مطیع اور فرمانبردار بنتی ہوں۔"[2]

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت ذوالقرنین کا بھی ذکر کیا۔ حضرت ذوالقرنین نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی زمین پر بہت سے سفر کیے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمانبرداروں کے ساتھ نرمی اور نافرمانوں کے ساتھ سختی کا معاملہ کیا۔ حضرت ذوالقرنین کے سفروں میں سے ایک اہم سفر اس قوم کی طرف ہے جس کو یاجوج اور ماجوج نے

---

[1] الهلال، محمد، تفسير القرآن الثري الجامع في الإعجاز البياني واللغوي والعلمي، (س۔ن) ج13، ص3

[2] ابن کثیر، أبوالفداء، إسماعیل، قصص الانبیاء، (لاہور: مکتبہ خلیل 2011ء)، ص429تا445

تنگ کرر کھا تھا۔ آپ نے یاجوج اور ماجوج کے فساد اور شر سے بچانے کے لیے بہترین تدبیر کی۔ حضرت ذوالقرنین نے قوم کے لوگوں کو کہا کہ تم مجھے لوہے کی چادریں لا دو۔ یہاں تک کہ ان چادروں کے ذریعے جب ان دونوں پہاڑوں کے درمیان دیوار برابر کر دی گئی کہ جن کے عقب سے یاجوج اور ماجوج حملہ آور ہوتے تھے۔ تو آپ نے حکم دیا کہ آگ تیز جلاؤ حتی کہ ان چادروں کو بھی بالکل آگ کی طرح کر دیا گیا تو فرمایا اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈال دو۔ آپ کی اس تدبیر کی وجہ سے قوم کے لوگ یاجوج اور ماجوج کے فتنے سے محفوظ ہو گئے۔[1]

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بھی اقتدار عطا فرمایا۔ آپ ﷺ نے اپنے دورِ اقتدار میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی حاکمیت کے ساتھ ساتھ عوام کی فلاح وبہبود کے لیے بھی بہترین منصوبوں کو تیار کیا۔ اللہ کی بندگی کے لیے نماز اور لوگوں کی فلاح وبہبود کی خاطر زکوٰۃ، عُشر اور صدقات کے نظام کو قائم کیا۔ آپ ﷺ نے اپنی حکومت کو عدل اور انصاف کی بنیاد پر آگے بڑھایا۔ چنانچہ جب بنو مخزوم کی ایک صاحب حیثیت عورت نے چوری کی تو نبی کریم ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس موقع پر اس عورت کی سفارش کے لیے آئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ ڈالوں گا۔ نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر سابقہ امتوں کی تباہی کے ایک بڑے سبب کا ذکر کیا کہ جب ان میں سے کوئی صاحب اثر جرم کرتا تو اس کو چھوڑ دیا جاتا اور جب کوئی کم حیثیت والا انسان جرم کرتا تو اس کو کڑی سزا دی جاتی:

عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: ((مَا نُكَلِّمُهُ فِيهَا مَا مِنْ أَحَدٍ يُكَلِّمُهُ إِلَّا حِبُّهُ أُسَامَةُ فَكَلَّمَهُ، فَقَالَ: يَا أُسَامَةُ، إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ هَلَكُوا بِمِثْلِ هَذَا، كَانَ إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِنْ سَرَقَ فِيهِمُ الدُّونُ قَطَعُوهُ، وَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ لَقَطَعْتُهَا))[2]

ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چوری کی، ان لوگوں نے کہا: اس سلسلے میں ہم آپ سے بات نہیں کر سکتے، آپ

[1] سیوہاروی، محمد حفظ الرحمن، قصص القرآن، (کراچی: دار الاشاعت 2002ء)، ج3، ص98، 141، 160

[2] النسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب، سنن النسائي المجتبى، المحقق: محمد رضوان عرقسوسي، (الناشر: دار الرسالة العالمية الطبعة: الأولى، 1439 هـ)، كتاب كتاب قطع السارق، باب، ذِكْرِ اخْتِلَافِ أَلْفَاظِ النَّاقِلِينَ لِخَبَرِ الزُّهْرِيِّ فِي الْمَخْزُومِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ، ح4901، (صحيح)

سے صرف آپ کے محبوب اسامہ ہی بات کر سکتے۔ چنانچہ انہوں نے آپ سے اس سلسلے میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا: ''اسامہ! ٹھہرو، بنی اسرائیل انہی جیسی چیزوں سے ہلاک ہوئے، جب ان میں کوئی اونچے طبقے کا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر ان میں کوئی نچلے طبقے کا آدمی چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتے۔ اگر اس جگہ فاطمہ بنت محمد بھی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔

قرآن عظیم کے واقعات اور سیرت نبی ﷺ سے اس بات کا سبق حاصل ہوتا ہے کہ مثالی حکمران کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی حاکمیت، عوام کی فلاح وبہبود اور نظام عدل کے لیے کوشاں رہنا چاہیے۔ جو حکمران یہ ذمہ داریاں ادا کرتا ہے وہ ایک مثالی حکمران قرار پاسکتا ہے۔ خلفائے راشدین کی بنیادی خوبی یہی ہے کہ انہوں نے قرآن مجید میں مذکور حکمرانوں کے اوصاف کو بھی اپنی ذات میں جگہ دی اور نبی کریم ﷺ کی سیرت مطہرہ اور آپ ﷺ کے کردار سے بھی مکمل استفادہ کیا اور دنیا میں مثالی حکمران بن کر اپنا وقت گزارا۔ دور حاضر میں پاکستان کے حکمرانوں کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ ان پر مختلف طرح کی کرپشن اور ناانصافی کے الزامات لگتے رہتے ہیں۔ کرپشن اور ناانصافی سے پاک حکومتیں تبھی حاصل ہو سکتی ہیں جب ہم ایسے لوگوں کو اپنا قائد اور راہ نما بنائیں گے جو علم اور طاقت کی دولت سے بہرہ ور ہوں گے اور جو لوگ فقط سرمائے اور سرمایہ کاری کے بل بوتے پر برسر اقتدار آتے ہوں اور ہم ایسے لوگوں کو اپنا راہ نما اور حاکم تسلیم کرنے پر آمادہ وتیار رہتے ہوں تو ہم کبھی بھی بدعنوانی اور نا انصافی کے چنگل سے نجات حاصل نہیں کر سکتے۔

قرآن پاک کی بارھویں سورہ مبارکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو بیان کرتی ہے، جو ایک مثالی راہ نما تھے، جنہوں نے غیر معمولی خصوصیات اور صفات کا مظاہرہ کیا جو سیاسی قیادت کے لیے انتہائی متعلقہ ہیں۔ یہ سورہ مبارکہ ان خصوصیات اور خصائل کے بارے میں بہترین اسباق فراہم کرتی ہے جو موثر اور صالح سیاسی قیادت کے لیے ضروری ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس واقعہ کے ذریعے، وہ اسباق اور اصول حاصل کر سکتے ہیں جو سیاسی راہ نماؤں کو ان کے سیاسی سفر، فیصلہ سازی، حکمرانی اور ان کے لوگوں کے ساتھ بات چیت میں راہ نمائی کر سکیں۔

سیاسی راہ نما کے اوصاف:

اس سلسلے میں سورہ مبارکہ میں بالواسطہ اور بلا واسطہ متعدد اوصافِ راہ نما بیان ہوئی ہیں جن کا عوامی فلاح وبہبود سے گہرا تعلق ہے۔ مختصر مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاسی راہ نما میں ایسی صفات ہونی چاہئیں جو انہیں حکمت، انصاف اور ہمدردی کے ساتھ راہ نمائی کرنے کے قابل بنائیں۔ سورہ یوسف کے تعارف کے ساتھ ساتھ اس

میں درج صفات پر اس باب میں تفصیل سے بحث کی جائے گی۔ جن میں سے درج ذیل اوصاف بحث کا مرکز و محور رہیں گی۔

- حکمت اور بصیرت
- امانت داری اور دیانت داری
- عدل اور انصاف
- ہمدردی اور رحم دلی
- ہمت اور شجاعت
- عاجزی اور تواضع
- دور اندیشی اور منصوبہ بندی
- مؤثر ابلاغ اور تقریری مہارت
- جوابدہی اور ذمہ داری
- اعلی ظرف اور اخلاقیات

اس مطالعے کا مقصد سورہ یوسف کی روشنی میں ان صفات کو تلاش کرنا اور ان کا تجزیہ کرنا ہے، جس سے موثر اور صالح سیاسی قیادت کے لیے ضروری خصوصیات و اوصاف کی جامع تفہیم فراہم کی جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی اور تجربات کا جائزہ لے کر، ان خصوصیات کے بارے میں قابل قدر بصیرت حاصل کر سکتے ہیں جو قائدین کے لیے اپنے کردار میں سبقت لے جانے اور اپنی قوموں پر مثبت اثرات مرتب کرنے کے لیے ضروری ہیں۔

فصل اول:

سورہ یوسف کا تعارف اور مضامین کا عمومی جائزہ

یہ سورہ مبارکہ مکہ میں نازل ہوئی، قرآنی سورتوں کی ترتیب کے مطابق یہ سورہ مبارکہ 12 سورت ہے، اور یہ 111 آیات پر مشتمل ہے۔ کچھ روایات میں اس سورہ مبارکہ کے شان نزول کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ کچھ یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کیا کہ بنواسرائیل کے لوگ جو فلسطین کے رہنے والے تھے وہ ملک مصر میں کیوں آباد ہوئے؟ ان یہودیوں کا خیال تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ السلام ی) چونکہ امی ہونے کی وجہ سے یہ نہیں بتا پائیں گے جس کے بعد ہمیں ان پر (معاذاللہ) جھوٹے نبی ہونے کا اور جھوٹے دعوے کرنے کا الزام لگانے کا موقع مل جائے گا۔ ان کے اس سوال کے جواب میں اللہ سبحانہ وتعالی نے یہ مکمل سورہ مبارکہ نازل فرمائی اور مکمل وضاحت کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کا مکمل واقعہ نہایت بہترین انداز میں بیان فرمایا اور اس پورے قصہ کو "احسن القصص" کی صفت سے شمار فرمایا۔ اس پوری سورہ مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے جس میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے 12 صاحب زادے جس میں حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین ایک والدہ سے تھے اور باقی 9 بھائی سوتیلے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام سے بے پناہ محبت کرتے تھے، اس محبت کے وجہ سے ان کے سوتیلے بھائیوں نے مل کر حسد کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کو مارنے کی غرض سے ایک کنوے میں پھینک دیا تھا، مگر اللہ کی شان کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالی نے مملکت مصر کی بادشاہی عطا کرنی تھی جس کا ان کے بھائی کو ذرہ برابر بھی اندازہ نہیں تھا اور یوں حضرت یوسف علیہ السلام اس کنوے سے ایک غلام کی حیثیت میں بیچ دیے گئے اور اس طرح وہ اس وقت کے عزیز مصر کے گھر پہنچ گئے۔ یہ مکمل سورہ مبارکہ حضرت یوسف علیہ السلام پر ہونے والے ان تمام مظالم کو بیان کرتی ہے جو ان پر ان کی زندگی میں گزرے اور وہ نہایت صبر کے ساتھ اس کڑے وقت میں بھی اللہ سے لو لگائے رکھے۔ اپنے بھائیوں کی طرف سے ہونے والے مظالم کو برداشت کیا اور بڑے ظرف اور وقار کے ساتھ انہیں معاف بھی کر دیا، اور یوں اللہ تعالی نے انہیں رفتہ رفتہ مصر کے تمام امور کی ذمہ داریاں عطا کر دی اور وہ بادشاہ مصر بن گئے۔ اس مکمل سورہ کے نزول

میں اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں پر بھی حجت قائم کر دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ گمان کر رہے تھے کہ آپ علیہ السلام ان کے اس سوال کا جواب نہیں دے سکیں گے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب کے ساتھ امت مسلمہ کے لیے ایک بہترین واقعہ بیان فرمایا جس کے ذریعے سے قائدین کو اپنے کردار اور اپنی صفات کو مزین کرنے کا بہترین نمونہ مل گیا، اور سیاسی سفر میں ہونے والے مظالم اور ان کی بہترین تدبیر کرنے کا راستہ مل گیا جس کی مدد سے وہ اپنے حالات، ملک و قوم کی ترجمانی کر سکتے ہیں۔[1]

سبب نزول:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن پاک کا نزول ہوتا رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے ایک زمانے تک اس کی تلاوت فرماتے رہے، پھر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ کوئی واقعہ بیان کیجیے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: "الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِيْنِ"[2] سے لے کر "نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغَافِلِيْنَ"[3] تک۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ نے عرض کیا: یارسول اللہ اگر آپ کوئی حدیث بیان فرمائیں تو بہت اچھا ہو؟ اس پر اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی: "اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا"[4] راوی کہتے ہیں کہ ان تمام آیات کا نزول اس لیے ہوا تاکہ وہ قرآن پر ایمان لائیں۔[5]

تفصیلات واقعہ یوسف (علیہ السلام):

---

[1] أبو الحسن علي بن أحمد بن محمد بن علي الواحدي، النيسابوري، الشافعي، أسباب نزول القرآن، المحقق: عصام بن عبد المحسن الحميدان،(الناشر: دار الإصلاح – الدمام الطبعة: الثانية، 1412 هـ)، ص269

[2] یوسف:1

[3] یوسف:3

[4] الزمر:23

[5] أبو الحسن علي بن أحمد بن محمد بن علي الواحدي، النيسابوري، الشافعي، أسباب نزول القرآن، المحقق: عصام بن عبد المحسن الحميدان،(الناشر: دار الإصلاح – الدمام الطبعة: الثانية، 1412 هـ)، ص269،270

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ ہمت، استقامت اور ایمان کی بے مثال داستان پیش کرتا ہے، اور یہ واقعہ امت مسلمہ، دنیا بھر کے لوگوں اور بالخصوص سیاسی راہ نماؤں لیے بہترین ترغیبات کا محور ہے۔ یہ سورہ مبارکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بچپن سے لے کر مصر میں ایک طاقتور راہ نما کے طور پر نمودار ہونے کے سفر تک کے عروج کو بیان کرتی ہے۔ اس سورت کا آغاز حضرت یوسف علیہ السلام کی ابتدائی زندگی کے واقعہ سے ہوتا ہے، جس میں ان کا بچپن، اپنے والد حضرت یعقوب (علیہ السلام) کے ساتھ ان کے تعلقات اور ان کے بھائیوں کی ان سے شدید حسد کو بیان کرتا ہے۔اس سورہ مبارکہ میں خاندانی تعلقات کی دشمنی، اور بڑھنے والی مشکلات کے موضوعات کو اجاگر اجاگر کیا گیا ہے۔

حضرت یوسف کے بھائیوں کی ان کے خلاف سازش کرنا، اور انہیں مصر میں غلام کی حیثیت سے بیچ دیے جانا، یہ اہم موڑ حضرت یوسف علیہ السلام کی عظمت کی طرف سفر کے آغاز کی نشاندہی کو بیان کرتا ہے، کیوں کہ وہ ہمت اور صبر کے ساتھ بے پناہ مشکلات Sاور تنگی کا سامنا کرتے رہے۔ ایک غلام ہونے کے باوجود، حضرت یوسف علیہ السلام اپنے عقیدے پر ثابت قدم رہے اور بالآخر مصر میں ایک طاقتور اور قابل احترام راہ نما بننے کے لیے واضح ہوئے۔ اقتدار کا یہ عروج صرف ایک ذاتی فتح نہیں ہے بلکہ اللہ سبحانہ وتعالی کی عطا کردہ نعمتوں اور راہ حق کی جانب گامزن رہنے کا بھی ثبوت ہے، اور یہ وعدہ ہے ان لوگوں کے لیے جو ہمیشہ وفادار اور ثابت قدم رہنے عادی ہوں۔

پوری سورت میں، اللہ تعالی اس حکمت اور تعلیم وحی کی راہ نمائی کو ظاہر کرتا ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کو حاصل ہوئی تھی، اور کس طرح انہوں نے اپنے مقام کو اپنے لوگوں کو فائدہ پہنچانے اور اسلام کے پیغام کو پھیلانے کے لیے استعمال کیا۔اس تعلیم وحی کی راہ نمائی میں معافی، رحم اور ہمدردی کے بارے میں قیمتی اسباق شامل ہیں، جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے اپنے بھائیوں کے ساتھ سلوک اور اپنے ایمان کے ساتھ ان کی اٹل وابستگی سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ سورت مصیبت کے وقت صبر اور استقامت کی اہمیت کو بھی اجاگر کرتی ہے، کیوں کہ حضرت یوسف کو اپنی زندگی میں بے شمار مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ صبر اور استقامت پر یہ واقعہ مومنوں کو اپنے عقیدے پر ثابت قدم رہنے کی یاددہانی کو واضح کرتا ہے، یہاں تک کہ جب بظاہر ناقابل تسخیر رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑے۔

سورہ یوسف خاندان اور برادری کی اہمیت کی ایک مثالی یاد دہانی ہے، کیوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اپنے والد، بھائیوں اور ساتھی مصریوں کے ساتھ تعلقات اس واقعہ میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ باہمی تعلقات پر یہ توجہ قائدین کے لیے ایک یاد دہانی کو پیش کرتی ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ اپنے تعلقات کو ترجیح دیں اور ایک ہم آہنگ اور انصاف پسند معاشرے کی تعمیر کے لیے کام کریں۔ مجموعی طور پر، سورہ یوسف بہترین ترغیبات کو سموئے ہوئے ہے جو سیاسی راہ نماؤں کو ثابت قدمی، ایمان، حکمت عملی، تزویراتی سوچ، دور اندیشی ہمدردی اور معافی کی اہمیت کو یاد دلاتی ہے۔ یہ سورت راہ نماؤں کی حوصلہ افزائی اور ان کے لیے اہم راہ نما اصولوں کو بیان کرتی ہے، اور جو قرآن اور اسلامی عقیدے کی گہری تفہیم کے خواہاں ہیں ان کے لیے لازوال اسباق اور راہ نمائی پیش کرتی ہے۔

زمانۂ نزول:

اس سورہ کے مضمون سے واضح ہوا ہے کہ یہ بھی زمانہ قیام مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی ہو گی، جب کہ قریش کے لوگ اس مسئلے پر غور کر رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں یا جلاوطن کریں یا قید کریں۔ اس زمانے میں بعض کفار مکہ نے (غالباً یہودیوں کے اشارے پر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان لینے کے لیے آپ سے سوال کیا کہ بنی اسرائیل کے مصر جانے کا کیا سبب ہوا۔ چونکہ اہل عرب اس قصے سے ناواقف تھے، اس کا نام ونشان تک ان کے ہاں کی روایات میں نہ پایا جاتا تھا، اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بھی اس سے پہلے کبھی اس کا ذکر نہ سنا گیا تھا، اس لیے انھیں توقع تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا تو اس کا مفصل جواب نہ دے سکیں گے، یا اس وقت ٹال مٹول کر کے بعد میں کسی یہودی سے پوچھنے کی کوشش کریں گے، اور اس طرح آپ کا بھرم کھل جائے گا۔ لیکن اس امتحان میں انھیں الٹی منہ کی کھانی پڑی۔ اللہ تعالی نے صرف یہی نہیں کیا کہ فوراً اسی وقت یوسف علیہ السلام کا یہ پورا قصہ آپ کی زبان پر جاری کر دیا، بلکہ مزید برآں اس قصے کو قریش کے اُس معاملے پر چسپاں بھی کر دیا جو وہ برادران یوسف کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر رہے تھے۔[1]

---

[1] مودودی، سید ابوالاعلی، تفہیم القرآن، ذ(لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 2006)، ج2، ص378

فصل دوم:

سورہ یوسف میں مذکور سیاسی راہ نما کے اوصاف

سورہ یوسف بنیادی اعتبار سے حضرت یوسف علیہ السلام کے تفصیلی قصہ سے وابستہ ہے، مگر قرآن مجید کے اسلوب میں یہ صفت شامل ہے کہ جس واقعہ کی طرف قرآن مجید متوجہ کرتا ہے وہ کسی نہ کسی عبرت یا نصیحت سے جڑا ہوتا ہے، پھر یہ عبرت یا نصیحت ان لوگوں کے لیے ہوتی ہیں جو اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کی کوشش میں لگے ہوتے ہیں، یا ان کے لیے جو اللہ کے منکر ہیں، انہیں وجود باری تعالی کے موجود ہونے، اور پوری کائنات پر اس کی حاکمیت کو واضح کرنے کے لیے یہ نصیحت و عبرت بھرے واقعات بیان کیے جاتے ہیں، یہ اس لیے کہ وہ بھی فلاح پانے والوں میں شامل ہو جائیں۔ اللہ تعالی کی حاکمیت کی ایک خوبصورت مثال سورہ یوسف میں بیان ہوئی ہے، جب حضرت یوسف علیہ السلام کو قید کیا گیا تھا اور اس قید میں آپ علیہ السلام نے دو قیدیوں کو توحید کی دعوت دی، اور اللہ کی حاکمیت کو اس طرح بیان فرمایا:

﴿مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِلَّاۤ اَسۡمَآءً سَمَّیۡتُمُوۡہَاۤ اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُکُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ بِہَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ؕ اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ ؕ ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ﴾[1]

ترجمہ: اس کے سوا جس جس کی تم عبادت کرتے ہو، ان کی حقیقت چند ناموں سے زیادہ نہیں ہے جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے حق میں کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حاکمیت اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اسی نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے سے یہ بات اظہر ہے کہ آپ مملکت کے اُمور پر نگہبان رہے ہیں۔ لہذا آپ کے متعلق قرآن مجید کی اس سورت کا یہ واقعہ نصیحت و عبرت کے ساتھ ساتھ معاشرے کی ایک خاص ضرورت کو بھی

---

[1] سورہ یوسف:40

بیان کرتا ہے، جس کا تعلق سیاست اور سیاسی راہ نما کے اوصاف سے جڑا ہے۔ سورہ یوسف میں مذکور ان خاص اوصاف کا تذکرہ درج ذیل وضاحت سے کیا گیا ہے، جن کا تعلق سیاسی راہ نما کے اوصاف سے وابستہ ہو گا۔ اس سلسلہ میں قرآن پاک میں سورہ یوسف اور الکہف خاسی راہ نما ثابت ہوئی ہیں جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ اور چار دیگر قصص ذکر ہوئے ہیں جہاں سے وہ اوصاف مستنبط کیے جا سکتے ہیں اور انہیں کو بیان کرنے کے لیے آگے کے صفحات میں یہ تحقیق منعقد کی گئی ہے۔

1. اللہ کی پیشگی مدد اور تسلی:

دنیاوی زندگی میں ایک مومن پر کئی طرح کی آزمائشیں آتی ہیں جس سے اس کے توکل اور اللہ کی ذات سے امید کا پہلو جڑا ہوتا ہے، تاہم یہ آزمائش مال، اولاد، قرابت داری اور سخت حالات کی صورت میں ہو سکتی ہے لہذا ایسے وقت میں صبر سے کام لیتے ہوئے اللہ کی مدد کے منتظر رہنا ضروری ہے، جس طرح اللہ تعالی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سخت حالات میں ان کی پیشگی مدد کی خبر اور تسلی عطا فرمائی تھی:

﴿فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْۤا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ○﴾[1]

ترجمہ: پھر ہوا یہ کہ جب وہ ان کو ساتھ لے گئے، اور انہوں نے یہ طے کر ہی رکھا تھا کہ انہیں ایک اندھے کنویں میں ڈال دیں گے، (چنانچہ ڈال بھی دیا) تو ہم نے یوسف پر وحی بھیجی کہ (ایک وقت آئے گا جب) تم ان سب کو جتلاؤ گے کہ انہوں نے یہ کیا کام کیا تھا، اور اس وقت انہیں پتہ بھی نہ ہو گا (کہ تم کون ہو؟)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں جنہیں اللہ نے اپنے فضل سے دینی یا دنیاوی منصب پر فائز فرمایا ہو ان کی طرف آزمائشیں بھیجتا رہتا ہے اور ان آزمائشوں کے ساتھ تسلی کا سامان بھی مہیا فرماتا رہتا ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص کسی عہدے پر فائز ہو جائے تو اسے سنتِ یوسفی کی طرح اللہ کی مدد کا منتظر رہنا چاہیے۔

یہ عمومی حکمِ صبر اور صابرین کے لیے خصوصی طور پر مقرر کی گئی پیشگی مدد اور تسلی کی خوش خبری سورہ البقرہ میں بھی رب العزت نے اپنے نیک بندوں کے لیے بیان فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ○﴾[2]

---

[1] سورہ یوسف:15

[2] البقرہ:155

ترجمہ: اور البتہ ہم ضرور تمہارا امتحان لیں گے کسی نہ کسی چیز میں خوف سے اور بھوک سے اور مالوں کی کمی سے اور جانوں کی کمی سے اور پھلوں کی کمی سے اور آپ خوشخبری سنادیں صبر کرنے والوں کو۔

ناامیدی سے اجتناب کرنا:

اس آیت میں وحی کی ایک صورت بیان کی گئی ہے جو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے خاص ہے، مگر اس آیت سے سیاسی راہ نماؤں کو یہ ہدایت ملتی ہے کہ جب کبھی تم پر مصیبت کے بادل چھا جائیں، اور ہر طرف سے نا امیدی ہی نظر آنے لگے، اس وقت اس آیت کو یاد کرکے اللہ تعالی سے فریاد کرنا، بیشک اللہ تعالی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے، اور وہ اپنے بندوں کو بھی نیک گمان اور الہامی طریقہ سے آگے ہونے والے واقعات، اور اپنی نصرت کی طرف اشارہ فرمادیتا ہے۔ ایمان والے لوگ ایسی مصیبت کے وقت بھی اطمینان اور سکون میں نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی مدد فرمائی اور وہ عزیز مصر کی حیثیت سے نمودار ہوئے۔ اس کی تفصیل دیگر آیات کے ضمن میں بیان کی جائے گی۔

2. علم اور قوتِ فیصلہ

سیاسی قائدین کی پہچان ان کی علمی مہارتوں اور فیصلہ کرنے کی قوت سے ہوتی ہے، اور ایسے قائدین ہی لوگوں کی صحیح راہ نمائی اور انصاف کی اقدار کو پورا کر سکتے ہیں:

﴿وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ○﴾[1]

ترجمہ: اور جب یوسف اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے تو ہم نے انہیں حکمت اور علم عطا کیا، اور جو لوگ نیک کام کرتے ہیں، ان کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے "بلوغت، علم اور قوت فیصلہ" جیسی اہم سیاسی اوصاف کو بیان فرمایا ہے۔ ساتھ ہی عام مسلمین کی نیکی کے اجر کو بھی اسی بدلے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ یہ آیت حضرت یوسف علیہ السلام کی پختگی اور ان پر فیصلے اور علم کی عطا پر روشنی ڈالتی ہے۔ مذہبی بیانیہ میں جڑی ہوئی یہ آیت سیاسی قیادت کے دائرے میں قیمتی اسباق پیش کرتی ہے۔

---

[1] سورہ یوسف:22

لغت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو "علم و حکمت " کی یہ تعریف بیان ہوئی ہے:

الحِکْمَۃُ کے معنی علم و عقل کے ذریعہ حق بات دریافت کر لینے کے ہیں لہذا حکمت الہی کے معنی اشیاء کی معرفت اور پھر نہایت اِحکام کے ساتھ ان کو موجود کرنا ہے اور انسانی حکمت موجودات کی معرفت اور اچھے کاموں کو سرانجام دینے کا نام ہے۔[1]

مولانا مودودی اس آیت کا ترجمہ و تفسیر مذکورہ تعریف سے مماثل بیان کرتے ہیں:

جب وہ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچ گیا تو ہم نے انہیں قوت فیصلہ اور علم عطا کیا۔

قرآن کی آیات میں ان الفاظ سے مراد: نبوت عطا کرنا ہوتا ہے۔ ''حکم'' کے معنی قوتِ فیصلہ کے اور ''اقتدار'' کے بھی ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالی کی جانب سے کسی بندے کو ''حکم'' عطا کیے جانے کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالی نے اسے انسانی زندگی کے معاملات میں فیصلہ کرنے کی قوت عطا کی اور اختیارات بھی عطا کیے ہیں۔ ''علم'' سے مراد وہ تمام خاص علوم ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالی انبیاء کرام علیہ السلام کو عطا کرتا ہے۔[2]

مذکورہ بحث سے آیت مبارکہ میں ایک سیاسی راہ نما کے لیے یہ صفات بیان ہوئی ہیں: جوانی، قوتِ فیصلہ، علم، اور نیکوکاروں کے لیے سراپا انعام بن کر رہنا۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّہٗ (پختگی اور قیادت):

آیت مبارکہ میں میں مذکورہ صفات کو بلوغت کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے "اور جب یوسف اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے تو ہم نے انہیں حکمت اور علم عطا کیا" یعنی بلوغت کے بعد ہی ایک سیاسی راہ نما علم اور قوت فیصلہ کی حکمتوں کو سمجھ سکتا ہے اور اس کے مطابق اپنی عملی زندگی کے بہتر فیصلے کر سکتا ہے، اب یہ فیصلے اس کی اپنی شخصی پہچان کو عوام الناس میں مقبول بنانے کے لیے بھی ہو سکتے ہیں اور اپنے لوگوں کی صحیح راہ نمائی کے لیے بھی اور ان کے مفادات کے لیے بھی، لہذا ایک سیاسی راہ نما کے لیے بھرپور جوانی تک کا سفر کرنا لازم ہے اور یہ محض شروعات

---

[1] الأصفهانى، أبو القاسم الحسين بن محمد المعروف بالراغب، المفردات في غريب القرآن، المحقق: صفوان عدنان الداودي، (دمشق بيروت: دار القلم، الدار الشامية، الطبعة: الأولى - 1412هـ)، ص249

[2] مودودی، سید ابوالاعلی، تفہیم القرآن، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن 2006)، ج2، ص392

ہے اس کے بعد کے تجربات انہیں قیادت کے لیے ایک بہتر راہ نما بناتے ہیں اور جیسے جیسے وہ اپنے کردار میں پختہ ہوتے جائیں، انہیں عقلمند اور موثر حکمرانی کے لیے ضروری خصوصیات کو پروان چڑھانا چاہیے۔

قوتِ فیصلہ:

آیت میں "قوتِ فیصلہ" کا ذکر دانشمندانہ فیصلہ سازی کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

صحیح فیصلہ کرنے والا سیاسی راہ نما پیچیدہ حالات میں بھی حکمت عملی کے ساتھ سرخرو ہو سکتا ہے، تنازعات کو حل کر سکتا ہے اور ایسے انتخاب کر سکتا ہے جس سے زیادہ فائدہ ہو۔[1]

علم:

آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کو علم عطا کرنے پر بھی زور دیا گیا ہے۔ سیاسی تناظر میں، علم مسائل کو سمجھنے، پالیسیاں بنانے اور معاشرے کی متنوع ضروریات کو پورا کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ایک باشعور سیاست دان قیادت کرنے اور باخبر فیصلے کرنے کے لیے بہتر طور پر علم و حکمت کے ساتھ اپنے سیاسی سفر میں نمایا کردار ادا کر سکتا ہے۔[2]

نیکوکاروں کے لیے انعام:

اختتامی جملہ، "ہم نیک لوگوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں،" سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صفات احسان کرنے والوں اپنی تمام نیکیوں کا بدلہ اللہ سے لینے والوں سے وابستہ ہیں۔[3] سیاست میں اخلاقی اور صالح قیادت اس نیکی کا حصہ بن سکتی ہے اور اس کے مثبت نتائج، اعتماد، اتحاد اور بھلائی کی صورت میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

درج بالا اوصاف کے ضمن میں یہ بات ذہن نشین رکھنا نہایت اہم ہے کہ "حکم" سے مراد عمومی فیصلہ سازی کی قوت لی جائے تو کوئی اعتقادی مسئلہ نہیں رہتا۔ اگر فقط نبوت کے ذریعے فیصلہ سازی لیا جائے تو آیات سے عبرت

---

[1] الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير، الأحكام السلطانية، (الناشر: دار الحديث – القاهرة، س ن)، ص18

[2] الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير، الأحكام السلطانية، (الناشر: دار الحديث – القاهرة، س ن)، ص18

[3] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دارالاشاعت، 2007ء)، ج 2، ص295

حاصل کرنے کی یہ توجیہ بن رکھی جاسکتی ہے کہ انبیاء اکرام کی زندگیاں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں، لہذا انبیاء کی زندگیوں میں معمول رہنے والے فیصلہ سازی کے مناہج بھی ہمارے لیے اسوہ حسنہ قرار پائیں گے کہ ایک طرف یہ اُمور قرآن مجید میں بغیر تنکیر مذکور ہوئے ہیں، دوسری طرف رسول اکرم ﷺ نے بھی ایسے اُمور کی سنتِ مطہرہ سے توثیق فرمائی ہے۔

3. محسن کے ساتھ رویہ رکھنے میں احتیاطیں:

سیاسی راہ نماؤں کی زندگیوں میں کئی افراد ایسے آتے ہیں جنہوں نے ان پر ذاتی یا اجتماعی مفادات میں معاونت کی ہوتی ہے۔ بر سرِ اقتدار آنے کے بعد ایسے محسنین کے ساتھ کس طرح کا رویہ روا رکھا جائے اس سلسلے میں سورہ یوسف خاصی وضاحت کرتی ہے۔ اس ضمن میں ملکِ مصر کے ساتھ حضرت یوسف کا حسنِ سلوک اور اس کی خاطر قید میں جانا محسنین کے ساتھ احسان کرنے کی وصف اختیار کرنے کی تحریض دلاتا ہے جبکہ زوجہِ ملکِ مصر کے ساتھ گناہ کیطرف مائل کرنے پر انکار کا رویہ بتاتا ہے کہ راہ نماؤں کو اپنے محسنین کے ساتھ تعاونِ بر اور عدم تعاونِ عدوان کے ساتھ چلنا چاہیے۔[1] کیوں کہ بعض اُوقات احسان کرنے والے کے شر سے بچنا بھی نہایت ضروری ہے کیوں کہ احسان کرنے والے کے دل میں اگر کوئی برے مفادات ہوں تو ہر گز اس کی پیروی نہیں کرنی چاہیے، چاہے وہ کتنا ہی بڑا محسن کیوں نا ہو:

﴿وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْۤ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۝﴾[2]

ترجمہ: اور جس عورت کے گھر میں وہ رہتے تھے، اس نے ان کو ورغلانے کی کوشش کی، اور سارے دروازے بند کر دیے، اور کہنے لگی: "آ بھی جاؤ!" یوسف نے کہا: "اللہ کی پناہ! وہ میرا آقا ہے، اس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے۔ جو لوگ ظلم کرتے ہیں، انہیں فلاح حاصل نہیں ہوتی۔

---

[1] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دارالاشاعت، 2007ء)، ج 2، ص 187

[2] سورہ یوسف: 23

سیاسی قیادت میں دیانتداری کو برقرار رکھنا:

سورہ یوسف کی اس آیت میں محسن کے گناہ میں شریک ہونے سے بچنے کے اخلاقی اصول پر زور دیا گیا ہے۔ یہ آیت سالمیت اور اخلاقی خود مختاری کو برقرار رکھنے کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ ظاہری فوائد یا احسانات کے باوجود، سیاسی قائدین، عوامی شخصیت اور راہ نما کے طور پر، اس قرآنی حکم سے قیمتی سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ [1]

ذاتی فائدے پر اخلاقی رویے کو ترجیح دینا:

حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک اعلیٰ سماجی حیثیت کی حامل عورت جو اس وقت کے عزیزِ مصر کی بیوی تھی، حضرت یوسف علیہ السلام نے اس عورت کی زنا کی طرف پیش قدمی کا مقابلہ کیا اور سمجھوتہ کرنے کے خطرے سے دوچار ہونے کے باوجود، گناہ کے مقابلے میں نیکی کا انتخاب کیا[2]۔ اس عورت کی بااثر حیثیت اور تعمیل کے ممکنہ اثر و رسوخ کے باوجود، یوسف علیہ السلام نے ذاتی فائدے پر راستبازی کا انتخاب کیا۔ یہ آیت سیاسی راہ نما کی صفات میں سے ایک اہم صفت کو بیان کرتی ہے کہ وہ اخلاقی طرز عمل کو ترجیح دیں اور سیاسی فائدے کی خاطر اخلاقی طور پر سمجھوتہ کرنے والے حالات کے سامنے جھکنے کی مزاحمت کریں۔

سیاسی اتحاد اور سمجھوتوں کے نقصانات:

سیاست کے دائرے میں طاقت کے زور پر غلط فیصلے کروانا اور سیاسی راہ نماؤں کو سیاسی اتحاد، مالی فائدے، یا ذاتی ترقی کی خاطر قابل اعتراض طریقوں میں مشغول ہونے کے لالچ کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، یہ آیت ایک احتیاطی یاد دہانی کے طور پر بیان کرتی ہے کہ سیاسی حمایت یا حمایت کرنے والوں کے گناہوں میں شریک ہونا اخلاقی حیثیت کے لیے نقصان دہ ہے اور اس کے دیرپا نتائج ہو سکتے ہیں۔ یہ آیت ایسے کاموں میں حصہ نہ لینے کی اہمیت کو واضح کرتی ہے جو اخلاقی سالمیت سے سمجھوتہ کرتے ہیں، چاہے سیاسی فوائد یا حمایت کی پیشکش کی جائے۔

---

[1] الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير، الأحكام السلطانية، (الناشر: دار الحديث – القاهرة، س ن)، ص19

[2] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دارالاشاعت، 2007ء)، ج 2، ص187

دیانتداری اور انصاف پر مبنی قیادت:

سیاسی راہ نما کو دیانتداری اور انصاف کے اصولوں کو برقرار رکھنا چاہیے، ان اقدار کو مجسم کر کے راہ نما اپنے کردار کے ساتھ اعتماد کی بنیاد قائم کر سکتے ہیں اور ایک منصفانہ اور اخلاقی معاشرے کی تشکیل میں اپنا حصہ ڈال سکتے ہیں۔[1]

سیاست میں اخلاقی رویے کی پائیدار اہمیت:

سورہ یوسف کی اس آیت میں سیاسی راہ نماؤں کے لیے ایک اخلاقی اصول بیان ہوا ہے، اور یہ آیت ان پر زور دیتی ہے کہ وہ خیر خواہوں کے گناہوں میں حصہ لینے سے باز رہیں۔ حضرت یوسف کے قصہ سے حاصل ہونے والا سبق سیاسی میدان میں اخلاقی طرز عمل کی پائیدار اہمیت پر زور دیتا ہے، جو بالآخر ایک نیک اور ذمہ دار قیادت کی بہترین مثال اور اس کی نشو و نما میں معاون ہے۔

4. ہر لمحہ گناہ سے بچنے کی بھرپور کوشش کرتے رہنا چاہیے پھر اللہ اپنی مدد سے بند راہیں بھی کھول دیتا ہے:

روحانی ترقی اور خود کی بہتری کا راستہ گناہ سے بچنے اور نیکی کی تلاش میں مسلسل کوشش سے ہموار ہوتا ہے۔ سیاسی قائدین کی نیکی کی زندگی گزارنے کی کوششیں نہ صرف ایک اخلاقی ذمہ داری ہے بلکہ گناہ سے بچنے اور تقویٰ کی زندگی بصر کرنے سے نہ صرف اللہ سبحانہ وتعالی مشکلات سے نجات عطا کرتا ہے بلکہ بہترین مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے، چنانچہ ہر لمحہ گناہ سے بچنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے:

﴿وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۚ﴾[2]

---

[1] الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير، الأحكام السلطانية، (الناشر: دار الحديث – القاهرة، س ن)، ص19

[2] سورہ یوسف:25

ترجمہ: اور دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف دوڑتے، اور (اس کشمکش میں) اس عورت نے ان کے قمیص کو پیچھے کی طرف سے پھاڑ ڈالا۔ اتنے میں دونوں نے اس عورت کے شوہر کو دروازے پر کھڑا پایا۔

گناہ سے بچنے کی ترغیب اور حضرت یوسف علیہ السلام کی مثال سے سبق:

اس آیت میں ہر لمحہ گناہ سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے اور جس لمحہ گناہ کے خطرات نظر آنے لگیں اس وقت جتنی استطاعت ہو اس کے مطابق اس سے بچنے کی طرف اشارہ ہے۔ جب وہ عورت حضرت علیہ السلام یوسف کی طرف جب آگے بڑھی تو انہوں نے دوڑ لگا دی۔ ایک سیاسی راہ نما کے لیے اس آیت میں یہ سبق ملتا ہے کہ پاکیزگی اور تقوی ہر وقت عمل میں رہے کیوں کہ گناہ کی طرف نفس اور شیطان دونوں انسان کو مرغوب کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

گناہ کے نتائج اور انسانی فطرت پر اثر:

پھر ہر گناہ کا ایک اثر بھی ہوتا ہے جو انسان کی فطرت اور افکار پر گہرا اثر ڈالتا ہے اور اس سے انسانی اخلاقیات و کردار متاثر ہوتے ہیں اور کبیرہ گناہ تو انتہائی خطرناک اثرات رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے انسانی عمل کے مضر اثرات کے مطابق ارشاد فرمایا ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾[1]

ترجمہ: لوگوں نے اپنے ہاتھوں جو کمائی کی، اس کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد پھیلا، تاکہ انہوں نے جو کام کیے ہیں اللہ ان میں سے کچھ کا مزہ انہیں چکھائے، شاید وہ باز آجائیں۔

یہ مضمون قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان ہوا ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو، التوبہ، آیت 126۔ الرعد آیت 31۔ السجدہ آیت 21۔ الطور آیت 47۔

---

[1] سورہ روم: 41

سیاسی قائدین کے لیے پاکیزگی اور تقویٰ کے انعامات:

اب جو سیاسی راہ نما اس صفت کو اپنائے گا اور تقوی اختیار کرے گا اللہ اسے عزت و کامرانی ضرور عطا فرمائے گا اور لوگوں میں اس کا اعتماد پختہ ہو گا اور وہ مقبول قائد کی حیثیت سے پہچانا جائے گا، ایسے سیاسی راہ نما سے معاشرے میں مثبت سدھار رونما ہوتا ہے۔

5. حق کہنے سے نہ کترانا:

راہ نما کی اولین صفت صدق و حق گو ہونا ہے، جس میں سچ کہنے کی جرات اور حق بات کہنے کی ہمت نا ہو وہ راہ نما نہیں بن سکتا:

﴿قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَّفْسِي﴾[1]

ترجمہ: یوسف نے کہا "یہ خود تھیں جو مجھے ورغلا رہی تھیں۔"

اس آیت مبارکہ سے حق بات کہنے کا تصور بیان کیا گیا ہے جو سیاسی راہ نماؤں اور عوام کے درمیان اعتماد کو فروغ دینے میں صلاحیت رکھتا ہے۔ جب قائدین سچائی کو اپناتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں، تو کئی اہم عناصر سیاسی ماحول میں اعتماد کی مضبوط بنیاد بنانے اور اسے برقرار رکھنے میں اپنا حصہ ڈالتے ہیں۔ ایک سیاسی راہ نما کو حق بات کہنے سے ہر گز نہیں کترانا چاہیے اگرچہ شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑے مگر حکمت عملی اور دانشمندانہ فکر و عمل کے ساتھ باطل کے آگے ڈٹ کر کھڑے رہنا چاہیے تاکہ باطل کا زور ٹوٹے اور حق غالب رہے۔ حق گو ہونا اور ہر بات موقع محل دیکھ کر کرنا سیاسی راہ نما کی صفات میں سے ہے، سمجھ بوجھ رکھنے والا راہ نما خوب اچھے سے جانتا ہے کہ کہاں، کب، کیسے اور کتنی بات کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید میں حق کہنے سے متعلق ترغیبات موجود ہیں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○﴾[2]

ترجمہ: اور حق کی آمیزش باطل کے ساتھ نہ کرو اور نہ ہی حق کو جان بوجھ کر چھپاؤ۔

---

[1] سورہ یوسف: 26

[2] البقرہ: 42

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○﴾[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اہلِ صدق (کی معیت) میں شامل رہو۔

حق اور سچ کی صفت سیاسی راہ نما کے لیے عوامی اعتماد، محبت اور عزت ملنے کا ذریعہ ہے اور اگر قائدین اس صفت سے رو گردانی کریں گے تو عوام سے نفرت کے سوا کچھ نہیں ملے گا اور اللہ کے حضور سخت پکڑ کا سامنا کرنا ہو گا۔

6. عزیز مصر بطور خاندانی منتظم اور قاضی:

اس سورہ مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد دو افراد کا کردار خاص طور پر بہت نمایاں ہے جس میں حضرت یعقوب علیہ السلام اور عزیز مصر شامل ہیں۔ عزیز مصر بھی خاندانی منتظم اور فیصلہ سازی میں قاضی کی حیثیت سے بطور راہ نما اور راہ نمائی کی صفات کے حامل ہیں:

﴿يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۜ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ○﴾[2]

ترجمہ: یوسف! اس بات کا خیال نہ کرو، اور اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ، یقینی طور پر تو ہی خطاکار تھی۔

اس آیت مبارکہ میں عزیز مصر کے کردار کو بطور خاندانی منتظم اور جج کے طور بیان کیا گیا ہے، جب ان کی بیوی نے یوسف علیہ السلام پر عصمت دری کی کوشش کا الزام لگایا، اس صورتحال میں اس نے جو کردار ادا کیا وہ یہ ہے:

منصفانہ فیصلہ:

جب اس کی بیوی نے یوسف پر اسے بہکانے کی کوشش کرنے کا جھوٹا الزام لگایا تو مصر کے بادشاہ نے فوری طور پر اس کے الزام کو قبول نہیں کیا۔ اس کے بجائے، اس نے سچائی کی تلاش کی اور معاملے کی چھان بین کی اور انصاف کا احساس ظاہر کیا۔

---

[1] التوبہ:119

[2] سورہ یوسف:29

ثبوت اور گواہان:

بادشاہ نے الزام کی تصدیق کے لیے ثبوت اور گواہ کا اعتبار کیا۔ انہوں نے الزام کی سنگینی اور انصاف کو یقینی بنانے کی اہمیت کو تسلیم کیا، جو کہ ایک انصاف پسند اور عقلمند راہ نما کی ایک لازمی خصوصیت ہے۔

عزت اور شہرت:

بادشاہ نے اپنے گھر والوں کی عزت اور شہرت کا بھی خیال کیا۔ وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچا بلکہ تمام متعلقہ فریقوں کے وقار کے تحفظ کے لیے محتاط اور ناپے ہوئے انداز کو اپنایا۔

یوسف علیہ السلام کی بے گناہی:

بالآخر، ثبوتوں اور یوسف علیہ السلام کی اپنی اور گواہی دینے والے کی گواہی سے یہ واضح ہو گیا کہ وہ الزام سے بے قصور ہیں۔ بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کو تسلیم کیا اور ایک عادل حکمران کے طور پر انہیں بری کر دیا۔ ایک خاندان کے منتظم اور جج کے طور پر مصر کے بادشاہ کا کردار، انصاف کے لیے اس کے اقدامات، نازک معاملات کو سنبھالنے میں اس کی دانشمندی، اور فیصلہ سنانے سے پہلے سچائی کی تلاش میں اس کی آمادگی کو نمایاں کرتا ہے۔

7. عزت نفس بچانے کی خاطر وقتی تنگی برداشت کرنا:

ناگوار حالات میں اپنی عزت نفس بچانا اور اس کی خاطر عارضی اور وقتی مشکلات کا سامنا کرنا، راہ نما کے لیے بہتر مستقبل کا باعث ہوتا ہے، کیوں کہ جو لوگ عزت نفس کا سمجھوتا کر لیتے ہیں انہیں وقتی اور ظاہری فائدہ مل بھی جائے مگر دنیا و آخرت میں رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا، اور دنیا کی زندگی میں انصاف پر مبنی روشن مستقبل کو ترجیح اور دنیاوی زندگی کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دینا، انبیاء کرام علیہ السلام کی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ جسے درج ذیل آیت میں بھی بیان کیا گیا ہے:

﴿قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ ﴾[1]

ترجمہ: یوسف نے دعا کی کہ: "یارب! یہ عورتیں مجھے جس کام کی دعوت دے رہی ہیں، اس کے مقابلے میں قید خانہ مجھے زیادہ پسند ہے۔

[1] سورہ یوسف: 33

مصیبت کے وقت عزت کا تحفظ:

اس آیت مبارکہ میں غیرت کی خاطر ناخوشگوار حالات کو برداشت کرنا اور عزت نفس بچانے کی خاطر وقتی تنگی کو برداش کرنے کی صفات کے اشارات پائے جاتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جھوٹے الزامات اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے غیر متزلزل صبر اور عزت نفس بچانے کے لیے ثابت قدم رہنے کا انتخاب کیا۔

وقتی تنگی کو وقار کے ساتھ ہدف بنانا:

سیاسی قیادت میں چیلنجز، تنازعات اور مشکلات ناگزیر ہیں اور ناخوشگوار حالات کو برداشت کرنے کی صلاحیت ایک لیڈر کے اصولوں اور اخلاقی طرز عمل سے وابستگی کا ثبوت بنتی ہے۔ اس آیت میں سیاسی راہ نماؤں کو جھوٹے الزامات کا مقابلہ کرنے اور عظیم تر بھلائی کے لیے قربانیاں دینے کی ترغیب دی جاتی ہے۔

ناانصافی اور صبر:

حضرت یوسف کی غیر منصفانہ قید ناانصافی کی وجہ سے آنے والی مصیبتوں کا سامنا کرنے کے موضوع پر روشنی ڈالتی ہے۔ سیاسی راہ نما جب غیر منصفانہ حالات کا سامنا کرتے ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے دکھائے گئے صبر سے راہ نمائی حاصل کر سکتے ہیں، جو چیلنجوں سے نمٹنے کی اہمیت پر زور دیتے ہیں۔

سیاسی قیادت میں مشکلات کے ذریعے طاقت کا حصول:

یہ آیت اس خیال پر زور دیتی ہے کہ مشکلات کو برداشت کرنا کمزوری کی علامت نہیں ہے بلکہ اخلاقی طاقت اور لچک کا مظاہرہ ہے۔ سیاسی راہ نما جو عزت کی خاطر مشکلات میں ثابت قدم رہتے ہیں وہ عوامی اعتماد کو بڑھانے اور اپنی حکمرانی کی اخلاقی بنیاد کو مضبوط کرنے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

8. پاک دامنی:

سیاسی راہ نما میں پاک دامنی کا عنصر اس کے کردار کو نمایاں بناتا ہے اور اس کے ذریعے سے ماتحت افراد اور ارد گرد کے لوگ عزت و آبرو میں تحفظ محسوس کرتے ہیں، ایسے قائدین ہی لوگوں کی راہ نمائی کے لیے بہتر ہیں جو اپنے نفس کی درست راہ نمائی کرتے ہیں، پھر چاہے ان کے راستے میں کتنی ہی رکاوٹیں آجائیں یا تکالیف، وہ مشکل حالات میں بھی

بہتری کی طرف گامزن رہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے (ظاہری طور پر دیکھنے والی) مشکلات و تکالیف میں بھی ان کی عزت کو بڑھاتا ہے اور انہیں بہترین انجام تک پہنچا دیتا ہے:

﴿ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ﴾ [1]

ترجمہ: پھر ان لوگوں نے (یوسف کی پاکدامنی کی) بہت سی نشانیاں دیکھ لینے کے بعد بھی مناسب یہی سمجھا کہ انہیں ایک مدت تک قید خانے بھیج دیں۔

حضرت یوسف کی پاکدامنی، سیاسی راہ نماؤں کے لیے مثال:

یہ آیت مبارکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس واقعہ کو بیان کرتی ہے جب انہیں مصر کی خواتین کی جانب سے ورغلانے کی کوشش کی گئی تھی اور یہ آیت راہ نماؤں کے لیے ایک تدریسی سبق کے طور پر بیان کیا جاسکتا ہے جو انھیں اس مثال سے سیکھنے اور اپنے قائدانہ کرداروں میں عفت کے اصولوں کو قابل عمل بنانانے کی ایک ترغیب کے تحت بیان کی گئی ہے۔

اخلاقی کردار:

عفت ایک راہ نما کے اخلاقی کردار کو بڑھاتی ہے، انہیں اخلاقی رویے کے لیے ایک رول ماڈل کے طور پر قائم کرتی ہے۔ لیڈر کی ذاتی دیانت ان کی اخلاقی حیثیت کو مضبوط کرتی ہے، جس سے عوام کو ان کی فیصلہ سازی پر اعتماد کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

عوامی اعتماد:

عفت عوام میں اعتماد پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے، کیوں کہ یہ سیاسی تحفظات سے بالاتر اقدار اور اصولوں سے وابستگی کی عکاسی کرتی ہے۔ اخلاقی طور پر سیدھے سمجھے جانے والے راہ نما شہریوں کا اعتماد حاصل کرنے کے زیادہ امکان رکھتے ہیں، اور حکومت اور عوام کے درمیان مثبت تعلقات کو فروغ دیتے ہیں۔ [2]

---

[1] سورہ یوسف: 35

[2] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دارالاشاعت، 2007ء)، ج 2، ص 193

سیاسی راہ نما اور میڈیا کی تصویر کشی:

عفت اس پر اثر انداز ہو سکتی ہے کہ میڈیا کس طرح سیاسی راہ نما کی تصویر کشی کرتا ہے۔ اخلاقی طرز عمل سے متعلق اسکینڈلز لیڈر کی شبیہ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور منفی عوامی تاثرات پیدا کر سکتے ہیں۔ عفت کو برقرار رکھنے سے راہ نماؤں کو ایسے اسکینڈلز سے بچنے میں مدد ملتی ہے جو عوامی اعتماد کو ختم کر سکتے ہیں اور اہم سیاسی مسائل سے توجہ ہٹا سکتے ہیں۔

فیصلہ سازی میں مستقل مزاجی:

پاکیزہ راہ نماؤں کو ان کی فیصلہ سازی میں زیادہ مستقل طور پر دیکھا جا سکتا ہے، کیوں کہ ان کے ذاتی مفادات سے متاثر ہونے یا غیر اخلاقی رویے سے سمجھوتہ کرنے کا امکان کم ہوتا ہے۔ یہ مستقل مزاجی ایک مستحکم اور متوقع سیاسی ماحول میں حصہ ڈالتی ہے، جس سے لیڈر کی ساکھ میں اضافہ ہوتا ہے۔

گورننس پر اثر:

عفت کے ساتھ ایک راہ نما کی وابستگی حکومت کے اندر اخلاقی ماحول پر مثبت اثر ڈال سکتی ہے۔ یہ بہتر حکمرانی کے طریقوں کا باعث بن سکتا ہے، کیوں کہ فیصلوں کی شفافیت سے انصاف کا انصاف کی اقدار کے مطابق ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔

بین الاقوامی تعلقات:

عفت اس بات پر اثر انداز ہو سکتی ہے کہ عالمی سطح پر لیڈر کو کس طرح سمجھا جاتا ہے۔ مضبوط اخلاقی کردار کے حامل راہ نما بین الاقوامی برادری کی طرف سے زیادہ قابل احترام ہو سکتے ہیں اور سفارتی تعلقات میں اضافہ کرتے ہیں۔

طویل مدتی میراث:

پاکیزہ راہ نما اکثر دیانتداری اور اخلاقی قیادت کی دیرپا میراث چھوڑتے ہیں، جو آنے والی نسلوں کو متاثر کر سکتی ہے اور ایک مضبوط سیاسی ثقافت کی ترقی میں اپنا حصہ ڈال سکتی ہے۔ ایک سیاسی راہ نما کی عفت ان کی ساکھ اور حصول اعتماد میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ نہ صرف عوام کے ساتھ ان کے تعلقات کو متاثر کرتی ہے بلکہ حکمرانی، بین الاقوامی تعلقات اور معاشرے پر لیڈر کے طویل مدتی اثرات پر بھی وسیع اثرات مرتب کرتی ہے۔

9. باطن کے ساتھ ظاہراً بھی نیک دکھنا:

انسان کے کردار کی شناخت میں کچھ اہم عناصر ظاہری بھی ہوتے ہیں جس سے اس کے کردار کی نیک نیتی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، مثلاً: اس کے بول چال اور بناؤ سنگھار سے اخلاقیات و نفسیات، نیز شخصیت کا پہلا اثر ظاہری طور پر ہوتا ہے:

﴿اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾[1]

ترجمہ: ہمیں تم نیک آدمی نظر آتے ہو۔

اس آیت مبارکہ میں ظاہر و باطن دونوں کا پاک ہونا اور نیک نظر آنا بھی ایک سیاسی راہ نما کے لیے اہم صفات میں سے ایک ہے، جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام سے متعلق ان کے قید کے ساتھیوں نے انہیں ظاہراً دیکھ کر اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا کہ جو شخص ہمارے ساتھ موجود ہے وہ ایک نیک صفت انسان دکھ رہا ہے لہذا اس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، ساتھ ساتھ جس بات (خواب) کی ہمیں تشویش ہے وہ بھی اس شخص سے بیان کی جاسکتی ہے جس کا ہمیں بہتر حل معلوم ہو سکے۔

ہمارے معاشرے میں تعلیم یافتہ لوگوں کا بہت بڑا حصہ جن میں سے بعض درس تدریس کے شعبہ سے وابستہ ہیں وہ اس بحث پر نظر آتے ہیں کہ محض باطن کی پاکی ہی ضروری اور اہم ہے ظاہراً انسان جیسا بھی ہو جب کہ ظاہر اور باطن دونوں کا پاک ہونا اور نیک نظر آنا بہت ضروری ہے، اس کی مثال کچھ اس طرح سے سمجھی جاسکتی ہے کہ جس طرح ایک درخت کا بیج زمین میں بویا جاتا ہے اسی کا درخت زمین سے باہر نکلتا ہے اسی طرح جو عقیدہ انسان کے دل میں بیٹھتا ہے وہ اس کے ظاہر پر اسی طرح سے واضح ہوتا ہے جس طرح زمین میں لگا وہ بیج اپنا ایک ظاہراً درخت نکالتا ہے۔ اسی طرح انسان کے دل میں جو عقائد و نظریات ہوتے ہیں وہ اس کے جسم کے ظاہر پر آشکار ہوتے ہیں اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے: جس کا باطن پاک ہوتا ہے اس کا ظاہر بھی پاک ہو جاتا ہے اور جس کا باطن خراب ہوتا ہے اس کا ظاہر بھی خراب ہو جاتا ہے۔

---

[1] سورہ یوسف:36

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی دعا ظاہر و باطن کی پاکی کے لیے:

ایک سیاسی راہ نما کے لیے ضروری ہے کہ اس کے باطن کے ساتھ اس کے ظاہر کا بھی نیک دکھنا، لوگوں کے اعتماد کو بحال کرتا ہے اور اس اعتماد سے لوگ اپنے مسائل اس راہ نما سے بیان کرتے ہیں جس طرح ان دو قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنی تشویش بیان کی، اور آپ علیہ السلام نے ان کی وضاحت بیان کر دی، ایسے ہی قائدین کو اپنے لوگوں کے مسائل سننے کے بعد اس کے حل کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایک دعا مروی ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ :((قُلِ اللَّهُمَّ اجْعَلْ سَرِيرَتِي خَيْرًا مِنْ عَلاَنِيَتِي، وَاجْعَلْ عَلاَنِيَتِي صَالِحَةً،اللَّهُمَّ اجْعَلْ سَرِيرَتِي خَيْرًا مِنْ عَلاَنِيَتِي، وَاجْعَلْ عَلاَنِيَتِي صَالِحَةً، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ صَالِحِ مَا تُؤْتِي النَّاسَ مِنَ الْمَالِ وَالأَهْلِ وَالْوَلَدِ، غَيْرِ الضَّالِّ وَلاَ الْمُضِلِّ)) [1]

ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا، آپ نے فرمایا: کہو اے اللہ! میرا باطن میرے ظاہر سے اچھا کر دے اور میرے ظاہر کو نیک کر دے۔ اور لوگوں کو جو مال تو بیوی اور بچے کی شکل میں دیتا ہے ان میں سے اچھا مال دے جو نہ خود گمراہ ہوں اور نہ دوسروں کو گمراہ کریں۔

10. اعتماد

قائدین کا سب سے اہم کام یہی ہوتا ہے کہ وہ عوامی اعتماد کو بحال کریں تاکہ ان کے فیصلوں میں عوامی طاقت اور پختگی ہو، حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اپنے قید کو ساتھیوں کو پہلے اعتماد میں لیا اس کے بعد وہ ان کی تمام باتوں پر اعتماد کرتے رہے:

[1] الترمذی، محمد بن عیسی بن سورہ، **سنن ترمذی،** (بیروت: الطبعۃ الثانیہ 1437ھ) کتاب الدعوات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،باب 124، ح**3586** ، (ضعیف)

﴿قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ
رَبِّيْ ؕ﴾[1]

ترجمہ: یوسف نے کہا: جو کھانا تمھیں (قید خانے میں) دیا جاتا ہے، وہ ابھی آنے نہیں پائے گا کہ میں تمھیں اس کی حقیقت بتادوں گا۔ یہ (تعبیر) ان علوم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھائے ہیں۔

حصول اعتماد میں حضرت یوسف علیہ السلام کی تدبیر:

اس آیت مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا اعتماد ان قیدیوں کے دل میں بنانے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی جو آیت مذکورہ میں بیان ہوئی ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے سے ان کا اعتماد حاصل کریں اور اپنے علم کو اللہ کی عطا کردہ رحمت سے جوڑ کر ان کے اعتماد کو اپنے لیے خاص کیا تاکہ وہ ان کی آگے بیان ہونے والی بات کو بغور سنیں اور عمل کریں۔[2]

صحیح ذرائع اور علمی مہارت سے حصول اعتماد:

سیاسی راہ نما اس آیت سے یہ سبق حاصل کر سکتے ہیں کہ عوام کا اعتماد صحیح ذرائع اور علمی مہارتوں سے حاصل کریں، اپنا اعتماد عوام کے دلوں میں مضبوط کریں جس کے نتیجے میں عوام کو اپنے قائدین کی جانب سے دی گئی راہ نمائی پر یہ اعتماد ہو کہ ہمارے قائدین ہمارے خیر خواہ ہیں اور ان کی راہ نمائی کے ذریعے سے ہماری زندگی اور ہماری نسلوں کی فلاح حاصل کی جاسکتی ہے، اور جو راہ نمائی کا علم اللہ نے ان راہ نماؤں کو عطا کیا ہے اس کا پرچار کرتے رہیں تاکہ دل میں خود کی بڑائی پیدا نہ ہو اور ہر وقت اپنے سے بڑے حاکم کی یاد دل میں رہے۔

---

[1] سورہ یوسف:37

[2] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دارالاشاعت، 2007ء)، ج 2، ص195

11. توحید کی دعوت اور اللہ سے جوڑنا:

خالق حقیقی کی پہچان ہی اس فانی زندگی کا فلسفہ ہے اور راہ نما کا پہلا کام اصل راہ کی راہ نمائی کرنا ہے پھر خالق حقیقی سے جوڑ کر تمام راستوں اور مشکلات کو سر کرنا ہے، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا:

﴿اِنِّیۡ تَرَکۡتُ مِلَّۃَ قَوۡمٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ کٰفِرُوۡنَ ○ وَ اتَّبَعۡتُ مِلَّۃَ اٰبَآءِیۡۤ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ ؕ مَا کَانَ لَنَاۤ اَنۡ نُّشۡرِکَ بِاللّٰہِ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ ذٰلِکَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ عَلَیۡنَا وَ عَلَی النَّاسِ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَشۡکُرُوۡنَ ○﴾[1]

ترجمہ: میں نے اُن لوگوں کا دین چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، اور جو آخرت کے منکر ہیں۔ اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے دین کی پیروی کی ہے۔ ہمیں یہ حق نہیں ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک ٹھہرائیں۔ یہ (توحید کا عقیدہ) ہم پر اور تمام لوگوں پر اللہ کے فضل کا حصہ ہے لیکن اکثر لوگ (اس نعمت) کا شکر ادا نہیں کرتے۔

انبیاء کرام کی اہم اور بنیادی صفات میں سے ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ سے جوڑتے تھے،[2] یعنی انسان کو دنیا کی پرستش سے ہٹا کر اللہ سے جوڑنا، انسان کو انسان کی پرستش سے ہٹا کر اللہ سے جوڑنا، انسان کو مصنوعی خداؤں کی پرستش سے ہٹا کر اصل خالق حقیقی سے جوڑنا، دنیاوی مناسب اور آقاؤں سے ہٹا کر اصل مالک سے جوڑنا۔

سیاسی قائدین بطور مبلغ اسلام:

یہ سیاسی راہ نما کے لیے بنیادی صفات میں سے ایک ہے اور ہر راہ نما کے لیے یہ ایک اہم کام اور ذمہ داری ہے جسے اللہ تعالی نے اس امت کے ہر فرد مسلم پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں سپرد کیا ہے، بالخصوص علماء اور قائدین شامل ہیں۔ اس سے متعلق قرآن مجید کی یہ آیات بیان کی جاتی ہیں:

﴿قُلۡ ہٰذِہٖ سَبِیۡلِیۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ ۟ؔ عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیۡ ؕ﴾[3]

---

[1] سورہ یوسف: 37، 38

[2] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دار الاشاعت، 2007ء)، ج 2، ص 195

[3] سورہ یوسف: 108

ترجمہ: (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ: یہ میرا راستہ ہے۔ میں بھی پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتا ہوں، اور جنہوں نے میری پیروی کی ہے وہ بھی۔

﴿خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾[1]

ترجمہ: (مسلمانو! تم وہ) بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لیے وجود میں لائی گئی ہے۔ تم نیکی کی تلقین کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

12. نرم مزاج، دلائل و حکمت کے ساتھ اللہ کی حاکمیت کو واضح کرنا:

اللہ سبحانہ و تعالی کی ذات و صفات اور اس کے عالی شان مرتبہ کو ایسے نرم اور دھیمے انداز، بہترین دلائیل اور حکمت بھرے الفاظ سے بیان کرنا کہ لوگوں کے دلوں میں اتر جائے، ایسی صفات اور علم کے حامل راہ نما ہی اصل ترقی کی جانب گامزن ہوتے ہیں:

﴿يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○﴾[2]

ترجمہ: اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا بہت سے متفرق رب بہتر ہیں، یا وہ ایک اللہ جس کا اقتدار سب پر چھایا ہوا ہے؟۔ اس کے سوا جس جس کی تم عبادت کرتے ہو، ان کی حقیقت چند ناموں سے زیادہ نہیں ہے جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے حق میں کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حاکمیت اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے، اسی نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

یوسف علیہ السلام کی دعوت توحید کے لیے حکمت عملی:

مذکورہ آیات میں حضرت یوسف علیہ السلام جس انداز سے اپنے ان قید خانے کے ساتھیوں کو تبلیغ کر رہے

[1] سورہ آل عمران:110

[2] سورہ یوسف:39:40

تھے اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ان سے مزاج میں نرمی اختیار کی اور واضح دلائل و حکمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو واضح کیا، نیز ان معبودوں کی حقیقت بھی بتائی جو محض پتھر ہیں یا کسی قسم کے اثر و کن کے اہل نہیں ہیں۔

نرم مزاجی کے اثرات اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت:

سیاسی راہ نماؤں کو حضرت یوسف علیہ السلام کی اس حکمت عملی سے یہ سبق حاصل کرنا چاہیے کہ اپنی قوم و ملک کے افراد کے ساتھ ایسے ہی نرم مزاجی کو اختیار کرے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے ان قیدیوں کے ساتھ کی تھی اس کا اثر یہ ہوگا کہ لوگ اس سے ملنے، اس سے بات کرنے، اس کے سامنے اپنے مسائل پیش کرنے کو آسان سمجھیں، اور اس کے ذریعے سے وہ لوگوں کو دلائل و حکمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو بھی واضح کرے تاکہ عوام الناس کے دل میں اللہ کی حاکمیت کی طرف سے ذرہ برابر بھی کسی قسم کا تردد نہ رہے۔[1]

13. اسباب کا سہارا:

دنیا اور دنیاوی زندگی اسباب سے جڑے ہیں، یعنی ہر شئے کے وجود میں کسی نہ کسی درجے میں سبب پایا جاتا ہے اور یہ بحکمِ الٰہی ہے کیوں کہ دنیا دارلاسباب ہے اور مشکلات کے وقت اسباب کا سہارا لینا بھی ناگزیر ہے:

﴿وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ ؗ﴾[2]

ترجمہ: اور ان دونوں میں سے جس کے بارے میں ان کا گمان تھا کہ وہ رہا ہو جائے گا، اس سے یوسف نے کہا کہ: اپنے آقا سے میرا بھی تذکرہ کر دینا۔

سبب اور مسبب الاسباب:

اس آیت مبارکہ میں اسباب کا سہارا لے کر اپنے مسائل و مشکل حالات سے نمٹنے کی طرف اشارہ دیا گیا ہے، جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے قید کے ساتھی کو بادشاہ سے اپنے تذکرہ کرنے کو کہا۔ حضرت یوسف علیہ

---

[1] الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير، الأحكام السلطانية، (الناشر: دار الحديث – القاهرة، س ن)، ص40

[2] سورہ یوسف:42

السلام کے اس عمل سے یہ سبق ملتا ہے کہ دنیا دارالاسباب ہے اور دنیاوی زندگی میں انسان سبب کے سہارے سے ہی اپنی منازل طے کر سکتا ہے اور سبب کا سہارا لیتے وقت یہ یاد رہے کہ سبب ہی سب کچھ نہیں ہے بلکہ اللہ اسباب میں اثر ڈالتا ہے اور اللہ کی مرضی کے بغیر ایک پتا بھی حرکت نہیں کر سکتا گویا کہ اسباب کا سہارا اس عقیدے سے ہونا چاہیے کہ یہ اسباب مسبب الاسباب کی مرضی کے بغیر کچھ بھی نہیں ہیں۔

شخصی حقارت سے پاک دل:

سیاسی راہ نما اس آیت سے یہ صفت بطور سبق سیکھ سکتے ہیں کہ اپنے سیاسی سفر میں جب کبھی ان کو کوئی مشکل پیش آئے، تو اپنے سے چھوٹے شخص کی مدد سے بالکل محروم نہ ہوں، محض یہ سوچ کی وجہ سے کہ فلاں شخص مرتبے میں مجھ سے چھوٹا ہے، یا کسی بھی شخص کی حقارت اس کے دل میں نہ آئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اس وقت شاید ایک غلام کی حیثیت سے وہاں قید تھے، مگر وہ اس وقت کے پیغمبر بھی تھے، پھر بھی انہوں نے اپنے عمل سے واضح کیا کہ دنیاوی زندگی کے مسائل محض دعا یا وظائف سے حل نہیں ہوتے، بلکہ دعا کے ساتھ اس کے حل کی جستجو اور اسباب کا سہارا بھی ضروری ہے۔

اسی کی مناسبت سے ایک حدیث مبارکہ میں بیان ہوا ہے:

أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ رجل: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَعْقِلُهَا وَأَتَوَكَّلُ أَوْ أُطْلِقُهَا وَأَتَوَكَّلُ قَالَ: ((اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ))[1]

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا میں اونٹ کو پہلے باندھ دوں پھر اللہ پر توکل کروں یا چھوڑ دوں پھر توکل کروں؟ آپ نے فرمایا: ”اسے باندھ دو، پھر توکل کرو“۔

اس حدیث کی تعلیم سے اسباب کا سہارا اور اللہ پر توکل کی بہترین مثال بیان کی گئی ہے جس کی روشنی میں دعا اور عمل کی اہمیت کو بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

---

[1] ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی بوغی، **سنن ترمذی** ،کتاب صفة القيامة والرقائق والورع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب مِنْهُ، ح: 2517(حسن)

14. کردار میں صداقت کا بول بالا ہو:

سیاسی راہ نما کی بنیادی صفات میں سے ہے کہ اس کے کردار کی صداقت کا بول بالا ہو، لفظوں میں سچائی اور امانت داری اس حد تک ہو کہ لوگوں میں وجہ شہرت بن جائے:

﴿يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ﴾[1]

ترجمہ: (چنانچہ اس نے قید خانے میں پہنچ کر یوسف سے کہا: یوسف! اے وہ شخص جس کی ہر بات سچی ہوتی ہے،

اعتبار اور دیانتداری:

سچائی راہ نما کی ساکھ اور دیانت کو قائم کرتی ہے۔ جب قائدین مسلسل سچ بولتے ہیں تو عوام انہیں قابل اعتماد اور قابل اعتبار سمجھتے ہیں۔ یہ ساکھ شہریوں کے لیے اپنے راہ نماؤں کے فیصلوں اور اقدامات پر اعتماد کے لیے ضروری ہے۔

فیصلہ سازی میں شفافیت:

سچائی سیاسی فیصلہ سازی میں شفافیت کو فروغ دیتی ہے۔ وہ راہ نما جو اپنے محرکات، پالیسیوں کے پیچھے استدلال اور ممکنہ اثرات کے بارے میں کھل کر بات کرتے ہیں، شفافیت کا احساس پیدا کرتے ہیں۔ یہ کشادگی عوامی فہم کو بڑھاتی ہے اور شکوک وشبہات کو کم کرتی ہے، جس سے قیادت میں اعتماد کو تقویت ملتی ہے۔

احتساب اور ذمہ داری:

سچے راہ نما اپنے اعمال کے لیے جوابدہی کا زیادہ امکان رکھتے ہیں۔ غلطیوں یا کوتاہیوں کو تسلیم کرنا عاجزی اور ذمہ دارانہ طرز حکمرانی کے عزم کو ظاہر کرتا ہے۔ عوام ایسے لیڈروں پر بھروسہ کرتے ہیں جو چیزیں غلط ہونے پر تسلیم کرنے اور اصلاحی اقدامات کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔

عوامی اقدار کے ساتھ ہم آہنگی:

سچائی راہ نماؤں کو اپنے اعمال کو عوام کی اقدار کے ساتھ ہم آہنگ کرنے میں مدد دیتی ہے۔ جب شہری سمجھتے

---

[1] سورہ یوسف:46

ہیں کہ راہ نما عوام کے خدشات اور خواہشات کو حل کرنے میں ایماندار اور مخلص ہیں، تو مشترکہ اقدار کا احساس پیدا ہوتا ہے، گہرے تعلق اور اعتماد کو فروغ ملتی ہے۔

طویل مدتی تعلقات کی تعمیر:

سچائی راہ نماؤں اور عوام کے درمیان طویل مدتی تعلقات کی بنیاد بناتی ہے۔ اعتماد راتوں رات نہیں بنتا بلکہ یہ مستقل مزاجی اور صداقت کی ضرورت ہے، ے وہ راہ نما جو اپنی بات چیت میں سچائی کو ترجیح دیتے ہیں وہ پائیدار اعتماد کی بتدریج ترقی میں حصہ ڈالتے ہیں۔

سیاسی ماحول میں سچائی پر مبنی ابلاغ کا مستحکم اثر:

سچی بات چیت راہ نماؤں اور عوام کے درمیان معلومات کی ہم آہنگی کو کم کرتی ہے۔ جب شہری اپنے لیڈروں کی طرف سے فراہم کردہ معلومات کی درستگی میں اچھی طرح سے باخبر اور پر اعتماد محسوس کرتے ہیں، تو یہ غیر یقینی اور عدم اعتماد کو کم کرتا ہے، اور ایک مستحکم سیاسی ماحول کو فروغ ملتا ہے۔

15. فہم وفراست سے عوام کے بڑے مسائل کا حل بتانا:

قائدین کے فہم وفراست کا اس وقت معلوم ہوتا ہے جب ان کی قوم پر مصیبت کا خطرہ منڈلا رہا ہو اور وہ انہیں اس سے محفوظ کرلیں۔ مندرجہ ذیل آیات حضرت یوسف علیہ السلام کے ان عناصر کو بیان کرتی ہیں جہاں حکمت عملی اور ذخیرہ اندوزی کی عمدہ مثال ہے۔ عصر حاضر کے قائدین کے لیے ان آیات میں بہترین سبق موجود ہے:

﴿قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ○(47) ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ○(48) ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ○(49)﴾[1]

ترجمہ: یوسف نے کہا: تم سات سال تک مسلسل غلہ زمین میں اگاؤ گے۔ اس دوران جو فصل کاٹو، اس کو اس کی بالیوں ہی میں رہنے دینا، البتہ تھوڑا سا غلہ جو تمہارے کھانے کے کام آئے، (وہ نکال لیا کرو۔)۔ پھر اس کے بعد تم پر سات سال ایسے آئیں گے جو بڑے سخت ہوں گے، اور جو کچھ ذخیرہ تم نے ان

---

[1] سورہ یوسف: 47تا49

سالوں کے واسطے جمع کر رکھا ہو گا، اس کو کھا جائیں گے، ہاں البتہ تھوڑا سا حصہ جو تم محفوظ کر سکو گے، (صرف وہ بچ جائے گا)۔ پھر اس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں پر خوب بارش ہو گی، اور وہ اس میں انگور کا شیرہ نچوڑیں گے۔

ان آیات مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے خواب کی وہ تعبیر بیان کی جس کا خطرہ اس وقت کے لوگوں پر آنے والا تھا، آپ علیہ السلام نے اس کی خبر دی اور بہترین حکمت عملی کے ساتھ اس آنے والے وقت میں اپنے ملک کے لوگوں کے غلے کی حفاظت بیان کی۔

سیاسی راہ نماؤں کو ان آیات سے یہ سبق سیکھنے کی ضروت ہے کہ جب کبھی ان کی قوم وملک پر مصیبت آنے کا خطرہ ہو یا کسی بھی مشکل حالات سے گزرنے کا وقت چل رہا ہو، اس وقت اپنے فہم و فراست سے اس مسئلہ کا حل تجویز کریں اور اپنی علمی مہارتوں کا مظارہ کریں اور ایک دوسرے سے اختلافات بھلا کر ایک سوچ اور ایک فکر سے اپنی اقوام کی بہتر راہ نمائی کریں، جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے کی تھی۔

16. صبر واستقامت کے ساتھ حق واضح ہونے کا انتظار کرنا:

سچائی پر چلنے والے قائدین کو تکالیف کا سامنا ہوتا ہے اور ایسے حالات میں صبر واستقامت سے کام لینا ہی اصل حکمت ہے، ہر وقت اللہ سے امید جوڑے رکھنا توکل اور صبر کی صفت کو نکھارتا ہے، صبر روشنی کی مانند ہے جس سے ہر فریب، جھوٹ، اور بدنیتی عیاں ہو جاتی ہے:

﴿وَ قَالَ الۡمَلِکُ ائۡتُوۡنِیۡ بِہٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَہُ الرَّسُوۡلُ قَالَ ارۡجِعۡ اِلٰی رَبِّکَ فَسۡـَٔلۡہُ مَا بَالُ النِّسۡوَۃِ الّٰتِیۡ قَطَّعۡنَ اَیۡدِیَہُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ بِکَیۡدِہِنَّ عَلِیۡمٌ ○(50) قَالَ مَا خَطۡبُکُنَّ اِذۡ رَاوَدۡتُّنَّ یُوۡسُفَ عَنۡ نَّفۡسِہٖ ؕ قُلۡنَ حَاشَ لِلّٰہِ مَا عَلِمۡنَا عَلَیۡہِ مِنۡ سُوۡٓءٍ ؕ قَالَتِ امۡرَاَتُ الۡعَزِیۡزِ الۡـٰٔنَ حَصۡحَصَ الۡحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدۡتُّہٗ عَنۡ نَّفۡسِہٖ وَ اِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ○(51)﴾[1]

ترجمہ: اور بادشاہ نے کہا کہ: اس کو (یعنی یوسف کو) میرے پاس لے کر آؤ۔ چنانچہ جب ان کے پاس ایلچی پہنچا تو یوسف نے کہا: اپنے مالک کے پاس واپس جاؤ، اور ان سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا قصہ ہے

---

[1] سورہ یوسف: 51,50

جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے؟ میرا پروردگاران عورتوں کے مکر سے خوب واقف ہے۔ بادشاہ نے (ان عورتوں کو بلا کر ان سے) کہا: تمہارا کیا قصہ تھا جب تم نے یوسف کو ورغلانے کی کوشش کی تھی؟ ان سب عورتوں نے کہا کہ: حاشاللہ! ہم کو ان میں ذرا بھی تو کوئی برائی معلوم نہیں ہوئی۔ عزیز کی بیوی نے کہا کہ: اب تو حق بات سب پر کھل ہی گئی ہے۔ میں نے ہی ان کو ورغلانے کی کوشش کی تھی، اور حقیقت یہ ہے کہ وہ بالکل سچے ہیں۔

سیاسی راہ نما پر ایسے مشکل وقت آنے کا امکان ہے کہ اس کو ناحق کسی مصیبت یا کسی سزا کا یا کسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے، اس صورت میں وہ بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے بلکہ حق اور سچ واضح ہونے کا انتظار کرے [1] اور اللہ تعالی پر یہ ایمان رکھے کہ ان ناحق مصائب اور تکالیف کا اجر اللہ اسے بہتر صورت میں عطا کرے گا، کیوں کہ مسلمان کو ناحق چھوٹی سے چھوٹی تکلیف پہنچنے پر بھی اللہ تعالی اسے اجر عطا کرتے ہیں:

أَنَّ عائشةَ رضي اللَّه عنْها زوجَ النَّبِيِّ صلَّى اللَّه علَيه وسلَّم قالَتْ قالَ رسولُ اللَّه صلَّى اللَّه علَيه وسلَّم: ((ما من مصيبة تُصيب الْمسلم إلاَّ كفَّر اللَّه بها عنه، حتَّى الشَّوْكة يشاكُها)) [2]

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مصیبت بھی کسی مسلمان کو پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہ کا کفارہ کر دیتا ہے (کسی مسلمان کے) ایک کانٹا بھی اگر جسم کے کسی حصہ میں چبھ جائے۔

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۝﴾ [3]

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ وقت ہر چیز کی حقیقت کو واضح کر دیتا ہے اور یہ سیاسی راہ نما کی ان صفات

---

[1] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دارالاشاعت، 2007ء)، ج 2، ص 202

[2] بخاری، **الجامع الصحيح**، كتاب المرضى ،باب ما جاء في كفَّارة الْمرضِ ، ح: 5640

[3] سورہ البقرہ: 153

میں سے ہے جو اسے ایک عظیم راہ نما بناتی ہیں، اور جب کبھی وہ ان مصائب کا شکار ہو تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس وقت کو یاد کرے جو آیت مذکورہ میں بیان کی گئی ہے۔

17. عفت اور عدم خیانت سے بچنا اور بوقت ضرورت اظہار بھی کرنا:

ایک راہ نما کی اہم ذمہ داریوں میں سے ہے کہ ماتحت افراد اور عوام کی عزت کو محفوظ بنائے اور ہر طرح کی خیانت سے بچ کر رہے:

﴿ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ۝﴾[1]

ترجمہ: (جب یوسف کو قید خانے میں اس گفتگو کی خبر ملی تو انہوں نے کہا کہ:) یہ سب کچھ میں نے اس لیے کیا تاکہ عزیز کو یہ بات یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں اس کے ساتھ کوئی خیانت نہیں کی، اور یہ بھی کہ جو لوگ خیانت کرتے ہیں، اللہ ان کے فریب کو چلنے نہیں دیتا۔

اس آیت مبارکہ میں عزت و آبرو کی امانت داری، جان و مال کی حفاظت اور ہر طرح کی خیانت سے محفوظ رہنے کی صفت کو بیان کیا گیا ہے،[2] اگرچہ یوسف علیہ السلام ناحق قید کیے گئے تھے مگر انہوں نے حق کے راستے کو اختیار کیا اور صبر سے حق واضح ہونے کا انتظار کیا اور ہر طرح کی خیانت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا اس حکمت عملی کے نتیجے میں اللہ تعالی نے ان کی مدد فرمائی اور انہیں سرخرو کیا، جیسا کے مذکورہ آیت میں عزیز مصر کی بیوی نے خود تسلیم کیا: "عزیز کی بیوی نے کہا کہ: اب تو حق بات سب پر کھل ہی گئی ہے۔ میں نے ہی ان کو ورغلانے کی کوشش کی تھی، اور حقیقت یہ ہے کہ وہ بالکل سچے ہیں (یوسف: 51)۔"

معاملات میں اعتدال، ظلم سے بچنا:

اس آیت سے سیاسی قائدین کو یہ سبق ملتا ہے کہ جب کبھی انہیں کسی کی طرف سے ناگوار حالات کا سامنا کرنا پڑے تو بے صبری کا مظاہرہ نہ کریں اور فوراً انتقامی کروائی یا زیادتی کا شکار نہ ہوں اسی سے متعلق قرآن الکریم کی یہ آیت

---

[1] سورہ یوسف:52

[2] عثمانی، شفیع، معارف القرآن، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2008ء)، ج5، ص32

بہت خوبصورت حکم بیان کرتی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! ایسے بن جاؤ کہ اللہ (کے احکام کی پابندی) کے لیے ہر وقت تیار ہو، (اور) انصاف کی گواہی دینے والے ہو۔ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی کرو۔ انصاف سے کام لو، یہی طریقہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ یقینا تمہارے تمام کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔

مذکورہ آیت میں یہ بات واضح طور پر سمجھادی گئی ہے کہ جب تم پر ظلم و زیادتی کی جائے تو ہر گز یہ نہ کرنا کہ حد سے تجاوز ہو کر تم اس پر زیادتی کر بیٹھو بلکہ اعتدال کے ساتھ اپنے معاملات کو سنوارنا چاہیے اور نیکی کے کاموں کو فروغ دینا چاہیے اور ہر طرح کی خیانت سے محفوظ رہنا چاہیے۔

مسلمان کی عزت و آبرو سے متعلق ایک حدیث کا مفہوم ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: ((كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ ، دَمُهُ ، وَمَالُهُ ، وَعِرْضُهُ))[2]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان دوسرے کے لیے قابل احترام ہے، یعنی اس کی جان، اس کا مال اور اس کی آبرو۔

18. عجز وانکساری:

عاجزی انسان کو سخت دلی سے محفوظ رکھتی ہے، دل اور اخلاقیات میں نرمی پیدا کرتی ہے، بطور سیاسی راہ نما نرمی سے پیش آنا ہی اس کی خوبیوں اور صفات میں سے ہے:

---

[1] سورہ المائدہ:8

[2] القزويني، أبو عبد الله، **سنن ابن ماجه**، (الناشر: دار الرسالة العالمية الطبعة: الأولى، 1430ھ)،كتاب الفتن، باب حُرْمَةِ دَمِ الْمُؤْمِنِ وَمَالِهِ، ح3933 (صحيح)

﴿وَ مَاۤ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝﴾[1]

ترجمہ: اور میں یہ دعوی نہیں کرتا کہ میرا نفس بالکل پاک صاف ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ نفس تو برائی کی تلقین کرتا ہی رہتا ہے، ہاں میرا رب رحم فرمادے تو بات اور ہے (کہ اس صورت میں نفس کا کوئی داؤ نہیں چلتا) بیشک میرا رب بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

اس آیت مبارکہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو حضرت یوسف علیہ السلام نہایت عاجزی کے ساتھ اپنے رب کی طرف سے ملنے والی رحمت یعنی "تواضع" کو بہت خوبصورت انداز میں بیان کر رہے ہیں، اور ساتھ ہی نفس کے مکر کو بھی واضح کر رہے ہیں۔

تواضع پر ملنے والے انعامات اور تکبر کی سزا:

اس آیت کی روشنی میں سیاسی راہ نماؤں کے لیے واضح سبق یہ ملتا ہے کہ اپنے کردار میں تواضع کو اختیار لازمی کرنا چاہیے اور جو شخص عاجزی کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالی اس کی عزت اور مرتبے کو بلند فرماتا ہے، اور جو شخص متکبر ہو کر اکڑتا ہے اس کے لیے رسوائی ہے:

﴿ثَانِیَ عِطۡفِہٖ لِیُضِلَّ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ لَہٗ فِی الدُّنۡیَا خِزۡیٌ وَّ نُذِیۡقُہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ عَذَابَ الۡحَرِیۡقِ﴾[2]

ترجمہ: وہ تکبر سے اپنا پہلو اکڑائے ہوئے ہیں، تاکہ دوسروں کو بھی اللہ کے راستے سے گمراہ کریں۔ ایسے ہی شخص کے لیے دنیا میں رسوائی ہے، اور قیامت کے دن ہم اسے جلتی ہوئی آگ کا مزہ چکھائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضع اختیار کرنے والے شخص کی قسم اللہ ضرور پوری کرتا ہے اور وہ جنتی ہے اور جو اکڑ کر رہنے والا متکبر ہو اسے دوزخی شمار فرمایا ہے:

---

[1] سورہ یوسف:53

[2] الحج:9

حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: ((أَلاَ أَدُلُّكُمْ عَلَى أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيفٍ، مُتَضَعِّفٍ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ، وَأَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ جَوَّاظٍ، عُتُلٍّ، مُسْتَكْبِرٍ)) [1]

ترجمہ: حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ میں تم کو بتلاؤں بہشتی کون لوگ ہیں، ہر ایک غریب ناتواں جو اگر اللہ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ اس کو سچا کرے (اس کی قسم پوری کر دے) اور دوزخی کون لوگ ہیں؟ ہر ایک موٹا، لڑاکا، مغرور، فسادی۔

عاجزی انسان کی شخصیت کو خوبصورت بناتی ہے اور سیاسی قائدین میں یہ صفت ہونی چاہیے تاکہ عوام میں ان کی شخصی پہچان (نیک سیرت) اور تعلق قائم ہو [2]، اور تواضح اختیار کرنے والے شخص کو اللہ تعالیٰ اونچا مرتبہ اور عزت عطا فرماتے ہیں، اسی سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا مفہوم ہے:

عَنْ أَبِي هريرةَ عن رسول اللَّه صَلَّى اللَّهُ عليه وسلَّم قَالَ ((ما نَقَصَتْ صدقةٌ من مَالٍ وما زادَ اللَّهُ عبدًا بعفوٍ إلَّا عزًّا وما تواضعَ أَحَدٌ للَّه إلَّا رفعَهُ اللَّهُ)) [3]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقے نے مال میں کبھی کوئی کمی نہیں کی اور معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کو عزت ہی میں بڑھاتا ہے اور کوئی شخص (صرف اور صرف) اللہ کی خاطر تواضع (انکسار) اختیار نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ اس کا مقام بلند کر دیتا ہے۔

---

[1] بخاری، **الجامع الصحيح**، كتاب الْأَيْمَانِ وَالنُّذُورِ، باب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ}، ح: 6657

[2] الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير، الأحكام السلطانية، (الناشر: دار الحديث - القاهرة، س ن)، ص41

[3] القشيری، ابی الحسین مسلم بن حجاج أبو الحسن النساپوری، **صحيح مسلم**، (بیروت: دارإحیاء التراث الغربی، الطبة الأولى 1420ھ)، كتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، باب اسْتِحْبَابِ الْعَفْوِ وَالتَّوَاضُعِ، ح: 6592

19. اپنے کردار کے ذریعے اعتماد حاصل کرنا:

انسان کا کردار اس کے اعمال اور معمالات سے نکھرتا ہے، اچھے اعمال و معاملات رکھنے والا نیک اور اس کے برعکس برے کردار سے جانا جاتا ہے۔ بطور سیاسی راہ نما کردار میں صداقت اور امانتداری سے عوام وخواص کا اعتماد بحال کریں:

﴿وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ○﴾[1]

ترجمہ: اور بادشاہ نے کہا کہ: اس کو میرے پاس لے آؤ، میں اسے خالص اپنا (معاون) بناؤں گا۔ چنانچہ جب (یوسف بادشاہ کے پاس آگئے، اور) بادشاہ نے ان سے باتیں کیں تو اس نے کہا: آج سے ہمارے پاس تمہارا بڑا مرتبہ ہوگا، اور تم پر پورا بھروسہ کیا جائے گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا کردار:

اس آیت مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ کی جانب سے ملنے والا اعزاز اور خوش آئند پیغام، حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر، نیک سیرت، علمی مہارت، اور بہترین کردار کے عوض ملا اور بیشک پیغمبروں کو اللہ تعالی انسانوں کی راہ نمائی کے لیے انہیں خاص صفات سے نوازتے ہیں۔

شخصی پہچان میں کردار کا اہم حصہ:

کردار کا برتاؤ اور بات چیت کا انداز اعتماد اور احترام حاصل کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس آیت سے سیاسی راہ نماؤں کو یہ سبق ملتا ہے کہ اپنے کردار کو مذکورہ صفات سے مزین کریں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے عملاً دکھائیں تاکہ ان کو عوام کا اعتماد حاصل ہو اور لوگوں کی راہ نمائی محض قول و فکر سے نہ ہو بلکہ اپنے کردار کو پیش پیش رکھیں کیوں کہ قائدین کو اللہ تعالی نے بڑی ذمہ داری عطا کی ہے اب اگر ان کی قولی راہ نمائی ان کی عملی زندگی سے تضاد رکھتی ہو تو عوام میں ان کی عزت اور کردار کا معیار گر جائے گا۔ قول و فعل میں تضاد سے متعلق قرآن مجید کی ان آیات سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔

---

[1] سورہ یوسف:54

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○﴾[1]

ترجمہ :اے ایمان والو !تم وہ باتیں کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو۔

﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○﴾[2]

ترجمہ :اللہ کے نزدیک بہت سخت ناپسندیدہ بات یہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے۔

20. اقتدار کا اہل ہونا:

اہلیت کا ہونا کسی بھی مرتبہ کے لیے ایسے ہی ضروری ہے جیسے سانس انسان کے لیے، جس طرح انسان بنا سانس کے زندہ نہیں رہ سکتا ایسے ہی اہلیت کے بغیر منصب بے روح و معنی ہو جاتا ہے، پھر اہلیت سے ہی ایک مضبوط قیادت کا وجود آسکتا ہے جو کہ ملک و قوم کی ترقی کا باعث ہو گا،[3] اس لیے بطور سیاسی راہ نما پہلے اپنی اہلیت کا احتساب کریں پھر خود کو پیش کریں:

﴿قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ○﴾[4]

ترجمہ: یوسف نے کہا کہ: آپ مجھے ملک کے خزانوں (کے انتظام) پر مقرر کر دیجیے۔ یقین رکھیے کہ مجھے حفاظت کرنا خوب آتا ہے، (اور) میں (اس کام کا) پورا علم رکھتا ہوں۔

خود سے اقتدار طلب کرنا:

یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کا اقتدار حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا، بظاہر خود سے اقتدار طلب کرنا دکھائی دیتا ہے، جو کہ ایک معیوب بات لگتی ہے، ایک انسان اپنی عقل کو استعمال کرتے ہوئے یہی سوچے گا کہ عاجزی کی صفت اپنے آپ کو کم تر سمجھنے کی تعلیم دیتی ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر انسانوں کی تربیت وہاں سے

---

[1] سورہ الصف:2

[2] سورہ الصف:3

[3] جمیل، میاں محمد، تفسیر فہم القرآن، (لاہور: ابوہریرہ اکیڈمی، 2014ء)، ص246

[4] سورہ یوسف:55

کرتے ہیں جہاں سے انسانی عقل ان کی راہ نمائی نہیں کر سکتی، اور وہ وحی کی تعلیم ہے۔ حضرت یوسف علیہ کے مکمل قصے کو اور خاص طور پر اس عمل کو اللہ تعالی نے قرآن کا حصہ بنا دیا، اور تمام انسانیت کے لیے اس کو عام کر دیا، جس کے ذریعے سے خاص و عام بھی اس سے روشنائی حاصل کریں، کہ اگر اللہ تعالٰی نے کسی میں کسی خاص مرتبہ کے لائق صفات رکھی ہوں اور اس کے مخالف ایسے لوگ بھی ہوں جو اس منصب کی اہلیت کے لائق نہ ہوں، اور ان سے ملک و قوم کو نقصان کا اندیشہ ہو تو وہ اپنے آپ کو اس منصب کے لیے پیش کر سکتا ہے، [1] جیسے حضرت یوسف علیہ نے اپنی شخصیت کو بطور وزیر خزانہ ملک مصر کے لیے پیش کیا اور اپنی صفات کو بھی بیان کیا، پھر رفتہ رفتہ بادشاہ نے تمام امور کی ذمہ داریاں حضرت یوسف علیہ السلام کے سپرد کر دیں اور وہ مصر کے حاکم بن گئے۔ [2]

سیاسی قائدین کے لیے اس آیت میں یہ سبق ملتا ہے کہ پہلے اپنی اہلیت کا احتساب کریں، پھر اپنے منصب کا تعین کریں، کیوں کہ ہر شخص میں ایک جیسی صلاحیتیں نہیں ہوتی ہیں، یہی سیاسی راہ نما اہم وزارتوں پر فائز ہوتے ہیں جیسا کہ وزیر دفاع، وزیر قانون، وزیر صحت اور بہت سی اہم وزارتیں جس میں شامل ہیں اور سب سے بڑھ کر وزیر اعظم۔ قوم و ملک کی راہ نمائی اور ترجمانی کوئی معمولی ذمہ داری نہیں ہے، لہذا اپنی اہلیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے راستے کا انتخاب کریں اور عوام کی صحیح راہ نمائی کے ذریعے ان کی ترقی کے راستے ہموار کریں۔

ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو بطور سیاسی راہ نما پیش کرتا ہے یا کسی خاص سیاسی منصب کا حصول چاہتا ہے اسے چاہیے کہ پہلے اپنے کردار کو بطور راہ نما اور منصب کے لائق اوصاف سے مزین کرے، پھر اس منصب کی جستجو میں لگے، ورنہ ایسا شخص بہت سے لوگوں کی گمراہی کا سبب بنے گا اور منصب حاصل کرنے کے بعد فیصلہ سازی میں بہت سی خرابیوں کا باعث ہو گا۔

---

[1] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دار الاشاعت، 2007ء)، ج 2، ص205

[2] عثمانی، آسان ترجمہ قرآن، ص730

21. حالت اقتدار میں سابقہ حریفوں سے احسان کرنا:

اعلی ظرف اور اچھے اخلاق رکھنے والا راہ نما بہترین اقدامات سے معاملات کو سنوارتا ہے، بطور سیاسی راہ نما اقتدار ملنے کے بعد اپنے دشمنوں پر ظلم سے بچیں، اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں:

﴿وَ جَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَ هُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ○ وَ لَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْۤ اُوْفِي الْكَيْلَ وَ اَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ○﴾[1]

ترجمہ: اور (جب قحط پڑا تو) یوسف کے بھائی آئے، اور ان کے پاس پہنچے، تو یوسف نے انہیں پہچان لیا، اور وہ یوسف کو نہیں پہچانے۔ اور جب یوسف نے ان کا سامان تیار کر دیا تو ان سے کہا کہ (آئندہ) اپنے باپ شریک بھائی کو بھی میرے پاس لے کر آنا۔ کیا تم یہ نہیں دیکھ رہے ہو کہ میں پیمانہ بھر بھر کر دیتا ہوں، اور میں بہترین مہمان نواز بھی ہوں؟۔

یہ وہی بھائی تھے جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو والد کی محبت کے ضمن میں حسد کی وجہ سے مارنے کی کوشش کی تھی۔ جب مار نہ سکے تو انہیں کنوے میں پھینک آئے تھے اور یہ پھینکنا مارنے کے مترادف تھا۔ اس کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا رویہ ان سے بالکل بھی سخت نہیں کیا بلکہ انہیں احساس تک نہ ہونے دیا کہ میں وہی یوسف ہوں، بلکہ عام شہریوں کی طرح انہیں بھی غلہ دیا اور ان کو یہ احساس دلایا کہ میں "بہترین مہمان نواز ہوں" جیسا کہ آیت مذکورہ میں بیان فرمایا گیا ہے۔[2] انسانی زندگی کا تجربہ رہا ہے کہ کسی اپنے کی دی ہوئی تکلیف کا زیادہ اثر و احساس ہوتا ہے نسبتاً کسی غیر کی دی ہوئی تکلیف سے، انسان غیر کی دی ہوئی تکلیف کو تو بھول سکتا ہے مگر اپنوں کی دی ہوئی اذیتوں کو نہیں بھول پاتا مگر حضرت یوسف علیہ السلام کے طرز عمل اور نہایت شفقت بھرے انداز سے بہت سے نصیحت بھرے اسباق حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ قرآن میں اس کا ذکر محفوظ ہونے کی یہ حکمت نظر آتی ہے کہ انسان کو جب کبھی کسی سے ناحق تکلیف پہنچے تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی آزمائشوں کو یاد کرلے۔

---

[1] سورہ یوسف:58، 59

[2] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دارالاشاعت، 2007ء)، ج 2، ص207

افہام وتفہیم کی راہ ہموار کرنا:

اس آیت میں سیاسی راہ نماؤں کے لیے یہ سبق ملتا ہے کہ جو ظلم حضرت یوسف علیہ السلام کے اوپر ان کے بھائیوں کی جانب سے ہوا تھا اس پر جو حضرت یوسف علیہ السلام کا رد عمل تھا، وہ ایک آزمائش اور بڑے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے، انہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے معاف کر دیا تھا۔ یہ انسان کے لیے ایک بہت بڑی آزمائش ہوتی ہے کہ جب اس کو کسی اپنے سے چوٹ پہنچتی ہے تو اس کی نفسیات، دل و دماغ پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس عمل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب وہ اپنے بھائیوں کے جرم کو بلا کسی طنز و کراہت کے معاف کر سکتے ہیں تو سیاسی قائدین بھی اپنے سیاسی سفر میں بننے والے دشمن اور وہ لوگ جو مخالفت کی وجہ سے ناحق تکالیف پہنچاتے ہیں انہیں ایک موقع ضرور دینا چاہیے اور اپنا دل بڑا رکھتے ہوئے انہیں بھی معاف کر دینا چاہیے شاید کہ وہ راہ راست پر آجائیں اور افہام و تفہیم کا راستہ ہموار ہو اور باہمی تعلقات سے ملک و قوم کی ترقی کے لیے مل کر کام کیا جائے۔

22. ظلم کرنے والوں کے ساتھ ایسا احسان کرنا جس سے ان کے دلوں میں نرمی پیدا ہو:

راہ نما کے کردار میں نرمی کا عنصر اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی ہونا چاہیے، اور ان سے ایسا حسن سلوک ہو کہ ان کے دلوں میں گھر کر جائے، اس سے ان کو سدھرنے کا ایک موقع بھی ملے گا اور معاشرے میں امن و سلامتی کی فضا قائم ہو گی:

﴿وَ قَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○﴾[1]

ترجمہ: اور یوسف نے اپنے نوکروں سے کہہ دیا کہ وہ ان (بھائیوں) کا مال (جس کے بدلے انہوں نے غلہ خریدا ہے) انہی کے کجاووں میں رکھ دیں، تاکہ جب یہ اپنے گھر والوں کے پاس واپس پہنچیں تو اپنے مال کو پہچان لیں۔ شاید (اس احسان کی وجہ سے) وہ دوبارہ آئیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام اگر چاہتے تو ان بھائیوں کو قید کروا سکتے تھے جو ظلم و زیادتی انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام پر کی تھی اس کا بھرپور بدلہ حضرت یوسف علیہ السلام لے سکتے تھے، مگر انہوں نے ان بھائیوں پر

---

[1] سورہ یوسف: 62

مہربانی کی اور غلہ دے کر ان کی رقم بھی انہیں واپس لوٹادی وہ بھی اس گمان سے کہ شاید یہ دوبارہ واپس آئیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے کس قدر شفقت، محبت اور احسان کا مظارہ کیا!۔[1]

یہ بھی اہم صفات میں سے ایک ہے اگر سیاسی راہ نما اس صفت کا اپنالیں تو بہت سے تنگ تعلقات، رنجشی اور عداوتیں بلا کسی بحث و مباحثے اور انتقامی کاروائی کیے بغیر ہی ختم ہو جائیں گی۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ایسے ہی دشمنوں کے ساتھ احسان کرنے کا ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ ○﴾[2]

ترجمہ: اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ تم بدی کا دفاع ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی تھی، وہ دیکھتے ہی دیکھتے ایسا ہو جائے گا جیسے وہ (تمہارا) جگری دوست ہو۔ اور یہ بات صرف انہی کو عطا ہوتی ہے جو صبر سے کام لیتے ہیں، اور یہ بات اسی کو عطا ہوتی ہے جو بڑے نصیبے والا ہو۔

یعنی جو شخص تمہارے ساتھ برا سلوک کر رہا ہو، اگرچہ تمہارے لیے یہ بھی جائز ہے کہ اس سے برابر کا بدلہ لے لو، لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کی برائی کا بدلہ اچھائی سے دو۔ ایسا کرو گے تو تمہارا دشمن بھی دوست بن جائے گا، اور تم نے اس کی برائی پر جو صبر کیا اس کا بہترین ثواب آخرت میں تمہیں ملے گا۔[3] اگلی آیت میں یہ بھی واضح فرمادیا کہ یہ صفت انہیں لوگوں میں آسکتی ہے جو صبر سے کام لیتے ہیں اور ایسے لوگ بڑے نصیب والے ہوتے ہیں۔ سیاسی قائدین کو قربانی دینے کا معمول بنالینا چاہیے کیوں کہ یہ منصب بنا قربانی کے ایسے ہی ہے جیسے جسم بنا روح کے، پھر عوام کی مشکلات کو دور کرنے کے لیے ایک سیاسی راہ نما کو اپنا آرام سکون چھوڑنا پڑتا ہے اور طویل مفادات حاصل کرنے کے لیے اپنا زرف بھی مستحکم بنانا پڑتا ہے اور جب وہ ایسی قربانیاں دینے کے لائق ہو جاتا ہے تو وہ ایک بہترین سیاسی راہ نما کے طور پر واضح ہو جاتا ہے اور اس میں دشمنوں کو بھی گلے لگانے کی صفت شامل ہو جاتی ہے۔

---

[1] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دارالاشاعت، 2007ء)، ج 2، ص 207

[2] سورہ حم سجدہ: 34،35

[3] عثمانی، آسان ترجمہ قرآن، ص 1463

23. علمی مہارت پر نہ اترانا اور اپنے امور اللہ کی طرف لوٹانا:

اللہ تعالی نے جس کسی کو بھی کوئی خوبی عطا کی ہو اسے چاہیے کہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اور یہ جان لے کہ تمام تر بھلائی محض اللہ کے فضل سے ہے، بطور سیاسی راہ نما جو کچھ علم اللہ نے عطا کیا ہو اسے خود پسندی کا ذریعہ نہ بننے دے اور نہ اس پر اترآئے:

﴿ فَبَدَاَ بِاَوۡعِيَتِهِمۡ قَبۡلَ وِعَآءِ اَخِيۡهِ ثُمَّ اسۡتَخۡرَجَهَا مِنۡ وِّعَآءِ اَخِيۡهِ‌ؕ كَذٰلِكَ كِدۡنَا لِيُوۡسُفَ‌ؕ مَا كَانَ لِيَاۡخُذَ اَخَاهُ فِىۡ دِيۡنِ الۡمَلِكِ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ‌ؕ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ‌ؕ وَفَوۡقَ كُلِّ ذِىۡ عِلۡمٍ عَلِيۡمٌ‏ ﴾[1]

ترجمہ: چنانچہ یوسف نے اپنے (سگے) بھائی کے تھیلے سے پہلے دوسرے بھائیوں کے تھیلوں کی تلاشی شروع کی، پھر اس پیالے کو اپنے (سگے) بھائی کے تھیلے میں سے برآمد کر لیا۔ اس طرح ہم نے یوسف کی خاطر یہ تدبیر کی۔ اللہ کی یہ مشیت نہ ہوتی تو یوسف کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو اپنے پاس رکھ لیتے، اور ہم جس کو چاہتے ہیں، اس کے درجے بلند کر دیتے ہیں، اور جتنے علم والے ہیں، ان سب کے اوپر ایک بڑا علم رکھنے والا موجود ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے اس تدبیر کو بیان فرمایا جس کی بدولت حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھ سکے تھے اور ساتھ ہی یہ بھی واضح فرمادیا کہ تمام علوم والوں سے بڑھ کر علم والا صرف ایک اللہ ہے اور جتنے بھی علم والے ہیں ان سب کا علم اللہ کے عطا کردہ علم سے ہی ہے کیوں کہ تمام مخلوقات اپنی حیثیتوں میں اللہ کی محتاج ہیں۔

خود پسندی سے اجتناب کرنا:

سیاسی قائدین اس آیت میں اللہ تعالی کے اس ارشاد کو اپنا عقیدہ نصب العین بنالیں اور اپنی تمام تر خوبیوں کو اللہ کی عطا کردہ خوبی ہی سمجھیں جیسا کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے کیا۔ اپنے تمام بہترین امور اللہ کی طرف لوٹاتے رہیں تا کہ ان کے دل میں خود کی بڑائی پیدا نہ ہو اور اس عاجزی کی بدولت اللہ ان کا مقام مزید بڑھادے گا، اپنی

---

[1] سورہ یوسف:76

بڑائی سے انسان میں خود پسندی پیدا ہوتی ہے اور خود پسندی تکبرانہ صفات میں سے ہے اور یہ انسان کے تمام اعمال اور ایمان کو خراب کر دیتی ہے جس کے نتیجہ میں دنیا اور آخرت کی رسوائی ہے۔

رسوال اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے خود پسندی سے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

قَالَ: سَمِعْتُ حَارِثَةَ بن وَهْب الْخُزَاعِيَّ ، قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ ؟كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَأَبَرَّهُ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ[1]))

ترجمہ: میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ میں تمہیں بہشتی آدمی کے متعلق نہ بتا دوں۔ وہ دیکھنے میں کمزور ناتواں ہوتا ہے (لیکن اللہ کے یہاں اس کا مرتبہ یہ ہے کہ) اگر کسی بات پر اللہ کی قسم کھالے تو اللہ اسے ضرور پوری کر دیتا ہے اور کیا میں تمہیں دوزخ والوں کے متعلق نہ بتا دوں ہر بدخو، بھاری جسم والا اور تکبر کرنے والا۔

قَالَ صلى الله عليه وسلم: ((ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ، وَثَلَاثٌ مُنَجِّيَاتٌ ، فَقَالَ: ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ: شُحٌّ مُطَاعٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ وَ إِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ.وَثَلَاثٌ مُنَجِّيَاتٌ: خَشْيَةُ اللهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَصْدُ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَى وَالْعَدْلُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا))[2]

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین (برائیاں) ہلاک کرنے والی اور تین (نیکیاں) نجات دینے والی ہیں۔ تین ہلاک کر دینے والی برائیاں یہ ہیں: بخل جس کی پیروی کی جائے، خواہش نفس جس کے پیچھے چلا جائے اور بڑائی خور ہونا (یعنی خود پاپسندی)۔ تین نجات دینے والی نیکیاں یہ ہیں: خلوت و جلوت میں اللہ تعالیٰ کی خشیت، فقر و غنی میں میانہ روی اور غضب و رضا میں عدل۔

---

[1] بخاری، **الجامع الصحيح** ،كتاب تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ، باب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {عُتُلٍّ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٍ} ، ح: 4918 رواه: صحيح البخاري 6657، صحيح مسلم 7189، جامع الترمذي2605، سنن أبي داود 4801، سنن ابن ماجه 4116

[2] الألباني، محمد ناصر الدين، **سلسلة الأحاديث الصحيحة** (الناشر: مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض الطبعة: الأولى لمكتبة المعارف، 1410ھ) ابواب التوبة والمواعظ والرقائق، ح: 2234

یہ حدیث سیدنا انس بن مالک، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا ابوہریرہ، سیدنا عبداللہ بن ابواوفی اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

24. سچ جانتے ہوئے بھی حکمتاً خاموش رہنا:

سیاسی منظر نامے میں کئی مواقع ایسے آتے ہیں جس میں حقیقت کو حکمتاً مخفی رکھتے ہوئے خاموش رہنا پڑتا ہے، اور اس خاموشی کی وجہ کسی کی ذات کو تکلیف دینا ہرگز نہیں ہوتا بلکہ عوام کی وسیع تر بھلائی کی غرض سے سچائی جانتے ہوئے بھی حکمتا خاموشی کو اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اور سچ کے اظہار کے لیے مناسب وقت کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ درج ذیل آیت مبارکہ میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی اس صفت کا اظہار کیا گیا ہے کہ آپ بھائیوں کی خطا جاننے کے باوجود سچ کا اظہار نہیں کر رہے بلکہ بعد ازاں اظہارِ حق فرمایا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿قَالُوْٓا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَ لَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ۝﴾[1]

ترجمہ: وہ بھائی بولے کہ: اگر اس (بنیامین) نے چوری کی ہے تو (کچھ تعجب نہیں، کیوں کہ) اس کا ایک بھائی اس سے پہلے بھی چوری کر چکا ہے۔ اس پر یوسف نے ان پر ظاہر کیے بغیر چپکے سے (دل میں) کہا کہ: تم تو اس معاملے میں کہیں زیادہ برے ہو، اور جو بیان تم دے رہے ہو، اللہ اس کی حقیقت خوب جانتا ہے۔

وہ بھائی اتنا ظلم کر کے بھی اپنے کیے پر بالکل بھی ندامت کا مظاہرہ نہیں کر رہے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنامین کو الزامات کا نشانہ بنائے رکھے ہوئے تھے۔ یہاں بھی حضرت یوسف علیہ السلام نے بڑے صبر کا مظاہرہ کیا اور حقیقت جانتے ہوئے بھی خاموش رہے، آپ علیہ السلام اگر چاہتے تو اسی وقت انہیں خاموش کرا سکتے تھے آخر آپ علیہ السلام اس وقت کے حاکم تھے مگر پھر بھی آپ نے ان پر مہربانی ہی کی اور ان کی جھوٹی باتیں سنتے رہے۔

---

[1] سورہ یوسف: 77

یہاں سیاسی قائدین کو سیاست کے سفر میں چھوٹے بڑے اور جھوٹ پر مبنی الزامات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، جب کبھی ان پر جھوٹے الزامات لگائے جا رہے ہوں اور انہیں طاقت بھی حاصل ہو تو فوراً بے صبری کا مظاہرہ نہ کریں، ہر طرح کی بحث و مباحثہ سے اجتناب کریں کیوں کہ مخالف اس وقت محض اپنے دامن کو صاف کرنے کی غرض میں لگا ہوتا ہے، اس کا مقصد ہر گز مسئلہ کی چھان بین یا سچائی جاننے کا نہیں ہوتا، جس طرح آیت مذکورہ میں فرمایا گیا ہے کہ "جو بیان تم دے رہے ہو، اس کی حقیقت اللہ خوب جانتا ہے" اس آیت کو اپنے دل میں یاد کرلیں اور یہ اعتماد رکھیں کہ اللہ ہر حقیقت کو اس کے صحیح وقت پر واضح فرمانے والا ہے اور اس سے کوئی شئ مبہم نہیں ہے، اور جب بہتر وقت آئے تو ان جھوٹے الزامات کی حقیقت کو دلائل کے ساتھ واضح بیان کردیں، ان جھوٹے مخالفین کا سر ویسے ہی جھک جائے گا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا جھکا تھا۔ اس کی تفصیل اگلی صفت میں بیان کی گئی ہے۔

25. اپنی ذات پر ہوئے بڑے سے بڑے ظلم کو بھی اللہ کے لیے معاف کردینا:

دین اسلام کی خوبصورتیوں میں سے ایک واضح خوبصورتی یہ بھی ہے کہ اسلام نے طرز معاشرت اور زندگی گزارنے کے بہترین آداب و اسلوب بیان کیے ہیں اور امن و آمان کا بھرپور پرچار کیا ہے، حسد، بغض اور اختلافات سے ہٹ کر محبت کو ترجیح دینے کا پیغام دیا ہے۔ یہ بہت مشکل اور سخت عمل ہے کہ اگر کوئی ذاتی حدود تک تکلیف پہنچانے کا ذریعہ بنا ہو اور اسے معاف کردیا جائے، ہمارے معاشرے کے سیاسی منظر نامے میں اس حسن سلوک کی مثال شاذ و نادر ملنا بھی مشکل ہے، جبکہ طاقت بھی ہو اور بدلہ لینے کا مکمل اختیار ہو پھر بھی اللہ کی رضا کے لیے معاف کردیا جائے، ایسی ہی خوبصورت صفت کی مثال تسلسل کے ساتھ ان آیات میں بیان کی گئی ہیں:

﴿فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ۝﴾[1]

ترجمہ: چنانچہ جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے (یوسف سے) کہا: اے عزیز! ہم پر اور ہمارے گھر والوں پر سخت مصیبت پڑی ہوئی ہے، اور ہم ایک معمولی سی پونجی لے کر آئے ہیں، آپ

[1] سورہ یوسف:88

ہمیں پورا پورا غلہ دے دیجیے، اور اللہ کے لیے ہم پر احسان کیجیے۔ یقیناً اللہ اپنی خاطر احسان کرنے والوں کو بڑا اجر عطا فرماتا ہے۔

﴿قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَ اَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ۝﴾[1]

ترجمہ: یوسف نے کہا: تمہیں کچھ پتہ ہے کہ تم جب جہالت میں مبتلا تھے تو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟

﴿ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَاۤ اَخِيْ ؗ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾[2]

ترجمہ: (اس پر) وہ بول اٹھے: ارے کیا تم ہی یوسف ہو؟ یوسف نے کہا: میں یوسف ہوں، اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص تقویٰ اور صبر سے کام لیتا ہے، تو اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ اِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ۝﴾[3]

ترجمہ: انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ نے تم کو ہم پر ترجیح دی ہے، اور ہم یقیناً خطا کار تھے۔

﴿قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ؗ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝﴾[4]

ترجمہ: یوسف بولے: آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہوگی، اللہ تمہیں معاف کرے، وہ سارے رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

آیت 88 تا 92 میں ترتیب کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے درمیان جو باتیں ہوئی، جب حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں اپنا تعارف بیان کیا اور اس پر جو ان کا ردعمل تھا وہ بیان ہوا ہے، چناچہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ہر طرح سے ایک ناامیدی کی کیفیت میں مبتلا ہوئے (کیوں کہ وہ ایک مزید

---

[1] سورہ یوسف: 88

[2] سورہ یوسف: 90

[3] سورہ یوسف: 91

[4] سورہ یوسف: 92

بھائی کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی تاقید کے باوجود جدا کر آئے تھے) اور دوبارہ غلہ لینے پہنچے وہ بھی اس کیفیت کے ساتھ کہ آپ مہربانی کیجیے، ہمارے پاس نامکمل رقم ہے (حالاں کہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام ان پر مستقل مہربانیاں ہی کر رہے تھے) اسی وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں احساس دلانے کے لیے یاد کروایا کہ "تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ جو کچھ جہالت میں کیا تھا وہ سب یاد ہے؟" جس پر ان کا جو ردعمل تھا وہ مذکورہ آیات میں بیان ہو چکا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بالآخر اپنی ذات پر ہوئے بڑے سے بڑے ظلم کو بھی اللہ کے لیے معاف کر دیا، حالاں کہ اگر وہ چاہتے تو اپنا انصاف لے سکتے تھے ان کے پاس طاقت بھی تھی مگر بڑے حوصلے کے ساتھ تمام خطاؤں کو ایک پل میں معاف کر دیا!۔

امن وامان کا پیغام:

اس پوری سورت کا یہ ایک خوبصورت اور اہم حصہ ہے جہاں ظلم کرنے والے سامنے ہوں اور انصاف لینے والے کو پورا اختیار اور طاقت بھی حاصل ہو مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے اسلام کے پیغام یعنی سلامتی، امن وامان کو عملی صورت میں کر کے دکھایا، ایک طرف وہ اس وقت کے حاکم و بادشاہ بھی تھے اور دوسری جانب اپنے گھر والوں کے لیے فکر مند، جن بھائیوں نے ظلم کرنے میں کوئی حد نہیں چھوڑی تھی ان بھائیوں کو بلا کسی تنز و حقارت کے معاف کر دیا،[1] اسی وقت سے متعلق اللہ تعالی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پیشگی خبر دے دی تھی۔

چناچہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۝﴾[2]

ترجمہ: تو ہم نے یوسف پر وحی بھیجی کہ (ایک وقت آئے گا جب) تم ان سب کو جتلاؤ گے کہ انہوں نے یہ کیا کام کیا تھا، اور اس وقت انہیں پتہ بھی نہ ہو گا (کہ تم کون ہو؟)

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کر کے موقع دیا اور وہ اپنی خطاؤں پر نادم بھی تھے۔ یہاں سیاسی قائدین کے لیے یہ سبق ملتا ہے کہ دین اسلام کے پیغام یعنی امن وامان کو عملی صورت میں اختیار کریں اور

---

[1] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دارالاشاعت، 2007ء)، ج 2، ص 223

[2] سورہ یوسف: 15

اولین ترجیح اس بات کو دیں کہ اپنے مخالفین سے انتقام لینے کا ارادہ ترک کر دیں اور ان کو صلاح کا موقع دیں تاکہ نفرت کی فضا ختم ہو اور آپس میں مل کر ملک و قوم کے مفاد کے لیے کام کریں، اگر مخالفین اپنی بد کرداری اور شر پسندی سے بعض نہ آئیں تو اسلامی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے خلاف انتقامی کروائی کی جاسکتی ہے کیوں کہ اسلام نے شر پسندی کو ختم کرنے کے لیے بہت سی سزائیں بھی متعارف کروائی ہیں (جن کا تعلق حدود، قصاص اور تعزیرات سے ہے اور قرآن و حدیث میں ان کے متعلق تفصیلات بیان ہوئی ہیں) جس کے ذریعے سے امن و امان اور انسانی جان کا تحفظ اور تکریم قائم رہے۔

26. مذکورہ صفات کے حامل سیاسی راہ نما کو اللہ عظیم راہ نما بنا دیتا ہے:

قائدین اپنا احتساب کریں اور جو صفات بیان کی گئیں ہیں اس پر عمل پیرا ہوں تاکہ اللہ انہیں بھی عظیم راہ نما بنا دے جس کی مثال حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی سے ملتی ہے:

﴿وَ رَفَعَ اَبَوَیۡهِ عَلَی الۡعَرۡشِ وَ خَرُّوۡا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَ قَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاۡوِیۡلُ رُءۡیَایَ مِنۡ قَبۡلُ ۫ قَدۡ جَعَلَهَا رَبِّیۡ حَقًّا ؕ وَ قَدۡ اَحۡسَنَ بِیۡۤ اِذۡ اَخۡرَجَنِیۡ مِنَ السِّجۡنِ وَ جَآءَ بِکُمۡ مِّنَ الۡبَدۡوِ مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ نَّزَغَ الشَّیۡطٰنُ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَ اِخۡوَتِیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَطِیۡفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱۰۰﴾﴾[1]

ترجمہ: اور انہوں نے اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا، اور وہ سب ان کے سامنے سجدے میں گر پڑے، اور یوسف نے کہا: ابا جان! یہ میرے پرانے خواب کی تعبیر ہے جسے میرے پروردگار نے سچ کر دکھایا۔ اور اس نے مجھ پر بڑا احسان فرمایا کہ مجھے قید خانے سے نکال دیا، اور آپ لوگوں کو دیہات سے یہاں لے آیا، حالاں کہ اس سے پہلے شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ میرا پروردگار جو کچھ چاہتا ہے، اس کے لیے بڑی لطیف تدبیریں کرتا ہے۔ بیشک وہی ہے جس کا علم بھی کامل ہے، حکمت بھی کامل۔

---

[1] سورہ یوسف: 100

یہاں سورہ یوسف کی وہ تمام صفات مکمل ہوئیں جنہیں اپنا کر سیاسی راہ نما ایک عظیم راہ نما کو طور پر پیش ہو سکتا ہے، مذکورہ تمام صفات کو اپنا کر سیاسی قائدین اپنی شخصیت کو سنوار سکتے ہیں اور یہ تمام صفات حضرت یوسف علیہ السلام کے ذریعے سے ہم تک پہنچی ہیں جو کہ اپنے وقت کے پیغمبر ہونے کی صورت میں عظیم راہ نما تھے اور جن کے بہترین اقدامات کو قرآن نے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا اور اس پورے قصہ کو قرآن میں مذکور تمام قصص کی نسبت سب سے اچھا قصہ شمار فرمایا۔

27. اللہ کو ولی حقیقی سمجھنا اسی کا شکر بجالانا:

اللہ سبحانہ و تعالی نے جو اقتدار دیا ہو اس پر شکر گزار بننا اور یہ عقیدہ دل میں ہو کہ اصل بادشاہی اللہ تعالی ہی کی ہے، یہ اقتدار اس کی خوشنودی کو پانا اور احکامات کو نافذ کرنے کا ایک ذریعہ ہے جو اس نے عطا کیا ہے:

﴿رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ۝﴾[1]

ترجمہ: میرے پروردگار! تو نے مجھے حکومت سے بھی حصہ عطا فرمایا، اور مجھے تعبیر خواب کے علم سے بھی نوازا۔ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا رکھوالا ہے۔ مجھے اس حالت میں دنیا سے اٹھانا کہ میں تیرا فرمانبردار ہوں، اور مجھے نیک لوگوں میں شامل کرنا۔

دنیا عارضی ٹھکانا ہے اور یہاں اللہ تعالی نے انسانوں کو اپنی بندگی کرنے کے لیے بھیجا ہے اور اسی سورہ میں بیان کیا گیا ہے جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنے قید کے ساتھیوں کو اللہ کی واحدانیت کی تبلیغ کر رہے تھے آپ علیہ السلام نے واضح کہا تھا "حاکمیت صرف اور صرف اللہ کی ہے "یعنی دنیا اور آخرت میں اصل بادشاہ اللہ ہی ہے، دنیا میں بھی قانون وہی ہو گا جو اللہ تعالی نے پیغبروں کے ذریعے ہم تک پہنچایا پھر انسان کو اللہ تعالی نے اپنے نائب ہونے کے مرتبہ عطافرمایا[2] تاکہ انسان دنیا میں دستور خداوندی قائم کرے، لہذا ہر حال میں اسی کی اطاعت کی جائے اور جو اقتدار

---

[1] سورہ یوسف:111

[2] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي، تفسير القرآن العظيم، المحقق: سامي بن محمد سلامة، (الناشر: دار طيبة للنشر والتوزيع، الطبعة: الثانية 1420هـ)، ج:1،ص:216

اللہ تعالی نے عطا کیا ہو اس کے ذریعے سے اس کے احکامات کا نفاذ کیا جائے اور شکر ادا کیا جائے کہ اس نے اس اقتدار کا کام لینے کے لیے مجھے منتخب کیا اور اپنی آخرت کو سنوارنے کے لیے اپنے اقتدار کے ذریعے سے کام کرتا رہے، جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے مذکورہ آیت میں اپنے اقتدار کا شکر ادا کیا اور اپنی آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے ہوئے اپنے آپ کو نیک لوگوں میں شامل رہنے کے لیے اللہ سے دعا کی کہ جب یا اللہ تو مجھے دنیا سے اٹھائے تو اس حال میں اٹھانا کہ میں تیرا فرمانبردار ہوں، اور مجھے نیک لوگوں میں شامل کرنا! اور یہی اللہ کے دیے ہوئے اقتدار کی شکر گزاری ہے کہ بندہ اس کے احکامات کے مطابق عدل و انصاف قائم رکھے۔[1]

---

[1] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دار الاشاعت، 2007ء)، ج 2، ص 227

فصل سوم:

عصر حاضر میں قیادت کے لیے سورہ یوسف سے راہ نما اصول

سورہ یوسف قیادت، ذاتی ترقی، تعلقات و معاملات کی حکمت اور راہ نمائی حاصل کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ یہ سورہ مبارکہ عصر حاضر میں قیادت کے ایسے راہ نما اصول بیان ہوئی ہیں جس سے قیمتی بصیرت اور اسباق ملتے ہیں۔ سیاسی قائدین مندرجہ ذیل اصولوں سے اپنی اہلیت اور اقتدار کو سنوار سکتے ہیں:

1. قوت فیصلہ اور علم:

سورہ یوسف کی آیت 15 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: قیادت میں بلوغت (بھرپور جوانی)، قوتِ فیصلہ اور علم کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے اور ان صفات کو سیاست میں اختیار کرنے سے موثر اثرات حکمرانی اور معاشرے کی بہتری میں مدد مل سکتی ہے۔

2. نیکوکاروں کا بدلہ:

سورہ یوسف کی آیت 22 سے یہ ہوتا ہے: اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے بلوغت، علم اور قوت فیصلہ کی صفت کو بیان فرمایا ہے اور ساتھ ہی عام مسلمین کی نیکی کے اجر کو بھی اسی بدلے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ یہ آیت حضرت یوسف علیہ السلام کی پختگی اور ان پر قوتِ فیصلہ اور علم کی عطا پر روشنی ڈالتی ہے۔ مذہبی بیانیہ میں جڑی ہوئی یہ آیت سیاسی قیادت کے دائرے میں قیمتی اسباق پیش کرتی ہے جنہیں اپنا کر قائدین ملک و قوم کی ترقی کے لیے اپنی خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

3. محسن کے شر سے بچنا:

سورہ یوسف کی آیت 23 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: سیاسی راہ نماؤں کو محسن کے گناہوں میں شریک ہونے سے گریز کرتے ہوئے اس آیت میں بیان کردہ اخلاقی اصول پر عمل کرنا چاہیے۔ پیش کردہ ممکنہ فوائد سے قطع نظر کرتے ہوئے قائدین کو اخلاقی طرز عمل کو ترجیح دینی چاہیے، دیانت داری کو برقرار رکھنا چاہیے، اور کسی بھی ایسی حرکت کی مزاحمت کرنی چاہیے جو ان کی اخلاقی حیثیت سے سمجھوتہ کرے۔ یہ اصول اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ

سیاست دان ایمانداری، انصاف اور صداقت کے اصولوں کو برقرار رکھیں، اپنے حلقوں کے ساتھ اعتماد کو فروغ دیں اور ایک نیک اور ذمہ دار سیاسی قیادت کے قیام میں اپنا کردار ادا کریں۔

4. گناہوں کے مضر اثرات کا علم ہونا:

سورہ یوسف کی آیت 25 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: ایک سیاسی راہ نما کو ہر وقت پاکیزگی اور تقویٰ کا مجسم ہونا چاہیے، گناہ کے فتنہ کی طرف مسلسل متوجہ ہو کر، اندرونی اور بیرونی گناہوں کے اثرات سے اجتناب کرتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کی مثال سے سبق سیکھنا چاہیے اور ایسے حالات سے بچنا چاہیے جو اخلاقی سمجھوتہ کا باعث بن سکتے ہیں۔ انسانی فطرت، افکار، اخلاق اور کردار پر گناہ کے گہرے اثرات کو سمجھتے ہوئے، ایک سیاسی راہ نما کو تقوی و پرہیز گاری کو برقرار رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے، کیوں کہ بڑے گناہوں کے خطرناک اثرات و نتائج ہو سکتے ہیں۔ قرآنی آیات، جیسا کہ سورہ روم[1] میں انسانی اعمال کے منفی اثرات کو بیان کیا گیا ہے اور معاشرتی نقصان کو روکنے کے لیے نیکی پر عمل کرنے کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ تقویٰ کو اپنانے اور مسلسل عمل کرنے سے، ایک سیاسی راہ نما لوگوں میں عزت، اعتماد اور پہچان حاصل کر کے، مثبت سماجی تبدیلی میں اپنا حصہ ڈال سکتا ہے۔

5. حق بات کہنے سے نا کترانا:

سورہ یوسف کی آیت 29 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: سیاسی قائدین حق بات کہنے کے مجاز ہوں تاکہ عوام میں ان کا کردار صالح شخصیت کی پہچان بنے اور ان پر اعتماد کیا جائے اور ہر بات موقع محل کے مطابق کریں، کیوں کہ کس بات کو کب، کتنا اور کس طرح بیان کرنا ہے یہ بھی ان کی صفات میں سے ہے۔ دانشمندانہ طریقہ اور علم و حکمت کے ساتھ اپنا کردار ایسا بنائیں جس سے حق بات کہنے والوں میں شمار کیے جائیں۔

6. فیصلہ سازی میں شفافیت:

سورہ یوسف کی آیت 29 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: خاندان کے منتظمین اور قاضی حضرات کو کسی شخص کے متعلق لگائے گئے الزامات پر مستعدی (عہد و پیما) سے سچائی کی تلاش میں، منصفانہ فیصلے کو ترجیح دینی

---

[1] ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (41)

چاہیے۔ اس میں مکمل تفتیش کا عزم، معتبر شواہد، گواہوں پر انحصار، اور الزامات کی سنگینی کو تسلیم کرنا شامل ہے۔ مزید برآں، اس طرح کے کرداروں میں شامل راہ نماؤں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ نتیجہ اخذ کرنے سے پہلے تمام ملوث فریقین کی عزت اور ساکھ کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک پیمائشی طریقہ اختیار کریں، تاکہ انصاف کی اہمیت، نازک معاملات کو سنبھالنے میں حکمت، اور فیصلہ سنانے سے پہلے سچائی کی مسلسل جستجو کی اہمیت واضح ہو۔

7. عفت بچانے کی خاطر وقتی تنگی برداشت کرنا:

سورہ یوسف کی آیت 33 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: سیاسی راہ نما مصیبت کے وقت باوقار قیادت کی حکمرانی کے پابند ہوتے ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں سیاسی راہ نما کو عزت نفس بچانے کی خاطر وقتی تنگی برداشت کرنے، حالات کی ناخوشگواری کو برداشت کرنے، جھوٹے الزامات کا مقابلہ کرنے، عظیم تر بھلائی کے لیے قربانیاں دینے، اور مشکلات کے وقت اپنی اخلاقی بنیاد کو برقرار رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے، اس طرح عوامی سطح پر قائدین کی پاک دامنی اور پاک نیتی نمایا ہوتی ہیں۔

8. عفت وعِصمت:

سورہ یوسف کی آیت 35 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: ایک سیاسی راہ نما کی عفت و عصمت کی صفت، ساکھ اور اعتماد کو قائم کرنے اور برقرار رکھنے کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اخلاقی کردار کو مجسم کرکے، لیڈر اخلاقی رول ماڈل بنتے ہیں، عوامی اعتماد کو مضبوط کرتے ہیں اور حکومت اور شہریوں کے مثبت تعلقات کو فروغ دیتے ہیں۔ یہ صفت میڈیا کے تاثر کو بھی متاثر کرتی ہے، جس سے راہ نماؤں کو جھوٹے الزامات (scandals) سے بچنے میں مدد ملتی ہے جو ان کی شبیہ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور اہم سیاسی مسائل سے توجہ ہٹا سکتے ہیں۔ "عفت" مستقل فیصلہ سازی میں حصہ ڈالتی ہے اور ایک مستحکم سیاسی ماحول پیدا کرتی ہے جو لیڈر کی ساکھ کو بڑھاتی ہے۔ مزید برآں، اس کا اثر حکمرانی کے طریقوں تک پھیلتا ہے، شفافیت، اعتماد اور انصاف کو فروغ ملتا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر مضبوط اخلاقی کردار کے حامل راہ نما عزت حاصل کر سکتے ہیں، سفارتی تعلقات کو بڑھا سکتے ہیں، طویل مدت کے لیے ایک راہ نما کی پاکیزگی، سالمیت کی میراث چھوڑ سکتی ہے، جو آنے والی نسلوں کو متاثر کر سکتی ہے اور ایک مضبوط سیاسی ثقافت کی ترقی میں اپنا حصہ ڈال سکتی ہے۔

9. ظاہر و باطن کی پاکیزگی:

سورہ یوسف کی آیت 36 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: سیاسی راہ نما کے لیے ضروری ہے کہ اس کے باطن کے ساتھ اس کے ظاہر کا بھی نیک نظر آنا لوگوں کے اعتماد کو بحال کرتا ہے اور اس اعتماد سے لوگ اپنے مسائل اس راہ نما سے بیان کرتے ہیں، جس طرح ان دو قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اندازہ لگا لیا کہ آپؑ نیک ہیں پھر اعتماد حاصل ہونے کے بعد اپنی تشویش بیان کی، اور آپ علیہ السلام نے ان کی وضاحت بیان کر دی، ایسے ہی قائدین ظاہر و باطن کی پاکیزگی کو اپناتے ہوئے، اپنے لوگوں کا اعتماد حاصل کریں اور ان کے مسائل سننے کے بعد اس کے حل کی طرف متوجہ ہوں۔

10. علمی مہارتوں کے ذریعے اعتماد بحال کرنا:

سورہ یوسف کی آیت 37 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: سیاسی راہ نماؤں کو اخلاقی ذرائع اور علمی مہارتوں کے ذریعے لوگوں کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ ایسا کرنے سے وہ لوگوں کے دلوں میں اعتماد کے بندھن کو مضبوط کر سکتے ہیں اور فراہم کردہ راہ نمائی پر اعتماد کو بڑھا سکتے ہیں۔ راہ نما بطور مددگار، معاشرے اور آنے والی نسلوں کی بھلائی کے حصول میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ لوگوں کے دلوں میں فخر پیدا کرنے کے لیے اللہ کی طرف سے راہ نماؤں کو عطا کردہ علم اور راہ نمائی کو عام کرنا ضروری ہے۔ مزید برآں، لیڈروں کو عاجز رہنا چاہیے اور ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ خود سے بڑا حکمران موجود ہے۔

11. دعوت الی اللہ:

سورہ یوسف کی آیت 37، 38 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: سیاسی راہ نما کے لیے بنیادی صفات میں سے ایک یہ بھی ہے اور ہر راہ نما کے لیے یہ ایک اہم کام اور ذمہ داری ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے ہر فرد مسلم پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت سے سپرد کیا ہے، علماء اور قائدین بالخصوص اس میں شامل ہیں، لوگوں کو اللہ کا تعارف کرانا اور انہیں اللہ سے جوڑنا۔

12. نرمی سے پیش آنا:

سورہ یوسف کی آیت 39، 40 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: اپنی قوم و ملک کے افراد کے ساتھ ایسے ہی نرم

مزاج رویے کو اختیار کرے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے ان قیدیوں کے ساتھ کیا تھا،اس کا اثر یہ ہوگا کہ لوگ اس سے ملنے ،اس سے بات کرنے اور اس کے سامنے اپنے مسائل پیش کرنے کو آسان سمجھیں گے ،اس کے ساتھ ساتھ اخلاقی اعتبار سے نرمی کا برتاؤ بہت سی مشکلات کو آسان بنا دیتا ہے اور ایسا راہ نما لوگوں میں اپنی نمایا پہچان بنا لیتا ہے۔

13. اسباب کا سہارا لینا:

سورہ یوسف کی آیت 42 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: دنیا دارالاسباب ہے اور دنیاوی زندگی میں انسان سبب کے سہارے سے ہی اپنی منازل طے کر سکتا ہے اور اسباب کا سہارا لیتے وقت یہ یادرہے کہ سبب ہی سب کچھ نہیں ہے بلکہ اللہ اسباب میں اثر ڈالتا ہے۔دنیاوی زندگی کے مسائل محض دعا یا وضائف سے حل نہیں ہوتے بلکہ دعا کے ساتھ اس کے حل کی جستجو اور اسباب کا سہارا ابھی ضروری ہے۔

14. سچائی کی راہ پر استقامت سے قائم رہنا:

سورہ یوسف کی آیت 46 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: سچائی کے تصور کو سیاسی ماحول میں اپنانا اعتماد کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ساکھ، شفافیت، جوابدہی، عوامی اقدار کے ساتھ صف بندی اور تعلقات کی تعمیر،وہ کلیدی عناصر ہیں جن کے ذریعے سے قائدین اور عوام کے درمیان تعلقات کو مضبوطی ملتی ہے اور یہ عوامی اعتماد حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

15. مشکل حالات سے نکلنے کا جامع منصوبہ پیش کرنا:

سورہ یوسف کی آیت 47تا49 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: جب کبھی ان کی قوم وملک پر مصیبت آنے کا خطرہ ہو یا کسی بھی مشکل حالات سے گزرنے کا وقت چل رہا ہو،ایسے صورت میں اپنے فہم وفراست سے اس مسئلہ کا حل تجویز کریں اور اپنی علمی مہارتوں کا مظارہ کریں اور ایک دوسرے سے اختلافات بھلا کر ایک سوچ اور ایک فکر سے اپنی اقوام کی بہتر راہ نمائی انجام دیں۔

16. ناحق تکلیف پر صبر کرنا:

سورہ یوسف کی آیت 50، 51 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: سیاسی راہ نماؤں کو ناحق کسی مصیبت، سزا،

اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، اس صورت میں وہ بے صبری کا مظاہرہ نہ کریں بلکہ حق اور سچ واضح ہونے کا انتظار کریں اور اللہ تعالی پر یہ ایمان رکھیں کہ ان ناحق مصائب اور تکالیف کا اجر اللہ اسے بہتر صورت میں عطا کرے گا۔

17. عفت کی امانتداری:

سورہ یوسف کی آیت 52 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: اس آیت مبارکہ میں عزت و آبرو کی امانت داری اور ہر طرح کی خیانت سے محفوظ رہنے کے راہ نما اصول کو بیان کیا گیا ہے۔ سیاسی قائدین ناخوشگوار حالات میں بے صبری کا مظاہرہ کرنے سے احتراز کریں، فوراً انتقامی کروائی یا زیادتی کا شکار نہ ہوں، ہر فرد کی عزت کی امانتداری ان پر لازم ہے اور ہر طرح کی خیانت سے محفوظ رہیں۔

18. تواضع اختیار کرنا:

سورہ یوسف کی آیت 53 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: سیاسی قائدین اپنے کردار میں تواضع کو لازمی اختیار کریں اور جو شخص عاجزی کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالی اس کی عزت اور مرتبے کو بلند فرماتا ہے، اور جو شخص متکبر ہو کر اکڑتا ہے اس کے لیے رسوائی ہے۔

19. قول و فعل میں ہم آہنگی ہو:

سورہ یوسف کی آیت 54 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: کردار کا برتاؤ اور بات چیت کا انداز اعتماد اور احترام حاصل کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے، سیاسی قائدین اپنے کردار کو اعتماد حاصل کرنے کا ذریعہ بنائیں۔ قائدین کو اللہ تعالی نے بڑی ذمہ داری عطا کی ہے اب اگر ان کی قولی راہ نمائی ان کی عملی زندگی سے تضاد رکھتی ہو تو عوام میں ان کی عزت اور کردار کا معیار گر جائے گا لہذا قول و فعل میں تضاد سے احتراز کریں۔

20. منصب کی اہلیت کا ہونا:

سورہ یوسف کی آیت 55 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: منصب کی اہلیت ہونا اور نااہل افراد کے منصب پر اپنے کے خطرے سے خود سے منصب طلب کرنا کوئی معیوب بات نہیں۔ سیاسی قائدین اپنی اہلیت کا احتساب کریں، پھر اپنے منصب کا تعین کریں۔ جو شخص اپنے آپ کو بطور سیاسی راہ نما پیش کرتا ہے یا کسی خاص سیاسی منصب کا حصول چاہتا

ہے اسے چاہیے کہ پہلے اپنے کردار کو بطور راہ نما اور منصب کے لائق اوصاف سے مزین کرے، پھر اس منصب کی جستجو میں لگے۔

21. افہام و تفہیم کی راہ ہموار کرنا:

سورہ یوسف کی آیت 59,58 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: سیاسی قائدین اپنے سیاسی سفر میں بننے والے دشمن اور وہ لوگ جو مخالفت کی وجہ سے ناحق تکالیف پہنچاتے ہیں، انہیں ایک موقع ضرور دینا چاہیے اور اپنا دل بڑا رکھتے ہوئے انہیں بھی معاف کر دینا چاہیے شاید کہ وہ راہ راست پر آ جائیں اور افہام و تفہیم کا راستہ ہموار ہو اور باہمی تعلقات سے ملک و قوم کی ترقی کے لیے مل کر کام کیا جائے۔

22. برائی کا جواب اچھائی سے دینا:

سورہ یوسف کی آیت 62 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: سیاسی قائدین کو چاہیے کہ جو مخالف شخص برا سلوک کر رہا ہو، اس کی برائی کا بدلہ اچھائی سے دیں۔ ایسا کرنے سے تمہارا دشمن بھی دوست بن جائے گا، اور تم نے اس کی برائی پر جو صبر کیا اس کا بہترین ثواب آخرت میں تمہیں ملے گا۔

23. اپنی خوبیوں کا اللہ کی عطا کردہ نعمت سمجھتے رہنا:

سورہ یوسف کی آیت 76 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: سیاسی قائدین اپنی تمام تر خوبیوں کو اللہ کی عطا کردہ خوبی ہی سمجھیں، اور اپنے تمام امور اللہ کی طرف لوٹاتے رہیں۔ اپنی بڑائی سے انسان میں خود پسندی پیدا ہوتی ہے اور خود پسندی مذموم صفات میں سے ہے۔ خود پسندی سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور تکبر سے انسان کی دنیا و آخرت کی ہلاکت ہے لہذا عاجزی کے ساتھ اللہ کے حضور جھکے رہیں۔

24. حکمتاً خاموش رہنا:

سورہ یوسف کی آیت 77 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: کبھی کبھار حقیقت جانتے ہوئے بھی حکمتاً خاموش رہنا پڑتا ہے۔ سیاسی قائدین کو سیاست کے سفر میں جھوٹے الزامات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، جب کبھی ان پر جھوٹے الزامات لگائے جا رہے ہوں اور انہیں طاقت بھی حاصل ہو تو فوراً بے صبری کا مظاہرہ نہ کریں، ہر طرح کی بحث و مباحثہ سے اجتناب کریں۔

25. امن وامان کا قیام مخالفین کی اصلاح:

سورہ یوسف کی آیت 88 تا 93 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: سیاسی قائدین، دین اسلام کے پیغام یعنی امن وامان کو عملی صورت میں اختیار کریں اور اولین ترجیح اس بات کو دیں کہ اپنے مخالفین سے انتقام لینے کا ارادہ ترک کردیں اور ان کو صلاح کا ایک موقع ضرور دیں تاکہ نفرت کی فضا ختم ہو اور آپس میں مل کر ملک و قوم کے مفاد کے لیے کام کریں، بصورت دیگر حدود، قصاص اور تعزیرات کے ذریعے امن کو مستحکم کریں کیوں کہ شر پسند جھگڑوں کی آڑ میں بڑے نقصانات کا سبب بنتے ہیں۔[1]

26. احسن القصص سے بہترین اسباق:

سورہ یوسف کی آیت 100 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: سیاسی قائدین مذکورہ تمام صفات کو اپنا کر اپنی شخصیت کو سنوار سکتے ہیں اور یہ تمام صفات حضرت یوسف علیہ السلام کے ذریعے سے ہم تک پہنچی ہیں جو کہ اپنے وقت کے پیغمبر ہونے کی صورت میں عظیم راہ نما تھے اور جن کے بہترین اقدامات کو قرآن نے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا اور اس واقعہ کو محفوظ فرما کر قیامت تک آنے والے ہر مسلمان کے لیے اس سے راہ نمائی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا، ان تمام صفات کو اپنا کر سیاسی قائدین عظیم رہنما بن سکتے ہیں۔

27. اللہ کی حاکمیت کو برقرار رکھنا:

سورہ یوسف کی آیت 111 سے یہ راہ نما اصول واضح ہوتا ہے: انسان دنیا میں دستور خداوندی قائم کرے۔ ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائے، اور جو اقتدار اللہ تعالی نے عطا کیا ہو اس کے ذریعے سے اس کے احکامات کا نفاذ کیا جائے اور شکر ادا کیا جائے کہ رب ذوالجلال نے اس اقتدار کا کام لینے کے لیے مجھے منتخب کیا اور اپنی آخرت کو سنوارنے کے لیے اپنے اقتدار کے ذریعے سے کام کرتا رہے، یہی اللہ کے دیے ہوئے اقتدار کی شکر گزاری ہے کہ بندہ اس کے احکامات کے مطابق عدل وانصاف قائم رکھے۔

---

[1] الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير، الأحكام السلطانية، (الناشر: دار الحديث – القاهرة، س ن)، ص100

خلاصۂ باب:

اس باب میں سورہ یوسف کا تعارف اور اس میں موجود سیاسی راہ نماؤں کے تذکرے کا تحقیقی جائزہ لیا گیا۔ جہاں سورہ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو ایک موثر سیاسی راہ نما کی صفات کے طور پر دیکھا جائے تو ایک قیمتی بصیرت ملتی ہے۔ یوسف علیہ السلام کی کمزور حیثیت سے لے کر مصر میں ایک طاقتور لیڈر بننے کے سفر سے یہ اسباق سیکھ سکتے ہیں کہ ایک حقیقی راہ نما کے پاس ایسی صفات کا ہونا ضروری ہے جو انہیں حکمت، ہمدردی اور انصاف کے ساتھ راہ نمائی کرنے کے قابل بنائے۔

یہ واقعہ یوسف علیہ السلام کا اللہ پر غیر متزلزل بھروسہ اور مشکلات کو برداشت کرنے کی صلاحیت قائدین کے لیے مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے ثابت قدم رہنے کے لیے ایک نمونہ طور پر مثال پیش کرتی ہے، جو قیادت میں صبر کی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے۔ آپ علیہ السلام کی دانشمندانہ فیصلہ سازی اور مسئلہ حل کرنے کی مہارتیں، حکمرانی میں حکمت کی قدر کو ظاہر کرتی ہیں، جب کہ اپنے خاندان اور دوسروں کے ساتھ مہربانی اور ہمدردی راہ نماؤں کی نیک دلی اور رحم کی مثال پیش کرتی ہے۔

یوسف علیہ السلام کی اپنی حکمرانی میں عدل وانصاف کے اصولوں کو مجسم کرتے ہوئے، قیادت میں مساوات اور انصاف کو برقرار رکھنے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ خوابوں کی تعبیر اور مستقبل کے لیے منصوبہ بندی کرنے کی یہ صلاحیت قیادت میں دوراندیشی اور حکمت عملی کی اہمیت اور اس کی بصیرت (وژن) کو ظاہر کرتی ہے۔ آپ علیہ السلام کی پاکیزگی اور اللہ پر انحصار راہ نماؤں کے لیے عاجزی اور جوابدہ رہنے کی یاددہانی پیش کرتی ہے۔

یوسف علیہ السلام کا مواصلاتی انداز، قیادت میں موثر ابلاغ کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ آپ علیہ السلام کا اقدار اور اصولوں کے ساتھ مصمم وابستگی قائدین کے لیے ایک نمونہ کے طور پر روشن اسباق پیش کرتی ہے، تاکہ وہ اپنی دیانت اور امانت کو برقرار رکھیں۔ یہ سورہ مبارکہ سیاسی راہ نماؤں کے لیے نمایاں راہ نمائی کے اسباق پیش کرتی ہے تاکہ وہ ان اسباق میں بیان ہوئے اوصاف کی تقلید کریں، اور اپنے آپ کو حکمت، ہمدردی اور انصاف کے ساتھ راہ نمائی کرنے، اپنی اقوام اور پوری دنیا پر مثبت اثر ڈالنے کے قابل بن سکیں۔ ان اوصاف پر عمل پیرا ہو کر قائدین اعتماد، خوشحالی، اور امن وامان کو فروغ دے سکتے ہیں، اور ایک پائیدار میراث چھوڑ سکتے ہیں جس سے انسانیت کو فائدہ ہو۔

باب سوم:

سورہ الکہف میں سیاسی راہ نما کے اوصاف

فصل اول: سورہ الکہف کا تعارف اور مضامین کا عمومی جائزہ

فصل دوم: سورہ الکہف میں مذکور سیاسی راہ نما کے اوصاف

مبحث اول: قصہ اصحابِ کہف سے سیاسی راہ نما کے اوصاف

مبحث دوم: اصحاب الجنتین کے قصہ سے مستفاد سیاسی راہ نما کے اوصاف

مبحث سوم: قصہ حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام سے سیاسی راہ نما کے اوصاف

مبحث چہارم: قصہ ذوالقرنین سے سیاسی راہ نما کے اوصاف

باب سوم:

سورہ الکہف میں سیاسی راہ نما کے اوصاف

قرآن مجید تمام انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ منبع ہدایت ہے، جس کے ذریعے سے وہ اپنے مفادات کو مثبت طریقے سے حاصل کر سکتا ہے۔

چناچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ﴾[1]

ترجمہ: رمضان کا مہینہ (وہ ہے) جس میں قرآن اتارا گیا ہے جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور (جس میں) راہ نمائی کرنے والی اور (حق و باطل میں) امتیاز کرنے والی واضح نشانیاں ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں ہر طبقہ انسانیت کو باحسن طریق، زندگی بسر کرنے کے اصول و ضوابط بیان فرمائے ہیں۔ اور چونکہ "راہ نماؤں" کا گروہ "سیاست وانتظامی" امور کے مراحل سے گزر رہا ہوتا ہے اس لیے ان کی سوچ و فکر اور قلب و ذہن، من گھڑت اعمال و اعتقادات کے لیے آزاد ہوتے ہیں۔ اسی لیے قرآن و سنت اس طبقہ کی تربیت کے لیے بھی متوجہ رہا ہے۔ جس کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہ کرام ہیں، جو اپنی زندگی کے ایام شباب میں مشرف باسلام ہو کر تا قیامت آنے والی نسل انسانی کے لیے ہدایت کے روشن ستارے بن گئے، اور انہیں میں وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں جنہیں خلفہ راشدین کا لقب ملا اور جن کی سیاست وانتظامی امور کی حکمت عملی سے مسلمانوں کو خوب ترقی ملی۔ یہ تمام لوگ ان الٰہی احکامات و تعلیمات پر عمل پیرا ہوئے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بصورت وحی نازل کیے گئے اور یہ عظیم تعلیمات ہمیں قرآن و سنت کی صورت میں اب بھی میسر ہیں۔ قرآن مجید کا بغور مطالعہ اس بات کا غمازی ہے

---

[1] البقرۃ:185

کہ اس کی مختلف سورتیں "راہ نماؤں" کے کئی تربیتی پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہیں اور خاص طور پر "سورہ الکہف" کا انداز بیاں راہ نماؤں کی اعتقادی، فکری، عقلی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی تربیت کے لیے انتہائی اہم ہے۔

سورہ یوسف اور الکہف کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح ہوتا کہ سورہ یوسف سیاسی راہ نما کے ان اوصاف کو زیادہ بیان کرتی ہے جن کا تعلق سیاسی سفر میں ہونے والے تجربات سے ہے، جبکہ سورہ الکہف سیاسی راہ نما کے ان اوصاف کو زیادہ بیان کرتی ہے جن تعلق راہ نما کی ابتدائی زندگی سے ہے، جب وہ زندگی کے اس مرحلے میں داخل ہوتا ہے جہاں سے اس کے اوصاف بننا شروع ہوں، جیسے سیاسی تنظیم کی ابتدائی قیادت۔ سورہ الکہف میں زندگی کے مختلف گوشوں سے متعلق مگر ہدف کے لحاظ سے متحد چار واقعات کا ذکر ہوا ہے۔ اس سورہ مبارکہ سے حاصل ہونے والے اوصاف مشترکہ طور پر "سیاسی وانتظامی" قائدین کے حوالے سے بیان کیے جائیں گے۔

فصل اول:

سورہ الکہف کا تعارف اور مضامین کا عمومی جائزہ

یہ سورہ مبارکہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ قرآنی سورتوں کے اعداد کے مطابق "سورہ الکہف" 18 آٹھارویں سورت ہے، جوکہ 110 آیات پر مشتمل ہے۔ علامہ ابن جریر طبری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس سورہ مبارکہ کا شان نزول یہ بیان ہے جس کا تذکرہ امام واحدی نے اپنی کتاب أسباب نزول القرآن میں بھی کیا ہے کہ مکہ کے کچھ سرداروں نے دو آدمیوں کو مدینہ منورہ کی جانب روانہ کیا، وہاں کے یہودی علماء کی رائے رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوی نبوت کے بارے میں کیا ہے ؟(یہ علما تورات اور انجیل کا علم رکھنے والے تھے) جس پر ان یہودی عالموں نے کچھ سوالات بیان کیے اور کہا یہ سوالات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرنا گروہ اس کا صحیح جواب دے دیں تو وہ سچے رسول ہیں۔ اور اگر وہ درست جواب نہ دے سکے تو سمجھ لینا ان کا دعوی نبوت صحیح نہیں ہے۔ انہوں نے تین سوالات بیان کیے جس میں پہلا سوال یہ تھا: ان نوجوانوں کا واقعہ کیا تھا جو کسی زمانے میں شرک کی وجہ سے اپنا شہر چھوڑ آئے تھے اور ایک غار میں پناہ لے لیے تھے ؟ دوسرا سوال یہ تھا: وہ شخص جس نے مشرق و مغرب، پوری دنیا کا سفر کیا تھا اس کے بارے میں بتائیں؟ تیسرا سوال یہ تھا: روح کی کیا حقیقت ہے ؟ چناچہ یہ دونوں شخص مکہ واپس آئے اور اپنے قرابت داروں سے یہ سوالات بیان کیے اور پھر رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے حضور یہ تینوں سوالات پیش کیے جس کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی۔[1]

اس سورہ مبارکہ میں چار واقعات کا ذکر ہوا ہے جس میں اصحاب کہف، صاحب الجنتین، حضرت موسی و خضر علیہ السلام اور ذوالقرنین کے قصص شامل ہیں۔ "کہف" عربی لغت میں "غار" کو کہتے ہیں جو کسی پہاڑ میں واقع ہو[2]،

---

[1] الشافعي، أبو الحسن علي بن أحمد بن محمد بن علي الواحدي، النيسابوري،أسباب نزول القرآن ،(الناشر: دار الإصلاح – الدمامالطبعة: الثانية، 1412 هـ) ص: 291- 292

[2] الأصفهاني، أبو القاسم الحسين بن محمد المعروف بالراغب، المفردات في غريب القرآن، المحقق: صفوان عدنان الداودي، (دمشق بيروت: دار القلم، الدار الشامية، الطبعة: الأولى - 1412هـ)، ص727

اور ''اصحاب کہف'' سے مراد ''غار والے'' ہوئے، اسی لفظ ''غار'' کے نام پر اس سورہ مبارکہ کو ''سورۃ الکہف'' کہتے ہیں۔

صاحب الجنتین کے واقعہ کو ہٹا کر تین واقعات اس سورہ مبارکہ کا مرکزی موضوع ہیں، اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو خدا کا بیٹا ہونے کا عقیدہ بنا رکھا ہے، اس عقیدہ کی شدید تردید کی گئی ہے، نیز حق کا انکار کرنے والوں کو سزا کی وعیدیں اور ایمان والوں کو نیک انجام کی خوش خبری دی گئی ہے۔

زمانۂ نزول:

جب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تحریک اور جماعت کو دبانے کے لیے زیادہ تر تضحیک، استہزاء، اعتراضات، الزامات، تخویف، اطماع اور مخالفانہ پروپیگنڈے پر اعتماد کر رکھا تھا، مگر اس سے بڑھ کر انھوں نے ظلم و ستم، مار پیٹ اور معاشی دباؤ کے ہتھیار پوری سختی کے ساتھ استعمال کیے، یہاں تک کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو ملک چھوڑ کر حبش کی طرف نکل جانا پڑا، اور باقی ماندہ مسلمانوں کو اور ان کے ساتھ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کو شعب ابی طالب میں محصور کر کے ان کا مکمل معاشی اور معاشرتی مقاطعہ کر دیا گیا۔ تاہم اس دور میں دو شخصیتیں ابو طالب اور اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ ایسی تھیں جن کے ذاتی اثر کی وجہ سے قریش کے دو بڑے خاندان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ 10 نبوی میں ان دونوں کی آنکھیں بند ہوتے ہی یہ دور ختم ہو گیا، جس کے بعد مسلمانوں پر مکہ کی زندگی تنگ کر دی گئی۔ یہاں تک کہ آخر کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام مسلمانوں کو مکہ سے نکل جانا پڑا۔ سورہ الکہف کے مضمون پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور کے آغاز میں نازل ہوئی ہو گی جب کہ ظلم و ستم اور مزاحمت نے شدت تو اختیار کر لی تھی، مگر ابھی ہجرت حبشہ واقع نہ ہوئی تھی۔ اس وقت جو مسلمان ستائے جا رہے تھے ان کو اصحاب الکہف کا قصہ سنایا گیا، تاکہ ان کی ہمت بندھے اور انھیں معلوم ہو کہ اہل ایمان اپنا ایمان بچانے کے لیے اس سے پہلے کیا کچھ کر چکے ہیں۔[1]

---

[1] مودودی، سید ابوالاعلی، تفہیم القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 2006)، ج3، ص6

احادیث مبارکہ میں اس سورہ مبارکہ کی تلاوت کے بہت سے فضائل بیان ہوئے ہیں جس میں خاص طور پر جمعہ کے دن سورہ الکہف کی تلاوت کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے [1]،اسی وجہ سے بزرگانِ دین جمعہ کے دن اس سورہ مبارکہ کی تلاوت کا خاص اہتمام کیا کرتے تھے۔

سورہ الکہف سے قائدین کی زندگی کے ابتدائی تربیتی مراحل:

یہ سورت ان ابتدائی اور جوہری عناوین کے گرد گھومتی ہے جو اکثر راہ نماؤں کے لیے فتنہ وفساد اور آزمائشوں کا سبب بنتے ہیں۔ مثلاً: فتنہ شباب و شہرت، حکومت و سیاست، علم و حکمت، اہل و عیال، مال و دولت جیسے فتنے وغیرہ اور ان تمام مسائل و امراض معاشی و معاشرتی سے قصص کے ذریعے آگاہ کیا گیا ہے اور ان امراض کا علاج کرتے ہوئے ایسے اساسی واصولی قواعد مہیا کیے گئے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر نہ صرف ہمارے قائدین ان فتن سے محفوظ رہ سکتے ہیں، بلکہ اپنی عقل و شعور کو صحیح سمت میں استعمال کر کے دنیا و آخرت میں کامیابی سے سرفراز ہو کر رب کی رضا بھی پا سکتے ہیں۔ اس سے سابقہ سورۃ بنی اسرائیل میں تربیتی امور سے متعلق پچھلی امم کو دی گئی تعلیمات بیان کی گئیں ہیں، جن میں تعمیر شخصیت کے بنیادی اصول بتائے گئے ہیں جبکہ سورہ الکہف میں ان بنیادی اصولوں پر عمل پیرا لوگوں کی مثالیں اور حقیقی واقعات اور انہیں درپیش مصائب و مشکلات کا علاج اور ذریعہ نجات بیان کیا گیا ہے۔ اس سورت میں مجموعی طور پر چار قصے بیان کیے گئے ہیں اور یہ تمام تر زندگی کے تربیتی حصے یعنی جوانی سے تعلق رکھتے ہیں جب انسان کی جسمانی نشوونما کے ساتھ ساتھ اسکی فکری سطح بھی پروان چڑھتی ہے اور اس کے عقائد واعمال درجہ رسوخ کو پہنچ کر اس کی بقیہ زندگی کی فطرت بن جاتے ہیں۔ ان قصوں میں قصہ اصحاب کہف بھی ہے جس کی نسبت سے احادیث مبارکہ میں اس سورۃ کا نام سورہ الکہف بیان ہوا ہے۔

---

1 نیشاپوری، صحیح مسلم، کتاب فَضَائِلِ الْقُرْآنِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ، باب فَضْلِ سُورَةِ الْكَهْفِ وَآيَةِ الْكُرْسِيِّ،ح: 1883

فصل دوم:

سورہ الکہف میں مذکور سیاسی راہ نما کے اوصاف

سورہ الکہف مجموعی طور پر بہت سی ہدایات اور راہ نمائی کی ترغیبات سموئے ہوئے ہے، مگر خاص طور پر سیاسی راہ نماؤں کے لیے کئی ایسے اسباق بھی فراہم کرتی ہے جس کی روشنی میں قائدین اپنی صلاحیتوں اور کارکردگی کو سنوار سکتے ہیں۔ ایسے ہی خوبصورت واقعات جن میں راہ نماؤں کے لیے کئی صفاتی پہلو عکس بند ہیں جس میں اصحاب غار، دو بھائی جو باغات کے مالک تھے، حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام، اور ذوالقرنین کے واقعات شامل ہیں۔ سیاسی راہ نما کے پس منظر میں مطالعہ کیا جائے تو صاحب الجنتین کے علاوہ تین قصص موضوع سے بلاواسطہ منسلک ہیں جبکہ صاحب الجنتین کا واقعہ بالواسطہ موضوع سے مناسبت رکھتا ہے، الجنتین کا واقعہ باہمی احترام واختلاف رائے کے ساتھ ساتھ حق کی خاطر قائم رہنے، تکبر، لالچ اور دشمنی کو ریاست و سیاست کی ترقی و تنزلی کا معیار بنا کر پیش کرتا ہے۔ انہیں واقعات کی روشنی میں تحقیقی تلاش ان صفات کی ہے جو سیاسی راہ نما کی کامیابی اور خوشنودی کا باعث بنے، اور ان تمام واقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے عصر حاضر کے قائدین اپنا احتساب کریں اور انہیں افراد کی صفات کی پیروی کریں جن سے اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنی محبت اور مقبولیت کا شرف قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

مبحث اول: قصہ اصحابِ کہف سے سیاسی راہ نما کے اوصاف:

یہ قصہ چند مضبوط ایمانی قوت کے حامل نوجوانوں کا ہے۔ جنہیں نوجوانان کہف والرقیم سے جانا جاتا ہے اور قرآن مجید میں "فِتْيَةٌ" سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ قصہ اس سورہ مبارکہ کی آیت نمبر 9 سے 22 تک ذکر ہوا ہے۔

خلاصہ قصہ:

یہ چند نوجوانوں کا گروہ جنہیں قوانین فطرت سے آگہی اور وصول حق کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے اور ارد گرد کے جاہل لوگوں سے حفاظت ایمان کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے اہل وعیال اور شہر کو چھوڑ کر ویران پہاڑی پر واقع ایک غار میں پناہ لینے کے لیے روانہ ہو جاتے ہیں، ایک کتا بھی انکے شامل کارواں ہو جاتا ہے اور بالآخر انہیں تین سو نو سال (قمری) نیند طاری ہو جاتی ہے اور اُدھر شہر کے لوگ نسل در نسل اس گروہ کی تلاش میں

سر گرداں رہتے ہیں۔ اتنی طویل مدت گزرنے کے باوجود بھی وہ بغیر کھائے پیئے دوبارہ بیدار ہوتے ہیں، تو شدت بھوک کی وجہ سے اپنے ایک ساتھی کو (منظم طریقے سے) شہر کی طرف اچھا (پاکیزہ) اور مناسب مقدار میں کھانا خریدنے کے لیے بھیجتے ہیں، تب معلوم ہوتا ہے کہ شہر کے حالات تو یکسر تبدیل ہو چکے ہیں۔ عام لوگوں کو اس کے قرائن و شواہد سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ اسی گروہ کا ایک ساتھی ہے جو تین صدیاں قبل شہر چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ پھر شہر کے تمام لوگ بصورت لشکر اسکے ساتھ غار تک آتے ہیں یہاں تک کہ وہ اصحاب غار سے ملتے ہیں اور ان کا ایمان بعث بعد الموت پر مضبوط ہوتا ہے۔ اصحابِ کہف سے ملاقات کے بعد باقی لوگ واپس چلے جاتے ہیں اور انہیں دوبارہ نیند طاری ہو جاتی ہے۔ اور انکی وفات کے بعد ان کے غار کے اوپر مسجد تعمیر کی جاتی ہے اور یوں یہ قصہ مکمل ہوتا ہے۔[1]

اصحاب کہف اور راہ نماؤں کے اوصاف:

اس قرآنی قصہ میں حکمت ربانی کے تقاضہ کے مطابق، نہ مقام غار کا تعین کیا گیا ہے اور نہ ہی ان نوجوانوں کی تعداد کا تعین ہے، بلکہ اس قصہ میں جن چیزوں کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے ان کا تعلق زندگی کے اس حصہ سے ہے جب انسان جوانی کو پہنچتا ہے اور اسے فکر و خرد کی تربیت کی ضرورت ہوتی ہی ہے لیکن مسئلہ معاش بھی لاحق ہوتا ہے، اور مسئلہ معاش کے لیے وہ اپنے ایمان کو داؤ پر لگانے کو تیار ہو جاتا ہے۔ قصہ اصحاب کہف کا "راہ نماؤں" کے "اوصاف" کے زاویہ سے مطالعہ کیا جائے تو درج ذیل اصول صفات سامنے آتے ہیں:

1. صحیح عقیدہ حقیقی کامیابی کی اساس ہے:

زندگی میں عرصہ جوانی اس لیے بھی اہمیت کی حامل ہے کہ اس عرصہ میں انسان کی سوچ و فکر اور عقل و خرد مختلف مراحل تعلیم و تربیت سے گذر کر پروان چڑھتے ہیں اور نتیجتاً راہ نما ایک ایسے عقیدہ کا حامل ہو جاتا ہے جسے وہ تمام امور زندگی میں سامنے رکھ کر اپنے زیر اثر لوگوں کی زندگیوں کے اہم فیصلے کرتا ہے۔ عقیدہ پر چونکہ دنیا و آخرت میں کامیابی کا دار و مدار ہوتا ہے اس لیے اس قصہ اصحاب کہف میں سب سے پہلے اس عقیدے کو درست رکھنے کا اصول بتایا گیا ہے اور یہ عقیدہ ہی تھا جس کی وجہ سے ان مال دار نوجوانوں نے اپنا مال و دولت اور اہل عیال چھوڑا۔ اس بات سے معلوم ہوا کہ کامیابی اور ناکامی کی اساس اور میزان صحیح عقیدہ ہے۔

---

[1] برهامي، الشيخ ياسر بن حسين،القصص القرآني،(س ن)، ج9، ص2

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَّ رَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا﴾[1]

ترجمہ: اور ہم نے ان کے دل خوب مضبوط کر دیے تھے۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب وہ اٹھے، اور انہوں نے کہا کہ: ہمارا پروردگار وہ ہے جو تمام آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ ہم اس کے سوا کسی کو معبود بنا کر ہرگز نہیں پکاریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم یقیناً انتہائی لغو بات کہیں گے۔

﴿هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْ لَا یَاْتُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَیِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا﴾[2]

ترجمہ: یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے اس پروردگار کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنا رکھے ہیں۔ (اگر ان کا عقیدہ صحیح ہے تو) وہ اپنے معبودوں کے ثبوت میں کوئی واضح دلیل کیوں پیش نہیں کرتے؟ بھلا اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟

2. اپنے اور متبعین کے ایمان کی حفاظت اور شرک سے احتراز:

قائدین بحیثیت عبد اور بندہ فقط اپنے ایمان کی حفاظت میں کوشاں رہیں اور یہی فکر لاحق ہونی چاہیے۔ اس لیے انسان کو ذہنی طور پر راہ حق پر چلتے ہوئے ہر وقت، ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے تیار رہنا چاہیے اور عقیدہ کی حفاظت کے عملی نمونہ کے اظہار کے لیے کسی بھی بڑی سے بڑی قوت کے سامنے ڈٹ جانا چاہیے۔ اور سب سے پہلے اچھے انداز سے دشمنان حق کو دعوت حق پیش کی جائے اور اس طریقہ سے مسئلہ حل نہ ہو سکے اور دفاعی قوت بھی دستیاب نہ ہو تو لامحالہ اللہ کی پیدا کردہ وسیع زمین میں حفاظت ایمان کے لیے اصحاب کہف کی طرح نکل جانا بہتر حل ہے۔ اس کی مثالیں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہجرت حبشہ اولی وثانیہ اور ہجرت مدینہ کی صورت میں ملتی ہیں۔ اس عمل "گوشہ نشینی" کی علماء و مفسرین نے بھی تائید کی ہے اور بوقت شدت و عسر آبادی سے ویرانی و بیابانی کی

---

[1] سورہ الکہف: 14

[2] سورہ الکہف: 15

طرف نکل جانے کے عمل کی صراحتاً اجازت دی ہے اور احادیث میں بھی غیر آباد علاقوں کی طرف نکلنے کو مستحسن قرار دیا گیا ہے۔[1]

3. رزق حلال سے ایمان کی حفاظت کرنا:

جس طرح غذا انسانی جسم کی توانائی کا ذریعہ ہے ایسے ہی حلال غذا نیک اعمال کو توانائی پہنچاتی ہے جبکہ حرام برائی اور خباثت کا باعث بنتی ہے، لہذا طیب کھانا تلاش کرنا اور اس کے ذریعہ سے ایمان کی حفاظت کرنا ایک راہ نما کی صفات میں سے ہے[2]:

﴿فَابْعَثُوٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝﴾[3]

ترجمہ: سو تم اپنے میں سے کسی ایک کو اپنا یہ سکہ دے کر شہر کی طرف بھیجو پھر وہ دیکھے کہ کون سا کھانا زیادہ حلال اور پاکیزہ ہے تو اس میں سے کچھ کھانا تمہارے پاس لے آئے اور اسے چاہیے کہ (آنے جانے اور خریدنے میں) آہستگی اور نرمی سے کام لے اور کسی ایک شخص کو (بھی) تمہاری خبر نہ ہونے دے۔[4]

انسان اپنے بچپن کے دنوں سے جوں ہی شباب جوانی میں پہنچتا ہے تو وہ جسمانی طور پر اپنے پاؤں پر کھڑا تو ہو سکتا ہے لیکن معاشی و مالی طور پر بھی وہ کسی کی محتاجی کو باعث عار و شرم محسوس کرتا ہے اور بالآخر اسباب معاش کے حصول میں کوشاں ہو جاتا ہے۔ ہم اگر اپنے معاشرے کا اصحاب کہف سے تقابل کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے پاس

---

[1] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي، تفسير القرآن العظيم، المحقق: سامي بن محمد السلامة، (الناشر: دار طيبة للنشر والتوزيع، الرياض-السعودية
الطبعة: الثانية، 1420 ھ)، ج3، ص132

[2] الخيربيتي، محمود بن إسماعيل بن إبراهيم بن ميكائيل، الدرة الغراء في نصيحة السلاطين والقضاة والأمراء، (الناشر: مكتبة نزار مصطفى الباز – الرياض، س ن) ص123

[3] سورہ الکہف: 19

[4] قادری، ڈاکٹر محمد طاہر، عرفان القرآن، (لاہور: منہاج پبلیکیشنز، 2008ء)، الکہف: 19

جائز وسائل ہوتے ہوئے بھی ناجائز کی طرف دوڑتے رہتے ہیں، لیکن ان اصحاب کہف نے لوگوں کا تین سو سال کی بھوک وپیاس کے باوجود "اَیُّھَآ اَزْکٰی طَعَامًا" کہنا معنی خیز ہے کہ اللہ کے بندوں کو بھوک وپیاس کی کتنی ہی شدت ہو لیکن وہ اس وقت بھی "اَزْکٰی طَعَامًا" کا نعرہ بلند کرتے ہیں اور یہ درس دیتے نظر آتے ہیں کہ حق سے منحرف عقائد و نظریات سے دفاع، فقط لقمہ حلال ہی سے ممکن ہے۔

4. ذخیرہ اندوزی سے اجتناب:

بھوک کی شدت کے باوجود ان نوجوانوں کے سردار نے اپنے ایک ساتھی کو شہر کی طرف بھیجتے ہوئے یہ نہیں کہا کہ تمام تر کھانا لیکر آؤ بلکہ قرآنی الفاظ ہیں: "بِرِزْقٍ مِّنْهُ"[1] یعنی پاک کھانا خریدتے وقت اس رزق سے کچھ (بقدر حاجت) خرید لاؤ (اور دوسروں کے لیے کچھ بچاؤ)۔ ساتھ ہی اس کھانا لانے والے شخص کے ذمہ یہ بھی لگایا: کھانے کا معیار، لذت، اور قیمت دیکھ کر لائے۔[2]

اس سے یہ بھی واضح ہوتا کہ خریداری کرتے وقت اپنی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے بقدر ضرورت ہی خریداری کی جائے تاکہ بچی ہوئی رقم کسی اور خاص ضرورت میں استعمال کی جاسکے۔ قائدین کے لیے یہ تمام تعلیمات ان کے انتظامی امور کے لیے مشعل راہ ہے۔

5. خریداری کے وقت اچھا سلوک اور نرمی سے پیش آنا:

قائدین اپنی زندگی کے ابتدائی حصے سے ہی بتدریج اپنی صلاحیتوں کو بڑھاتے ہیں جس میں زندگی کے ہر لمحہ میں کسی بھی دوسرے انسان سے ہم کلام ہوتے وقت اپنے باصلاحیت اندازِ گفتگو کا اظہار کرتے ہیں جس کی مثال بھی اس واقعہ میں موجود ہے: جب اصحاب کہف تین صدیاں قبل شہر سے ہجرت کر گئے تھے، اس وقت تمام لوگ عقائد اور نظریات کی بنیاد پر ان کے سخت مخالف تھے، لیکن شدت بھوک کے باوجود ان صالح نوجوانوں کا سردار خرید و فروخت میں نرم رویہ اور اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہتا ہے کہ کھانا پاک ہو، دوسرے بقدر حاجت ہو، اور

---

[1] الکھف:19

[2] الزحیلی، وھبۃ، کتب، دمشق: دار الفکر، الطبعۃ الأولی، 2001ء، ج2، ص1413

تیسرا یہ کہ "وَلۡيَتَلَطَّف"[1] یعنی ان لوگوں کے ساتھ کھانا خریدتے وقت اچھا سلوک کرے[2] اور لطف واحسان سے پیش آئے۔

تنظیمی ذمہ داریوں کو بھرپور طریقے سے سرانجام دینا:

معاشرے میں کسی بھی کام کو احسن انداز میں سرانجام دینے کے لیے تنظیم وانجمن کی بنیاد رکھی جاتی ہے تاکہ وہ اپنے اجتماعی ہدف تک جلد اور منظم انداز میں پہنچ سکیں۔ اصحاب کہف کے قصہ میں یہ درس دیا گیا ہے کہ گروہی انداز سے کام کرنے کے لیے ہر ایک فرد کو اپنے اجتماعی مقاصد کے حصول کے لیے لازمی طور پر (مالی وجانی) قربانی دینا ناگزیر ہے۔ اور اگر کسی ایک پر کوئی ذمہ داری سونپی جائے، تو اسے چاہیے کہ وہ انکار کرنے کی بجائے اس ذمہ داری کو احسن انداز سے پایہ تکمیل تک پہنچائے، اور انفرادی مقاصد واہداف کو قربان کر کے اجتماعی مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

اسی بات کو الکہف: 19 میں بیان کیا گیا ہے کہ اس نوجوانوں کے گروہ نے ایک فرد کو ان سخت حالات میں دشمنوں کے درمیان جا کر کھانا خریدنے کی ذمہ داری سونپی اور اس نے بلا جھجک اسے قبول کیا اور تنظیمی امور میں اجتماعی مقاصد کو اہمیت واولیت دی۔

6. حق کے راستے کا ادنی سپاہی بھی معزز ہے:

حق کے راستے پر چلنے والا چھوٹے سے چھوٹا سپاہی بھی قابل قدر اور معتبر بن جاتا ہے۔ حق کے راستے پر چلنے والوں کی محض صحبت اختیار کرنے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ بندہ حق تعالی کی نظر میں محبوب بن جاتا ہے:

﴿وَكَلۡبُهُم بَٰسِطٞ ذِرَاعَيۡهِ بِٱلۡوَصِيدِۚ﴾[3]

ترجمہ: اور ان کا کتا دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے (بیٹھا) تھا۔

---

[1] الکھف: 91

[2] الکھف: 91

[3] الکھف: 18

حق کا ساتھ دینے والا شخص کتنا ہی معاشی طور پر کمزور ہو اسے حق کی معیت و مدد کا موقع دیا جائے، جس طرح اصحاب کہف نے ایک ایسے جانور کو اپنی معیت میں رکھا جسے عمومی طور پر معیوب اور نجس سمجھا جاتا ہے، لیکن اس کے باوجود اس پر صفت "وفاداری" غالب ہوئی اور ان نوجوانوں کا ساتھ دیا تو عند اللہ معزز قرار پایا، اور کلام اللہ میں اس کا ذکر تا قیامت باقی رہے گا اور باعث اجر و ثواب بلکہ نصیحت آموز بن گیا۔ یہی درس اصحاب کہف کے قصہ کے بعد نبی کریم اللہ السلام کے توسط سے امت کو واضح الفاظ میں دیا گیا:

چناچہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۝﴾[1]

ترجمہ: اور اپنے آپ کو استقامت سے ان لوگوں کے ساتھ رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو اس لیے پکارتے ہیں کہ وہ اس کی خوشنودی کے طلبگار ہیں۔ اور تمہاری آنکھیں دنیوی زندگی کی خوبصورتی کی تلاش میں ایسے لوگوں سے ہٹنے نہ پائیں۔ اور کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے، اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہوا، اور جس کا معاملہ حد سے گذر چکا ہے۔

اس ارشاد ربانی کے نزول کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غریب و کمزور اصحاب کے ساتھ اور زیادہ محبت کرنے لگے، جن کے ساتھ کفار مکہ کے سردار بیٹھنا بھی اپنی شان کے لائق نہیں سمجھتے تھے۔ اور ایک قول کے مطابق یہ آیت اصحاب صفہ کے لیے نازل ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نزول پر شکر بجالاتے ہوئے کہا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ (اہل صفہ) بنائے جن کے ساتھ بیٹھنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور امت کو باور کرایا گیا کہ حق کا کوئی سپاہی بھی ادنی نہیں ہوتا بلکہ وہ لائق صد تکریم و احترام ہوتا ہے۔[2]

---

[1] الکھف:28

[2] ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ج3، ص143

مبحث دوم: اصحاب الجنتین کے قصہ سے مستفاد سیاسی راہ نما کے اوصاف:

اصحاب کہف جیسے واقعات تو دنیا میں خال خال ہی نظر آتے ہیں جس کی اہم وجہ اخلاقی و ایمانی کمزوری ہوتی ہے کیوں کہ ایسے لوگ جو حق آشنا، عالی ہمت اور بلند حوصلہ رکھتے ہوں شاذو نادر ہی پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن "دو باغوں والے" شخص جیسے واقعات تقریباً روزانہ ہمارے مشاہدے میں آتے ہیں۔اس لیے اصحاب کہف کے قصہ کے بعد کچھ وعظ و نصیحت کے بعد دو باغوں والے کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو آیت نمبر 32 سے 44 تک ہے۔

خلاصہ قصہ:

اللہ تعالیٰ نے (بنی اسرائیل کے دو بھائیوں) کی خبر دی جو اپنے باپ کی طرف سے مال کثیر کے وارث ہوئے تھے۔ حضرت ابن عباس کے قول کے مطابق کہ وہ آٹھ ہزار دینار کے وارث تھے۔[1] ان دو میں سے ایک مومن تھا اس نے اپنا حق وصول کیا اور اس کو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اس کی راہ میں خرچ کر دیا۔ دوسرا کافر تھا اس نے اپنا حق وصول کیا اور اس سے دو باغ بنا لیے جو ہر لحاظ سے رومانوی اور دل مو لینے والے مناظر پیش کرتے تھے۔ اور راہ خدا میں کچھ بھی خرچ نہ کیا۔ بعد میں ان دونوں بھائیوں کے درمیان مکالمہ ہوتا ہے۔ جس میں ایک طرف مال دار اپنے مال و اسباب پر تکبر و غرور اور اپنا استحقاق جانتے ہوئے غریب (بھائی) کو کمتر جانتا ہے۔ جبکہ صاحب ایمان مگر غریب (بھائی) اسے وعظ و نصیحت کرتے ہوئے انسان کی مٹی و نطفہ سے پیدائش اور یوم آخرت یاد دلاتا ہے۔ لیکن وہ ان تمام کا کفر کرتے ہوئے غرور و تکبر سے کہتا ہے کہ اگر قیامت واقع بھی ہوئی تب بھی مجھے اچھی جگہ رکھا جائے گا۔ جب وہ باغ میں داخل ہوتا ہے تو وہ باغ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں اور اسے اپنا مال اور نوکر چاکر کچھ کام نہ آئے اور افسوس کرتا رہا۔[2]

---

[1] الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير، تفسير الماوردي، المحقق: السيد ابن عبد المقصود بن عبد الرحيم، (الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت/لبنان، س ن)، ج3، ص306

[2] اليمني، محمد بن علي بن محمد بن عبد الله الشوكاني، فتح القدير، (الناشر: دار ابن كثير، دار الكلم الطيب – دمشق، بيروت الطبعة: الأولى – 1414 هـ)، ج6، ص339تا340

راہ نماؤں کے لیے اس قصہ میں بیان کردہ اصول واوصاف:

اس قصہ میں اللہ تبارک وتعالی نے قائدین میں، مال ودولت کی کثرت وکمی کی وجہ سے پیدا ہونے والی اخلاقی، معاشی اور معاشرتی بیماریوں کا علاج کرتے ہوئے انسانی سوچ وفکر کو وفکر کو درج ذیل اصول واوصاف کی جانب متوجہ کرایا ہے:

1. مال ودولت اللہ کے فضل سے ہے نہ کہ امراء کا اللہ پر حق:

اللہ تعالیٰ نے اس مال دار کو دنیا میں مال کسی استحقاق کی وجہ سے نہیں عطا فرمایا تھا بلکہ استدراج [1] کے طور پر عطا فرمایا، اور جتنے کافروں کو جو نعمتیں اللہ تعالی دیتا ہے، وہ بطور استدراج ہی ہوتی ہیں:

﴿وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ۝﴾ [2]

ترجمہ: اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے ہم عنقریب انہیں آہستہ آہستہ ہلاکت کی طرف لے جائیں گے ایسے طریقے سے کہ انہیں خبر بھی نہیں ہوگی۔

﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ۝﴾ [3]

ترجمہ: اب ہم انہیں آہستہ آہستہ (تباہی کی طرف) اس طرح لے جائیں گے کہ انہیں معلوم تک نہ ہوگا۔

یعنی وہ نعمتیں ان کے لیے آزمائش ہوتی ہیں جن کی وجہ سے وہ دھوکے میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد کی آیتوں میں اللہ تعالی نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ اس کافر کو مسلمان نے کیا جواب دیا۔ مال ودولت، اہل وعیال سب اللہ کی عطا کردہ نعمتیں ہیں ان کے حصول پر ہمارا کوئی کمال نہیں۔ اس لیے کبر سے بچنا چاہیے۔

---

[1] الجلالي، د. عبد الله بن حمد، دروس للشيخ عبد الله الجلالي، (مصدر الكتاب: دروس صوتية قام بتفريغها موقع الشبكة الإسلامية، س ن)، ج،44، ص5

[2] الاعراف:182

[3] القلم:44

2. اللہ قادر ہے کہ وہ اپنی نعمتیں واپس لے سکتا ہے:

یہ تمام اسباب دنیا عارضی ہیں اور اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کردہ ہیں اور جس نے عطا کیے ہیں وہ ایک قلیل مدت (پلک جھپکنے) میں چھین بھی سکتا ہے۔ جس طرح اس مثال میں مؤمن شخص اپنے مغرور ساتھی کو سمجھاتے ہوئے کہتا ہے:

﴿وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا ○ أَوْ يُصْبِحَ مَاؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا ○﴾[1]

ترجمہ: تو وہ دن دور نہیں کہ میرا رب مجھے تمہارے باغ سے بہتر عطا فرمائے گا اور تمہارے باغ پر آسمان سے کوئی عذاب بھیج دے تو وہ چٹیل چکنا میدان بن جائے۔ یا اس کا پانی زمین میں دھنس جائے پھر تم اس کو ہرگز تلاش نہ کر سکو۔ لیکن وہ مارے غرور و تکبر کے فضل رب کا کفران کر بیٹھتا ہے تو اللہ تبارک و تعالی اسے اپنی قدرت سے اس کے باغوں کو تباہ و برباد کر دیتا ہے اور جن افراد و اموال پر وہ فخر کر رہا تھا وہ اسے غضب الہی سے محفوظ نہ رکھ سکے۔

3. دنیا کی اصل حقیقت جاننا ضروری ہے:

قرآن مجید کا بغور مطالعہ کیا جائے تو کہیں بھی مال و اسباب دنیا کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی گئی بلکہ اسے برائے امتحان و آزمائش ہی پیدا کیا گیا ہے۔[2] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عند اللہ دنیا و مافیہا کی کوئی حیثیت و قیمت نہیں اگر کسی چیز کی اہمیت ہے تو وہ تقوی ہی ہے[3] جو عند اللہ معتبر ہے اور بروز قیامت بندہ کو شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بہرہ مند کرنے کا وسیلہ بن سکتی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○﴾[4]

---

[1] الکھف:40،41

[2] 29 الکھف:46

[3] الحجرات:13

[4] المائدہ:35

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس (کے حضور) تک (تقرب اور رسائی کا) وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاجاؤ۔

راہ نماؤں کو چاہیے کہ وہ مادی چیزوں کی حقیقت سے آشنائی حاصل کرے اور ان کی اہمیت سے لازمی جان کاری حاصل کرے اور انہیں ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق اپنی زندگی میں جگہ دے، نہ مکمل طور پر تارک دنیا بنے اور نہ ہی عبد دنیا کہ وہ اسے سراپا غرور تکبر بنادے۔[1]

4. کامیابی کا معیار کثرت اموال وافراد یا بڑائی نہیں:

صرف دنیا کی بھلائی کے حصول پر اکتفانہ کریں بلکہ آخرت کی کامیابی کیلیے بھی کوشاں رہیں۔ دنیا میں حصول مال واسباب ہی کامیابی کا میزان نہیں بلکہ ان کا صحیح طریقہ سے حصول واستعمال کرنا بھی لازم ہے۔ کیوں کہ آخرت میں مال واسباب کے حصول واستعمال کے بارے میں بھی سوال ہو گا کہ کیسے حاصل کیا گیا اور کن ذرائع میں استعمال کیا گیا وغیرہ اور اسی وجہ سے آخرت میں دنیا کے کئی باعزت اور کثرت مال و متاع رکھنے والے بے عزت نظر آئیں گے اور واصل جہنم ہونگے۔[2]

5. ہر طرح کے شرک سے بچنا:

شرک مع تمام اقسام ممنوع و مذموم اور موجب سزا اور عتاب ہے۔ قائدین کو چاہیے کہ وہ ہر وقت اللہ تبارک وتعالی کا شکر گزار بن کر رہیں اور اس کی تسبیح و تہلیل سے رطب السان رہیں۔ اپنے آپ کو اللہ اور اسکی قدرت تامہ کے سامنے عاجز ولاچار جانیں اور کسی بھی طرح اسکی ہمسری و برابری کرنے سے گریزاں رہیں چاہے ظاہری ہو یا مخفی، کیوں کہ مال دار کا تکبر وغرور کی وجہ سے اللہ کی قدرت کا انکار کرنا اور یہ کہنا:

﴿اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا﴾[3]

---

[1] لقمان:33

[2] الطبري، أبو جعفر، محمد بن جرير الطبري، جامع البيان عن تأويل آي القرآن، ج23، تفسير سورة الواقعة، المكتبة الشاملة

[3] الكهف:34

ترجمہ: جس شخص کے پاس پھل تھے اس نے اپنے ساتھی سے بحث کرتے ہوئے کہا میں تم سے زیادہ مال دار ہوں اور میرے پاس بہت آدمی ہیں۔

مذکورہ آیت میں اس کا یہ کہنا شرک ہی کی طرف گامزن کرتا ہے اور متصل آیت کریمہ میں ظلم [1] یعنی کفر سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس قسم کے تکبر کو علماء و مفسرین نے موجب عذاب الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ جس سے اہل مال و متاع کو ہمیشہ خبردار رہنا چاہیے۔

6. غریبوں کو تذلیل و رسوا نہ کرنا:

غریبوں کی تذلیل نہ کرنا اور نہ ہی انہیں احساس محرومی کا شکار بنانا، بلکہ زیادہ مال ہو تو ان لوگوں کی امداد کریں اور اللہ کا شکر بجالائیں اور نعمت کا صحیح استعمال کریں۔ اور کسی بھی فرد کی تذلیل و توہین نہ کریں۔ جس طرح اس قصے میں امیر بھائی نے غریب بھائی کی تذلیل کی اور خود تباہی و بربادی کا سامنا کیا۔

7. قائدین اپنا احتساب اور مال و دولت پر تکبر سے احتراز کریں:

تکبر کے اسباب کئی طرح کے ہوتے ہیں جن میں سے اہم: مال، اولاد، جاہ و جمال، ملک و بادشاہت، علم و فہم وغیرہ ہیں اور یہاں ان میں سے بطور نمونہ فقط "دو عمدہ باغیچوں" اور "کثرت افراد" کا بیان ہوا ہے جن پر قیاس کرتے ہوئے تکبر و غرور کے حامل شخص کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی حقیقت اور اصلیت (یعنی اس کی حقیقت مٹی اور پانی کا ایک غلیظ قطرہ اور وہ ایک گوشت کا لوتھڑا تھا) یاد رکھتے ہوئے تکبر سے دور رہے اور یہ یقین کرلے کہ عند اللہ ان تمام اسباب دنیوی کی حیثیت ایک تنکہ جتنی بھی نہیں ہے، پھر ان پر تکبر کیسا؟ اور کیوں؟ اگر یہ مثال سامنے رکھی جائے تو یقیناً کثرت مال و دولت ہونے کے باوجود دل میں تکبر کی بیماری نہیں بلکہ لوگوں سے شفقت و مہربانی اور احسان سے پیش آنے کی اعلیٰ اخلاقی صفات پروان چڑھیں گی۔

---

[1] الطبری: جامع البیان، ج18، ص22، المکتبہ الشاملہ

مبحث سوم: قصہ حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام سے سیاسی راہ نما کے اوصاف:

یہ قصہ اصحاب کہف کی طرح تفصیلاً بیان ہوا ہے جو آیت نمبر 60 سے 82 تک ہے۔اس میں دوران "تعلم، معلّم و متعلّم کے درمیان تعلق کو اجاگر کیا گیا ہے جس سے حصول علم کی اساس اور اپنا موقف پیش کرنے کے قواعد وضوابط اخذ کیے گئے ہیں۔اس کے علاوہ یہ سفر علم اپنے اندر کئی ضمنی تربیتی پہلو سموئے ہوئے ہے جنہیں یہاں مختصراً پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

خلاصہ قصہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے نوجوان شاگرد خاص کے ساتھ، حضرت خضر علیہ السلام کی طرف سفر علم کے لیے روانہ ہوئے اور مجمع البحرین پر ملاقات کے بعد نئے علمی سفر کا آغاز کیا۔ جس میں تین امور میں ان کے درمیان علمی اختلاف ہوا جو وجہ فراق بنا۔اور آخر میں حضرت خضر علیہ السلام ان امور کی حقیقت و حکمت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے واضح کرتے ہیں۔[1]

سیاسی راہ نما کے لیے اس قصہ میں بیان کردہ اصول واوصاف:

تنظیمی ذمہ داریوں سے وابستہ، حصول علم عصر حاضر کا ایک اہم موضوع ہے۔اس قصہ سے راہ نما سے متعلق درج ذیل اصول واوصاف سامنے آتے ہیں جنہیں تدریس و تحصیل علوم میں بروئے کار لاتے ہوئے کامیابی سے ہم کنار ہو سکتے ہیں۔

1. تعلیم و تربیت میں تکبر سب سے بڑی رکاوٹ ہے:

اس قصہ میں اللہ تعالیٰ نے تعلیمی میدان میں سر گرداں راہ نماؤں کو یہ درس دیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے بہت برگزیدہ اور اولوالعزم نبی تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت علم بذریعہ وحی عطافرمایا تھا، کثیر معجزات دیئے تھے اور بہت عزت اور وجاہت عطافرمائی تھی،اس کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حصول

---

[1] عثمانی، شفیع، معارف القرآن، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2008ء)، ج5، ص606تا609

علم کی غرض سے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جانے میں عار نہیں سمجھا[1] اور اس کو اپنی شان اور فضیلت کے خلاف نہیں سمجھا، قائدین اپنا محاسبہ کریں اور اپنے علم کی حقیقت کو جانتے ہوئے جو صرف حواسِ خمسہ کے ذریعے محدود ہے، اور اس علم کو حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو بڑا عالم وراہ نما سمجھتے ہوئے مزید حصول علم سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوں، تو اس طرح کرنا تکبر ہونے کی علامت اور مذموم ہے۔ جس طرح امراء قریش نے تکبر کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور فقراء مسلمین کے ساتھ علم ربانی سے گریز کیا اور آپ علیہ السلام کی مجلس علم میں بیٹھنے سے انکار کر کے اپنا ہی نقصان کیا[2]، اسی طرح قائدین بھی اس تکبر کی وجہ سے اپنا ہی نقصان نہ کر بیٹھیں۔

2. حصول علم کی سعی کریں چاہے کسی کے بھی پاس ہو اور جتنا بھی دور ہو:

علم چونکہ نور کی مانند ہے اور اس قصہ میں اللہ کے اولوالعزم نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے راہِ علم میں طویل سفر کر کے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ آپ کے پاس جتنا بھی علم ہے وہ کم ہے اور زیادہ علم حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہنا چاہیے اور حصول علم میں اپنی "انا" کو ختم کرتے ہوئے ہر انسان سے حصولِ علم کے لیے تیار رہنا چاہیے:

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا○ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا○﴾[3]

ترجمہ: اور (اس وقت کا ذکر سنو) جب موسیٰ نے اپنے نوجوان (شاگرد) سے کہا تھا کہ: میں اس وقت تک اپنا سفر جاری رکھوں گا جب تک دو سمندروں کے سنگھم پر نہ پہنچ جاؤں، ورنہ برسوں چلتا رہوں

---

[1] رازی، أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري، مفاتيح الغيب = التفسير الكبير، (الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت الطبعة: الثالثة – 1420 هـ)، ج،21، ص484

[2] ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ج3، ص143

[3] الکہف:60،61

گا۔ چنانچہ جب وہ ان کے سنگھم پر پہنچے تو دونوں اپنی مچھلی کو بھول گئے، اور اس نے سمندر میں ایک سرنگ کی طرح کا راستہ بنالیا۔

3. علم اور حکمت میں تفاوت کو قبول کرنا:

درس و تدریس کے ماحول میں اختلافات کا ہونا ایک عام بات ہے مگر اس اختلاف کی وجہ سے کوئی نفرت پیدا نہ ہو اس بات کا خیال بے حد ضروری ہے:

﴿وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ۝﴾[1]

ترجمہ: اور جن باتوں کی آپ کو پوری پوری واقفیت نہیں ہے، ان پر آپ صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں؟ موسیٰ نے کہا: ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے، اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔

حضرت موسیٰؑ کے پاس شریعت اور ظاہری علم تھا، جبکہ حضرت خضرؑ کے پاس باطنی علم اور حکمت تھی، جو ظاہر کے پیچھے پوشیدہ حقیقتوں کو سمجھتے تھے۔ سیاسی قیادت کے لیے یہ ضروری ہے کہ ایک راہ نما (سرپرست) اپنے علم کو حتمی نہ سمجھے اور اپنی ماتحتی میں کام کرنے والوں کے علم و تجربے کی قدر کرے۔ اختلافات کو قبول کرتے ہوئے ان سے سیکھنا ضروری ہے۔

4. صبر اور تحمل کی اہمیت:

سرپرست اور زیردست دونوں بحیثیت انسان مختلف نکتہ نظر کے حامل ہو سکتے ہیں اور دونوں میں اختلاف واقع ہو سکتا ہے لیکن جب یہ نوبت پیش آئے تو زیردست کو چاہیے کہ وہ سرپرست کے سامنے اپنی رائے مع دلیل پیش کرے اور یہ تمام عمل دائرہ ادب میں رہ کر بخوبی انجام دیا جائے جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے علم کے مطابق جب کشتی میں سوراخ کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رائے مختلف تھی تو آپ نے اعتراض مع سبب پیش کیا اور کہا:

---

[1] الکھف: 68، 69

﴿أَخَرَقۡتَهَا لِتُغۡرِقَ أَهۡلَهَا لَقَدۡ جِئۡتَ شَيۡـًٔا إِمۡرًا ۝﴾[1]

ترجمہ: موسیٰ بولے: ارے کیا آپ نے اس میں چھید کر دیا تاکہ سارے کشتی والوں کو ڈبو ڈالیں؟ یہ تو آپ نے بڑا خوفناک کام کیا۔

حضرت خضرؑ کی طرف سے کیے گئے غیر معمولی افعال پر حضرت موسیٰؑ نے فوری ردعمل دیا، مگر حضرت خضرؑ نے انہیں تحمل اور صبر کی تاکید کی، تاکہ وہ نتائج کا انتظار کریں۔ ایک سیاسی راہ نما (سرپرست) کے لیے ضروری ہے کہ وہ تحمل سے اپنے زیر دستوں کے اقدامات کو سمجھے اور فوراً فیصلے نہ کرے۔ زیر دست راہ نما کو بھی اپنے راہ نما کی حکمت عملی کا احترام اور صبر سے انتظار کرنا چاہیے۔

5. سرپرست اور زیر دست کے مابین اختلاف:

قصہ موسیٰ و خضر علیہما السلام سیاسی راہ نما کے لیے یہ سبق فراہم کرتا ہے کہ اختلافات کے باوجود، ایک سرپرست کو اپنے زیر دست کی صلاحیتوں کو تسلیم کرنا چاہیے اور باہمی اعتماد اور صبر کے ساتھ فیصلے کرنے چاہئیں۔ اسی طرح، زیر دست کو بھی اپنے سرپرست کی حکمت کو سمجھنے اور احترام کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ غور کیا جائے تو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسی علیہ سلام سے شرائط مقرر کرائیں۔ اتفاق ہونے کے باوجود تین مرتبہ شرائط کی پاسداری نہ ہو سکی مگر باوجود اس کے تعلیم وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔ بعد ازاں حد درجہ اختلاف یا شرائط سے روگردانی ہوتی رہے تو اس وقت جائز ہو جاتا ہے کہ جدائی کا اعلان کیا جائے۔ جیسا کہ اس قصہ میں پہلے حضرت موسی علیہ السلام نے کیا اور بعد میں حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے نکتہ نظر مع دلائل بیان کیا اور جدائی کا اعلان کرتے ہوئے کہا: قَالَ هَٰذَا فِرَاقُ بَيۡنِي وَبَيۡنِكَۚ[2]

6. ظاہر اور باطن کی پیچیدگیاں:

قصہ میں تین واقعات (کشتی کا نقصان، لڑکے کا قتل، اور دیوار کی تعمیر) ایسے ہیں جو ظاہراً غلط لگتے ہیں مگر ان کے پیچھے خدائی حکمت تھی۔ سیاسی رہنماؤں کو بھی ہمیشہ ظاہر پر نہیں جانا چاہیے بلکہ معاملات کی گہرائی میں جا کر فیصلے

---

[1] الکھف:71

[2] الکھف:78

کرنے چاہئیں۔ زیردست سیاسی رہنما کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی قیادت کے فیصلوں کو ہر حال میں سمجھنے کی کوشش کرے، چاہے وہ ظاہری طور پر قابل فہم نہ ہوں۔

7. اعتماد اور مشاورت:

حضرت موسیٰؑ اور خضرؑ کے درمیان اختلافات کے باوجود، دونوں نے ایک دوسرے کی بات کو سنا اور اسے سمجھنے کی کوشش کی۔ سرپرست سیاسی رہنما کو اپنے زیردست رہنما پر اعتماد کرنا چاہیے اور مشاورت کا ماحول پیدا کرنا چاہیے۔ زیردست کو بھی اپنی قیادت کی حکمت عملی کو چیلنج کرنے کی بجائے اعتماد کا اظہار کرنا چاہیے۔

8. حدود کا ادراک:

قصے کے اختتام پر حضرت خضرؑ حضرت موسیٰؑ سے کہتے ہیں کہ وہ اب مزید ساتھ نہیں چل سکتے کیونکہ ان کے علم اور حکمت کی حدود مختلف ہیں۔ اسی طرح ایک سیاسی سرپرست اور زیردست کے درمیان بعض اوقات فکری اختلافات یا حکمت عملی میں تضاد آ سکتا ہے، اور یہ سمجھنا ضروری ہے کہ کب اپنی راہیں جدا کرنی ہیں یا ذمہ داریاں بانٹنی ہیں۔

اس واقعہ میں ضمناً بیان ہونے والے سیاسی راہ نما کے اوصاف درج ذیل ہیں:

9. بڑوں کے اختلاف پر خاموشی اختیار کرنا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شاگرد بھی آپ کا رفیق سفر تھا اور اس قصے کا بغور مطالعہ کیا جائے تو وہ ایک اور اہم پہلو عیاں کرتا ہے کہ جب بھی حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کے درمیان اختلاف ہوا تو اس عظیم شاگرد نے ہر موقع پر مودبانہ خاموشی اختیار کر کے راہ نماؤں اور ان سے عقیدت رکھنے والے کارکنان کو یہ درس دیا ہے کہ وہ بھی بڑوں کے درمیان اختلاف واقع ہونے پر زبان بندی کو شیوۂ ادب سمجھیں۔

10. اقل الضررین کے اصول پر عمل کرنا:

کسی شخص یا قوم کو یقینی علم کی بنیاد پر بڑے نقصان سے بچانے اور اس کی ذمہ داری اپنے سر لیتے ہوئے چھوٹے اور عارضی نقصان میں مبتلا کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ جیسا کہ اصولی قاعدہ بھی ہے کہ جب دو نقصان دہ چیزوں

میں سے کسی ایک کا اختیار کرنا لازم ہو تو کم نقصان والی چیز اختیار کی جائے۔[1] حضرت خضر علیہ السلام نے بھی کم نقصان والی چیزوں کو حکمت الہی سے اختیار کیا۔

11. قضاوقدر پر صبر کرنا:

کسی چیز کے قبل از وقت ضیاع پر کف افسوس کرنا کم حوصلے کی نشانی ہوتا ہے۔ لیکن اگر اسے خالق حقیقی کی طرف سے امتحان سمجھ لیا جائے تو باقی زندگی بخوبی گذارنا کوئی مشکل نہیں ہوتا۔ اور اللہ سے نعم البدل کی امید رکھنا مستقبل کے بڑے فیصلوں کیلیے مثبت کردار ادا کرتا ہے۔ جیسا کہ خضر علیہ السلام نے کہا کہ "اللہ نے اس بچہ کے والدین کے ساتھ بہتری کا ارادہ کیا تھا"۔[2]

---

[1] رازی،أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري، مفاتيح الغيب = التفسير الكبير، (الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت الطبعة: الثالثة - 1420 هـ ج21، ص490

[2] الکہف:81

مبحث چہارم: قصہ ذوالقرنین سے سیاسی راہ نما کے اوصاف:

یہ قصہ چونکہ ذوالقرنین کے متعلق استفسار کی وجہ سے نازل ہوا۔ تو اس قصہ میں قریش مکہ کو ذوالقرنین کی تاریخ بتانے کی بجائے ان کی زندگی کے متعلق کچھ اہم واقعات بیان فرمائے ہیں جس کے ضمن میں رشد و ہدایت کا پہلو ہے کیوں کہ قرآن مجید بنیادی طور پر کوئی تاریخی یا جغرافیائی کتاب نہیں بلکہ یہ کتاب ہدایت ہے۔[1]

خلاصہ قصہ:

یہ واقعہ سورہ الکہف کی آیت 83 سے 98 تک بیان ہوا ہے۔ یہ ایک ایسے بادشاہ کی جنگی مہمات کا قصہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اسباب و وسائل اور قوت و طاقت کی فراوانی سے نوازا تھا۔ وہ شرق و غرب کے ممالک کو فتح کرتا ہوا ایک ایسے پہاڑی درے پر پہنچا جس کی دوسری جانب یاجوج وماجوج تھے، جن کا شیوہ ہی لوگوں کو نقصان پہنچانا تھا۔ اس بادشاہ نے یاجوج وماجوج کا راستہ بند کرنے کے لیے اپنی قوت و طاقت اور علم و حکمت کے استعمال سے نہایت مضبوط بند تعمیر کیا۔ وہ اللہ کو ماننے والا اور آخرت پر یقین رکھنے والا نہایت نیک شخص تھا وہ نفس پرست اور دولت کا حریص نہیں تھا۔ اس سورت کے گذشتہ قصوں میں "راہ نماؤں" کے عقائد، ان کے اخلاق، سماجی، معاشی و معاشرتی پہلوؤں کو بتفصیل بیان کیا گیا اور اس کے علاوہ تعلیمی میدان میں پیش آمدہ مسائل کا بھی ازالہ کیا گیا ہے۔[2]

چونکہ آج کا نوجوان راہ نما ہی کل کا حکمران ہے اور اسی نے مناصب شاہانہ پر متمکن ہونا ہوتا ہے۔ جہاں اسے حکمت و دانائی، علم و عمل اور قوت و طاقت کا صحیح اور مناسب استعمال کرنا ہوتا ہے۔ یہاں اس قصے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسے نوجوانوں کی تربیت کے لیے دو اہم اصول بیان کیے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1. زمین میں اِقتدار کا بخشا جانا:

﴿اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ﴾[3]

---

[1] البقرہ:185

[2] اليمني، محمد بن علي بن محمد بن عبد الله الشوكاني، فتح القدير، (الناشر: دار ابن كثير، دار الكلم الطيب – دمشق، بيروت الطبعة: الأولى – 1414 هـ)، ج6، ص337تا338

[3] الکہف:84

ترجمہ: بے شک ہم نے اسے (زمانہ قدیم میں) زمین پر اقتدار بخشا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں ذوالقرنین کو زمین پر اقتدار بخشنے کا ذکر فرمایا ہے، بلاشبہ انہیں ایک عظیم لیڈر کی صلاحیتوں سے نوازا گیا تھا، انہیں امور مملکت کے تمام اسرار ورموز سے آگاہ کیا گیا تھا۔ زمانہ قدیم میں ان کی ایک مضبوط اور طاقت ور سلطنت قائم تھی۔ دنیا میں ان کی قوت کا ڈنکا بجتا تھا، وہ اللہ کے نیک وصالح بندہ ہونے کے ساتھ ساتھ فاتح افواج کے سپہ سالار بھی تھے۔ اگرچہ بعض مفسرین انہیں سکندر اعظم تصور کرتے ہیں، لیکن قرآنی نکتہ نظر سے کہیں بھی ایسا ثابت نہیں ہوتا۔ تاہم ذوالقرنین اس قدر اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل تھے کہ بطور عظیم حکمران، ان کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ یہاں اس امر سے آگاہ کیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، وہ ذات باری تعالیٰ آج بھی ایسے بندے پیدا فرما سکتا ہے جو امت مرحومہ کو انقلاب آشنا کر سکیں، بشرطیکہ قوم سچے دل کے ساتھ ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صبر واستقامت کے ساتھ باطل کے خلاف اٹھ کھڑی ہو۔[1]

صاحب اقتدار حق پر رہے اور اس کی ابلاغ وترویج بھی کرے:

جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو عقل ودانش، اسباب ووسائل، قوت وطاقت علم وحکمت کی فراوانی اور حکومت سے نوازے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ کا طابع فرمان رکھے اور اپنے زیر اثر لوگوں کو بھی صحیح راہ کی طرف متوجہ کرتا رہے، اور انہیں اللہ کی طرف سے بتائی گئی حدود وقیود کا پابند بنائے۔ یہ طریقہ اللہ کے اس نیک بندے ذوالقرنین کا تھا کہ آپ وسیع حکومت اور بادشاہت ہونے کے باوجود مختلف لوگوں کے پاس جاتے تھے اور انکے مسائل کی اصلاح کرتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ لوگوں کو اللہ کی طرف خوف ورجاء کے ذریعے بلایا جائے۔

2. وسائل وآسباب کا عطا کیا جانا اور لوگوں کی خبر گیری رکھنا:

﴿وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا﴾[2]

ترجمہ: اور ہم نے اس (کی سلطنت) کو تمام وسائل واسباب سے نوازا تھا۔

---

[1] قادری، حسن محی الدین، وحدت واجتماعیت اور ہماری تحریکی زندگی، (لاہور: منہاج القرآن پرنٹرز، 2017)، ص 77

[2] الکہف: 84

یہاں ذوالقرنین کو اسباب و وسائل عطا کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔اس دور کے تقاضوں کے مطابق اس کی سلطنت ہر لحاظ سے خود کفیل اور مضبوط تھی۔ جہاں انہیں اقتدار کی نعمت عطا کی گئی تھی وہیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی بھلائی و بہتری کے لیے اپنے اس بندے کو وسائل واسباب سے بھی خوب نواز رکھا تھا، تاکہ مخلوق الٰہی کی ضرورتوں اور حاجتوں کو اللہ کی عطا کی گئی نعمتوں سے پورا کیا جائے اور اس ضمن میں اسے کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

3. ذوالقرنین کی مغربی اور مشرقی مہمات کا بیان:

﴿فَاَتْبَعَ سَبَبًا۝﴾[1]

ترجمہ: پھر وہ ایک (اور) راستے پر چل پڑا۔

یہ آیت کریمہ ذوالقرنین کی مہمات پر روانہ ہونے کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔وہ کبھی مغرب کی انتہا پر واقع آبادی کی طرف سفر کرتے ہیں اور کبھی مشرق کی انتہا پر واقع آبادی کی طرف پہنچنے کا عزم کرتے ہیں، وہ اس دوران مختلف ممالک اور اقوام کے احوال کا مشاہدہ کرتے ہیں، وہ اعلائے کلمۃ الحق کرنے کے ساتھ ساتھ قوموں کے احوال کو سنوارتے، مظلوموں، محکوموں، محتاجوں اور محروموں کی مدد کرتے ہوئے انہیں شر پسند عناصر کے سامنے سینہ سپر کرتے نظر آتے ہیں، وہ لوگوں کو وحشی اقوام کے شر سے بچانے کے لیے دیوار تعمیر کرتے ہیں، وہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے کرتے ہیں۔

4. ظالم قوم کی طرف پہلا سفر:

حضرت ذوالقرنین نے باطل کے خلاف متواتر کئی مہمات کامیابی سے سر کیں۔اس ضمن میں ان کے پہلے سفر کا آغاز قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے کرتے ہیں:

﴿حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ط قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا۝﴾[2]

---

[1] الکہف:85

[2] الکہف:86

ترجمہ: یہاں تک کہ وہ غروب آفتاب (کی سمت آبادی) کے آخری کنارے پر جا پہنچا وہاں اس نے سورج کے غروب کے منظر کو ایسے محسوس کیا جیسے وہ (کیچڑ کی طرح سیاہ رنگ) پانی کے گرم چشمہ میں ڈوب رہا ہو اور اس نے وہاں ایک قوم کو (آباد) پایا۔ ہم نے فرمایا: اے ذوالقرنین! (یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے) خواہ تم انہیں سزا دو یا ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

ذوالقرنین مغرب کی سمت چلتے چلتے ایسی جگہ پہنچے جہاں انہوں نے سورج کے غروب ہونے کا منظر دیکھا۔ اللہ رب العزت انہیں پہلے غروب آفتاب دکھا رہا ہے، اور پھر طلوع آفتاب دکھائے گا۔ حالانکہ منطقی لحاظ سے دیکھا جائے تو پہلے مشرق سے سورج طلوع ہوتا ہے، اور پھر مغرب میں غروب ہوتا ہے۔ بظاہر مشرق کا ذکر پہلے اور مغرب کا ذکر بعد میں ہونا چاہیے تھا، دراصل یہاں یہ بتانا مقصود تھا کہ جب کسی قوم کے مسیحا کو بھیجنے کا وقت آتا ہے تو وہ مسیحا تب آتا ہے جب قوم کے عروج کا سورج غروب ہو چکا ہوتا ہے۔ جب قوموں پر زوال آتے ہیں تو پھر ظلم کی سیاہ رات چھا جاتی ہے، اس شبِ ظلمت میں ظالم، غاصب اور استحصالی قوتوں کے شکنجے عوام کو جکڑ کر اُن کے حقوق چھین لیتے ہیں، پھر وہ لوگ غروب آفتاب کی مانند سیاہ رنگ کے پانی میں ڈوب رہے ہوتے ہیں۔[1]

اس آیت میں اس قوم کی زبوں حالی کو بیان کیا جا رہا ہے، جو فسق و فجور کا شکار ہو چکی تھی، اس میں سرکشی اور بغاوت عام تھی، ان کے ہاں ہر طرف خود غرضی، لاقانونیت اور بد اخلاقی کا دور دورہ تھا، اس معاشرے میں انسانیت اور حمیت مفقود ہو چکی تھی، اور ہر جانب ظلم و ستم کا بازار گرم تھا، یہ وہ قوم تھی جس کا اخلاق، امانت و دیانت کا سورج غروب ہو رہا تھا۔ یہ سنت الٰہیہ ہے کہ جہاں ظلم و ستم کی انتہا ہو جائے اور اخلاقی حالت تباہی کے کنارے پر پہنچ جائے، تو اس کی گرفت سے قبل اتمام حجت کے طور پر ان کی اصلاح کے لیے کسی مصلح اور مسیحا کو بھیجا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں ان کی سرکشی پر ذوالقرنین کو فرمایا کہ یہ تمہاری مرضی ہے کہ انہیں سزا دو یا ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔[2]

5. حق کا معیار اور قائدانہ صلاحیت:

یہ بات بڑی غور طلب ہے کہ ذوالقرنین اس قوم کے پاس پہنچے جو ظلم و ستم اور بے راہ روی کا شکار ہو چکی تھی۔ فسق و فجور ان کا وطیرہ تھا اور وہ بربادی کے گڑھے میں گر چکی تھی، وہ لوگ اپنی سیاہ کرتوتوں کے باعث سزا کے

---

[1] قادری، حسن محی الدین، وحدت واجتماعیت اور ہماری تحریکی زندگی، (لاہور: منہاج القرآن پرنٹرز، 2017)، ص80

[2] قادری، حسن محی الدین، وحدت واجتماعیت اور ہماری تحریکی زندگی، (لاہور: منہاج القرآن پرنٹرز، 2017)، ص81

مستحق ہو چکے تھے، اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کو اختیار عطا فرمایا کہ یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے، چاہے تو انہیں ان کے بد اعمال کی سزا دو یا پھر ان سے اچھا سلوک کرو، اگر ان کا مواخذہ کرنا چاہو تو پھر ان کو کٹہرے تک پہنچا کر عذاب الٰہی کا انتظار کرو اور اگر ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہو، تو انہیں معاف کرتے ہوئے ان کی تربیت کا نظام وضع کرو اور ان کی کردار سازی کرو، یہ اس لیے ہوا کہ انہیں سمجھانے اور سکھلانے والا کوئی راہ نما میسر نہیں تھا۔[1] اس مقام پر ذوالقرنین کی بات کو قرآن حکیم نے یوں بیان فرمایا:

﴿قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا﴾[2]

ترجمہ: ذوالقرنین نے کہا: جو شخص (کفر و فسق کی صورت میں) ظلم کرے گا تو ہم اسے ضرور سزا دیں گے، پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا، پھر وہ اسے بہت ہی سخت عذاب دے گا۔

ذوالقرنین نے سزا دینے سے پہلے ضروری خیال کیا کہ اتمام حجت کے لیے، ایک نظام العمل دیا جائے تاکہ اس دستور کے بعد، اگر کسی نے حکم عدولی کی، تو وہ عذاب کا مستحق ہو گا۔ ذوالقرنین اپنے ایک اشارے پر اس ظالم و جابر طبقے کا مواخذہ کر کے، ان کو کٹہرے تک پہنچا سکتے تھے مگر اصل حکمت تو تدبر، سیاست اور فراست میں ہے۔ اللہ رب العزت نے ذہنی صلاحیت دی ہے تو پہلے ذہن استعمال ہو گا، اور اللہ کی عطا کردہ اہلیت استعمال ہو گی۔ حقیقی سیاسی صلاحیت کا حامل سیاسی راہ نما وہ ہوتا ہے جو ڈرانے سے پہلے قوم کو جملہ خرابیوں کا ایک حل تجویز کرتا ہے، اور انہیں ایک باضابطہ نظام دیتا ہے، جس پر عمل پیرا ہو کر قوم کامیابی سے ہم کنار ہو سکے۔[3]

جب ذوالقرنین کو دو اختیار دیے گئے تو انہوں نے جو کچھ قوم سے کہا اُسے قرآن مجید یوں بیان کرتا ہے:

﴿وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨ الْحُسْنٰى ۚ وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا﴾[4]

ترجمہ: اور جو شخص ایمان لے آئے گا اور نیک عمل کرے گا تو اس کے لیے بہتر جزا ہے اور ہم (بھی) اس کے لیے اپنے احکام میں آسان بات کہیں گے۔

---

[1] ایضا

[2] الکہف:87

[3] قادری، حسن محی الدین، وحدت واجتماعیت اور ہماری تحریکی زندگی، (لاہور: منہاج القرآن پرنٹرز، 2017)، ص82

[4] الکہف:88

دوسرے لفظوں میں جو صاحب ایمان ہو گیا، امن کا پیکر بن گیا اور اپنی زندگی کو سنوار گیا، وہ اگر اعمالِ صالحہ بجالائے گا تو اس کے لیے جہاں اس دنیا میں آسانیاں ہوں گی، اسے عہدے، مرتبے، عزت اور سربلندی ہو گی، وہاں آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسی لازوال نعمتیں مہیا فرمائے گا، جس کا دنیا کی زندگی میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی شرط یہ ہے کہ وہ دنیا میں زہد و تقویٰ اختیار کرے اور سوز و گداز کا پیکر ہو جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اصلاح احوال کے لیے سب کو ایک ہی چھڑی سے نہیں ہانکا جاتا، بلکہ عدل اور انصاف پر مبنی نظام قائم کیا جاتا ہے۔ اگر ظالم کو انجام تک پہنچاتے ہیں تو اگر کوئی معافی مانگنے آجائے تو پھر ابو سفیان کی طرح اسی کے گھر کو دار الامن بھی بنا دیتے ہیں۔ اہل تفسیر بیان کرتے ہیں کہ ذوالقرنین نے اس معاشرے کو ان کے حال پر نہیں چھوڑا بلکہ ان پر اصلاحات کا پورا نظام نافذ کیا۔ ان کی قیادت کرتے ہوئے تربیت کے ذریعے انہیں ایک قوم بنا دیا۔ وہ منتشر معاشرہ جو سیدھی راہ سے بھٹکا ہوا تھا، اسے اپنی راہ نمائی میں ایک منظم قوم بنا کر، صراط مستقیم پر گامزن کر دیا۔ چنانچہ حقیقی راہ نما وہ ہوتا ہے جو صرف مرض کو نہیں دیکھتا، بلکہ مرض کی تشخیص کر کے اس کا شافی علاج بھی کرتا ہے اور شفایابی کے حصول تک اس کی مسیحائی بھی کرتا ہے۔

6. بے بس قوم کی طرف سفر:

ذوالقرنین کے دوسرے سفر کا حال بیان کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا۝﴾[1]

ترجمہ: یہاں تک کہ وہ طلوع آفتاب (کی سمت آبادی) کے آخری کنارے پر جا پہنچا، وہاں اس نے سورج (کے طلوع کے منظر) کو ایسے محسوس کیا (جیسے) سورج (زمین کے اس خطہ پر آباد) ایک قوم پر اُبھر رہا ہو جس کے لیے ہم نے سورج سے (بچاؤ کی خاطر) کوئی حجاب تک نہیں بنایا تھا (یعنی وہ لوگ بغیر لباس اور مکان کے غاروں میں رہتے تھے)۔

---

[1] الکہف:90

ذوالقرنین مغرب کے بعد مشرق کی سمت اس آبادی میں پہنچے جہاں سورج کے طلوع ہونے کا منظر عیاں تھا۔ وہاں ایک ایسی قوم کو پایا جن کے جسموں پر لباس تک نہ تھا،ان کے پاس سر چھپانے کے لیے چھت تک نہ تھی، بے سہارا، کم زور اور لاچار لوگ جانوروں کی طرح غاروں میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ یہاں ذوالقرنین نے اس قوم کی تربیت کی،ان کے لیے لباس اور چھت کا بندوبست کیا،اور عزت کے ساتھ زندگی گزارنے کے جوہر سکھائے، اوراس قوم کی تمام ضروریات کی کفالت کا انتظام کیا۔[1]

ذوالقرنین کے اس سے واقعہ یہ سبق ملتا ہے کہ حقیقی سیاسی راہ نما وہی ہوتا ہے جو کہ نہ صرف قوم کی درماندگی کے مرض کی تشخیص کرے، بلکہ اس کا علاج کر کے انہیں ایک باوقار، باعزت اور باحمیت قوم میں تبدیل کرتے ہوئے،اس کی تمام پریشانیوں اور رنج وآلام کو دور کرنے کے اسباب بھی پیدا کرے۔

اس پر اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿كَذٰلِكَ ؕ وَقَدۡ اَحَطۡنَا بِمَا لَدَيۡهِ خُبۡرًا۝﴾[2]

ترجمہ: واقعہ اسی طرح ہے اور جو کچھ اس کے پاس تھا ہم نے اپنے علم سے اس کا احاطہ کر لیا ہے۔

یعنی ہم نے ذوالقرنین کو اُس قوم کے احوال کی مکمل خبر دی تھی خواہ اس کا تعلق سیاست، عدل وانصاف، جرأت وقوت یا انتظامی امور سے تھا، یہ سب کچھ ہم نے ذوالقرنین کو عطا کر دیا تھا۔ اللہ رب العزت اب قوموں کا حال بتاتے ہوئے بار بار ذوالقرنین کی جرأت اور قوت کا ذکر فرماتا ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ ایک قوم کے بعد دوسری قوم کو دیکھ کر وہ گھبرا جائیں گے،ان کے سامنے چاہے جتنی مرضی قومیں آجائیں اُن کے لیے مسئلہ نہیں ہوتا۔

7. بے شعور قوم کی طرف تیسرا سفر:

ذوالقرنین کے بے شعور قوم کی طرف تیسرے سفر کا احوال کا ذکر قرآن مجید یوں کرتا ہے:

﴿ثُمَّ اَتۡبَعَ سَبَبًا۝﴾[3]

---

[1] قادری، حسن محی الدین، وحدت واجتماعیت اور ہماری تحریکی زندگی، (لاہور: منہاج القرآن پرنٹرز، 2017)، ص84

[2] الکہف:91

[3] الکہف:92

ترجمہ:(مشرق میں فتوحات مکمل کرنے کے بعد) پھر وہ (ایک اور) راستہ پر چل پڑا۔

ذوالقرنین نے اپنے سفر کو ختم نہیں کیا بلکہ لوگوں کے اصلاحِ احوال کی خاطر انہوں نے اپنے سفر کو جاری رکھا۔ یہاں تک کہ وہ ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو بالکل اجنبی تھی۔اس کا ذکر قران مجید نے یوں فرمایا ہے:

﴿حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا﴾[1]

ترجمہ: یہاں تک کہ وہ (ایک مقام پر) دو پہاڑوں کے درمیان جا پہنچا اس نے ان پہاڑوں کے پیچھے ایک ایسی قوم کو آباد پایا جو (کسی کی) بات نہیں سمجھ سکتے تھے۔

ذوالقرنین نے پہلا سفر ظالم قوم کی طرف کیا، انہوں نے دوسرا سفر بے بس قوم کی طرف کیا اور ان کا تیسرا سفر ایسی قوم کی طرف تھا جسے کسی مسیحا کی تلاش تھی، اگرچہ اس بارے میں انہیں کچھ سمجھ بوجھ نہیں تھی کہ کسی دوسرے کی بات سمجھ سکتے ہیں، شاید وہ اپنے دور کے علاقے کے بدو ہوں گے مگر ان کے اندر جرأت، قوت اور حمیت تھی، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں ایک مسیحا کی تلاش بھی تھی جو ان کی مدد کر سکے۔ جب ذوالقرنین وہاں پہنچے تو انہوں نے کہا کہ یاجوج ماجوج قوم نے فساد انگیزی کی انتہا کر دی ہے۔

قرآن بیان کرتا ہے:

﴿قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا﴾[2]

ترجمہ: انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج اور ماجوج نے زمین میں فساد بپا کر رکھا ہے تو کیا ہم آپ کے لیے اس (شرط) پر کچھ مالِ (خراج) مقرر کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک بلند دیوار بنا دیں۔

ذوالقرنین کو اس قوم نے بطور مسیحا سمجھنے میں دیر نہیں کی، انہیں دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ یہی وہ نجات دہندہ ہے جو ہمیں اس وحشی قوم سے نجات دلا سکتا ہے، چنانچہ انہوں نے عرض کی کہ آپ کچھ مال کی شرط پر ہمارے اور یاجوج ماجوج کی قوم کے درمیان دیوار بنا دیں۔ جب اس قوم نے دیکھ لیا کہ وہ مسیحا جس کی تلاش میں ہم مارے مارے پھر

---

[1] الکہف:93

[2] الکہف:94

رہے تھے، آگیا ہے تو کہتے ہیں کہ اے ذوالقرنین ! انہوں نے ہم پر بڑا ظلم کر دیا، وہ ہماری فصلیں بھی کھا گئے ہیں، خدارا آپ ہمارے اور اُن کے درمیان ایک بلند دیوار تعمیر کر دیں تاکہ ان کی دخل اندازی بند ہو سکے، اس کام کے عوض ہم آپ کو خراج دینے کے لیے بھی تیار ہیں۔[1]

غرض ولالچ سے بے نیازی:

اللہ تعالیٰ اس مقام پر بے غرض اور لالچ سے بے نیاز قائد کی نشانی بتاتا ہے۔ وہ ذوالقرنین کی اسی بات سے عیاں ہے:

﴿قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ رَدْمًا ○ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ○ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ○﴾[2]

ترجمہ: (ذوالقرنین نے) کہا: مجھے میرے رب نے اس بارے میں جو اختیار دیا ہے (وہ) بہتر ہے، تم اپنے زورِ بازو (یعنی محنت و مشقت) سے میری مدد کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دوں گ۔ تم مجھے لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لا دو، یہاں تک کہ جب اس نے (وہ لوہے کی دیوار پہاڑوں کی) دونوں چوٹیوں کے درمیان برابر کر دی تو کہنے لگا (اب آگ لگا کر اسے) دھونکو، یہاں تک کہ جب اس نے اس (لوہے) کو (دھونک دھونک کر) آگ بنا ڈالا تو کہنے لگا: میرے پاس لاؤ (اب) میں اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈالوں گا۔ پھر ان (یاجوج اور ماجوج) میں نہ اتنی طاقت تھی کہ اس پر چڑھ سکیں اور نہ اتنی قدرت پا سکے کہ اس میں سوراخ کر دیں۔

ذوالقرنین نے ان سے کہا کہ مجھے میرے رب نے بہت نوازا ہے، مجھے تم سے کوئی لالچ نہیں، تم مال و زر کی بجائے اپنے زورِ بازو سے میری مدد کرو، مجھے تمہاری طرف سے حوصلہ مندی، محنت و مشقت اور کچھ کر گزرنے کا حوصلہ چاہیے، کیونکہ جو قوم محنت و مشقت سے عاری ہو جائے تو ذلت و رسوائی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

---

[1] قادری، حسن محی الدین، وحدت و اجتماعیت اور ہماری تحریکی زندگی، (لاہور: منہاج القرآن پرنٹرز، 2017)، ص 88

[2] الکہف: 95تا97

قوم کی ضروریات کو سمجھنا:

ایک طرف وہ قوم ہے جو بات سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی اور دوسری طرف قیادت کو دیکھیں کہ ایک کند ذہن اور کم صلاحیت رکھنے والی قوم سے وہ ایک عظیم دیوار بنوا رہے ہیں۔ قیادت وہ ہوتی ہے جس کے سامنے جو بھی قوم دے دی جائے، اس سے کام لے لیں۔ بشرطیکہ اس کے پاس حیا کا علم ہو، وفا کا علم ہو، دوستی ہو، ساتھ چلنے اور آگے بڑھنے کا ارادہ ہو، پھر انقلاب بھی آ جاتا ہے اور نظام بھی تبدیل ہو جاتا ہے، جس سے سلامتی، آسودگی، معاشی و معاشرتی اور سیاسی استحکام تہذیب و تمدن اور فلاح و بہبود کی ایسی دیوار قائم ہو جاتی ہے، جس سے ٹکرا کر شرپسندی چورا چورا ہو جاتی ہے۔

8. ذوالقرنین کی انتظامی استعداد:

اس قوم میں قیادت، نظام، بصیرت اور منشور کی کمی تھی، وہ فہم، شعور اور عقل سے بھی لا بلد تھے۔ اب یہاں ذوالقرنین کی حکمت اور دانائی شروع ہوتی ہے، انہوں نے کہا:

﴿اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ۝﴾[1]

ترجمہ: تم مجھے لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لا دو، یہاں تک کہ جب اس نے دونوں چوٹیوں کے درمیان والے حصے کو برابر کر دیا تو کہنے لگا: (اب آگ لگا کر اسے) دھونکو، یہاں تک کہ جب اس نے اس (لوہے) کو (دھونک دھونک کر) آگ بنا ڈالا تو کہنے لگا: (اب) میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ جو میں اس پر ڈالوں گا۔

مفسرین نے بیان کیا کہ وہ لوہے اور تانبے کے ٹکڑوں تک کو نہیں جانتے تھے، چنانچہ ذوالقرنین نے لوہے اور تانبے کے ٹکڑوں کے حصول کے لیے پورا نظام وضع کیا، اور پوری قوم کو اس میں مہارت دی، آپ نے خام لوہے کی تیاری کے لیے ایک طبقے کو تیار کیا، پھر اسے باقاعدہ لوہے کی شکل دینے اور بلاک بنانے کے لیے ایک علیحدہ طبقہ تیار کیا، جب بلاکس رکھ دیے گئے تو لوہے میں آگ لگانے کے کام مرحلہ آیا اور پھر اس میں تانبے کو تیار کر کے ڈالا گیا، اس

[1] الکہف:96

سے معلوم ہوا کہ سیاسی راہ نما کا کام افرادی قوت کو تیار کر کے ان کی تربیت کرنا ہے، ان کے لیے نظام وضع کرنا اور ہر مرحلے پر ان کی راہ نمائی کرنا ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہر کارکن کو اس کی صلاحیتوں کے مطابق استعمال کیا جائے، تاکہ جب سب کچھ تیار ہو جائے، تو پھر اپنی صلاحیتوں پر اترائے نہیں بلکہ عرض کرے یہ سب میرے رب کی جانب سے رحمت ہے، عجز و انکساری کا پیکر بنے بغیر کام کا نتیجہ حاصل نہیں ہوتا۔[1]

جدید ٹیکنالوجی اور علم و فن کی مہارت کا عوامی مفاد کے لیے استعمال:

ذوالقرنین کے پاس اس وقت کی جدید ترین ٹیکنالوجی موجود تھی اور مال و متاع بھی کثرت سے تھا اس لیے آپ نے لوگوں سے یاجوج و ماجوج کے فتنہ کے دفاع میں ایک دیوار بنائی جس میں اس نے اپنے وقت کی جدید ٹیکنالوجی استعمال کرتے ہوئے لوہا اور تانبا پگھلا کر ایک ایسی دیوار کھڑی کر دی جس سے لوگ یاجوج و ماجوج کے شر سے محفوظ ہوئے۔ اس مثال سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ہر صاحب اقتدار کو چاہیے کہ وہ عوام کی فلاح و بہبود میں اپنے مالی، علمی اور سائنسی وسائل کو استعمال کرے اور عصر حاضر میں ظہور شدہ جدید طرق شر اور فتن سے حق کا دفاع کرتا رہے اور اس تمام عمل میں اگر عوام کی مدد درکار ہو تو اسے حاصل کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کرے جس طرح ذوالقرنین نے لوگوں سے افرادی قوت حاصل کی، اور حکومت و عوام دونوں اس دفاعی عمل کا حصہ بنے اور دونوں شر سے محفوظ ہو گئے۔

9. واقعہ ذوالقرنین کی روشنی میں دیگر اوصاف قیادت

واقعہ ذوالقرنین کا مطالعہ ایسے اوصاف بیان کرتا ہے جو ایک سیاسی قائد کے لیے اساسی اور بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ سیاسی راہ نما وہ ہوتا ہے جو حق سے بھٹکی ہوئی بدحال قوم کو بے آسرا نہیں چھوڑتا۔ وہ اس زبوں حال قوم کے اصل مرض کی تشخیص کرتا ہے، پھر ایک ہمہ گیر جدوجہد سے اس کا علاج کر کے شفایابی تک مسلسل راہ نمائی کرتا ہے۔

سیاسی راہ نما بطور مسیحا:

مقہور و مجبور قوم کی زبوں حالی اسے مسلسل بے چین و بے قرار رکھتی ہے۔ وہ لوگوں میں باطل کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا حوصلہ پیدا کرتا ہے۔ مایوسی و ناکامی کا لفظ اس کی لغت میں نہیں ہوتا۔ وہ اتمام حجت کے لیے ہر طبقے

---

[1] قادری، حسن محی الدین، وحدت و اجتماعیت اور ہماری تحریکی زندگی، (لاہور: منہاج القرآن پرنٹرز، 2017)، ص 91

کو دعوت فکر دیتاہے اور لوگوں کو ان کے اعمال کے حوالے سے بروقت اچھے یا بُرے انجام سے آگاہ کرتا ہے۔ اپنی جدو جہد میں اس کی نظر اللہ تبارک و تعالیٰ کے کرم پر ہوتی ہے، وہ دنیوی مال و متاع کا حریص ہر گز نہیں ہوتا۔ اس کی حیثیت لاچار اور مجبور قوم کے لیے ایک مسیحا کی سی ہوتی ہے۔ وہ انہیں اپنے جرأت کردار سے امید لے کر روشن افق کی خبر دیتاہے اور عزت و وقار کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے ہنر سکھاتا ہے۔

کارکنان کی اصلاح کرنا:

وہ ایسے نظام عمل سے متعارف کرواتا ہے کہ جس پر چلتے ہوئے منزل تک پہنچنا ان کے لیے ناممکن نہیں رہتا۔ ایسا قائد اپنے کارکنوں کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتا، بلکہ ان کے احوال کو بدلنے میں شب و روز کوشاں رہتا ہے۔ وہ اپنی شخصیت، کردار اور فکر سے اُن کی تربیت کرتا ہے اور اس کی تربیت ہر پہلو میں فیض رسانی کا باعث ہوتی ہے۔ حقیقی لیڈر وہی ہوتا ہے جو اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے معاشرے کو ہزاروں لیڈر دے جاتا ہے۔ اس کا ہر متحرک ساتھی اپنے قائد کی قائدانہ صلاحیتوں کا نمونہ بن جاتا ہے۔ ان کے قلوب و اذہان پر اپنے قائد کی صفات، توجہات اور قائدانہ صلاحیتوں کا رنگ جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔

عوام میں حکمت و شعور بیدار کرنا:

اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کو زمین میں اقتدار اور تمکن بخشا تھا۔ تمام وسائل و اسباب سے نوازا تھا، جن کو انہوں نے لوگوں کی بہتری، اصلاح اور سلامتی کے لیے بے غرض استعمال کیا۔ انہوں نے ظالموں کی سرکوبی، بے بس محکوموں کی دادرسی اور بے شعور لوگوں کو فہم و بصیرت سے ہم کنار کرنے کے لیے پے در پے سفر کیے۔ یاجوج ماجوج کے فتنے سے محفوظ کرنے کے لیے بصیرت سے بے بہرہ قوم کو لوہا اور تانبا دریافت کرنے، اور پھر اسے پگھلانے جیسے پیچیدہ طریقہ کار کی حکمت عملی سے روشناس کرایا۔ اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ لیڈر ایسا نہیں ہوتا جو حکم دے کر گھر بیٹھ جائے، بلکہ ضروری ہے کہ انہیں اپنے ساتھ ملا کر انقلابی راہ پر چلنا سکھائے۔ باقاعدہ نظام وضع کر کے اسے چلانے کے لیے ماہرین تیار کرے اور جب انقلاب کے لیے عوامی تیاری کر کے ساتھ میدان میں اترے تو اپنا بھروسہ صرف اللہ پر رکھے اور عجز و انکساری کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے۔

چنانچہ جب ذوالقرنین نے لوہے اور تانبے کو پگھلا کر یہ دیوار تعمیر کر دی تو فرمایا:

﴿قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ ﴾[1]

ترجمہ:(ذوالقرنین نے) کہا: یہ میرے رب کی جانب سے رحمت ہے۔

ولی صفت سیاسی راہ نما کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ قوم کو امن و آشتی سے ہم کنار کرتا ہے۔انہیں ایک نظام میں پرو کر ایسی مضبوط دیوار کی مانند بنا دیتا ہے جسے قیامت تک قائم رہنا ہے۔اپنی اس جد وجہد کے نتیجے میں حاصل کی گئی کامیابی کو وہ اللہ رب العزت سے منسوب کرتا ہے جیسے ذوالقرنین نے فرمایا کہ دیوار کی تعمیر میرے رب کی جانب سے ایک رحمت ہے۔

---

[1] الکہف:98

خلاصۂ باب:

اس باب میں سورہ الکہف کے چار قصص کا تفصیلی جائزہ لیا گیا جہاں تمہید کے طور پر سورہ کا مختصر تعارف بھی پیش کیا گیا۔ بعدازاں سورہ میں مذکور قصص سے راہ نما کے اوصاف کا استنباط کیا گیا ہے۔ مندرجہ بالا اوصاف کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا مناسب ہو گا کہ ان قصص میں راہ نماؤں کی مختلف نوعیت سے تربیت واصلاح کی گئی ہے اور ان سب کی اساس عقیدہ و ایمان ہے جس کے بعد اخلاقی و معاشرتی امور کی اصلاح کرتے ہوئے دوسرے قصہ میں معاشرے میں موجود ایک اہم اخلاقی مرض "تکبر" کی تشخیص، اسکے اسباب اور ان کا حقیقی علاج بیان کیا گیا ہے جنہیں سامنے رکھتے ہوئے وہ جو قائدین کثرت مال ودولت ہونے کے باوجود معاشرے میں موجود کمزور طبقات کو ان کا انسانی مقام و مرتبہ دینے کو تیار نہیں ہوتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ رحم و شفقت اور احسان کا برتاؤ نہیں کرتے ہیں انہیں اس تکبر سے بعرہنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ تیسرے قصہ میں علمی میدان میں درپیش مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے کہ علم پر تکبر سے بچا جائے اور ساتھ ہی یہ بھی باور کرایا گیا ہے کہ ہمیں ہر وقت مزید حصول علم کرنا چاہیے اور استاد کو اسکا مقام و مرتبہ دیا جانا چاہیے جو کہ ناپید ہوتا جارہا ہے اور اگر طلبہ واستاد میں اختلاف ہو تو اسے بھی احسن انداز سے ختم کیا جانا چاہیے اور فراق وجدائی کی نوبت آئے تو بھی احسن انداز سے خیر باکہنا چاہیے۔ آخری قصہ "ذوالقرنین" میں واضح کر دیا گیا ہے کہ کوئی راہ نما علم وحکمت سے آراستہ ہو کر سائنسی بلندیوں تک پہنچ جائے یا پھر وہ اقتدار وحکومت کی عظیم الشان عمارتوں میں پہنچ جائے تو اسے اپنی قوت وطاقت عام لوگوں کے دفاع اور ان کی بھلائی کے لیے استعمال کرنی چاہیے اور اپنی رعایہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور ان کی اصلاح کرتا رہے۔

باب چہارم

سورہ یوسف اور سورہ الکہف میں مذکور سیاسی راہ نما کے اوصاف کی عصری تطبیق

فصل اول: سورہ یوسف میں مذکور سیاسی راہ نما کے اوصاف کی عصری تطبیق

فصل دوم: سورہ الکہف میں مذکور سیاسی راہ نما کے اوصاف کی عصری تطبیق

باب چہارم:

سورہ یوسف اور سورہ الکہف میں مذکور سیاسی راہ نما کے اوصاف کی عصری تطبیق

قرآن پاک میں حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ حکمت، ہمدردی، انصاف اور قیادت کی ایک بے مثال داستان ہے، جو عصر حاضر کے سیاسی راہ نماؤں کے لیے قابل قدر بصیرت پیش کرتی ہے۔ سورہ یوسف موثر قیادت، حکمرانی اور فیصلہ سازی کے لیے ضروری خصوصیات اور صفات کا گہرا مطالعہ پیش کرتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے غلامی سے قیادت تک کے سفر، اپنی اقدار کے ساتھ ان کی غیر متزلزل وابستگی، اور ان کے ساتھ ظلم کرنے والوں کو معاف کرنے اور ان کے ساتھ صلح کرنے کی ان کی صلاحیت کی داستان، عصر حاضر کے سیاسی راہ نماؤں کے لیے اسباق کا ایک بھرپور نمونہ پیش کرتی ہے۔

اس فصل میں سورہ یوسف میں مذکور سیاسی راہ نما کی خصوصیات کے عصری اطلاق کا جائزہ لیا گیا ہے، جس میں حکمرانی اور قیادت کی پیچیدگیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے عصر حاضر کے راہ نماؤں کے لیے بہترین حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔ اس کا مقصد سیاسی راہ نماؤں کو قیادت کے اعلیٰ ترین معیاروں کو اپنانے کے لیے حوصلہ افزائی اور بااختیار بنانا ہے، تاکہ ان کی قوموں اور برادریوں کے روشن مستقبل کو فروغ دیا جاسکے۔

فصل اول:

سورہ یوسف میں مذکور سیاسی راہ نما کے اوصاف کی عصری تطبیق

سورہ یوسف کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقائق واضح ہوتے ہیں کہ ،اس سورہ مبارکہ میں توحید و توکل علی اللہ کے مضبوط پیغام کے ساتھ کئی معاشرتی مسائل کے ساتھ معیشت و سیاست کے اہم زاویوں پر راہ نمائی ملتی ہے۔بنیادی اعتبار سے سورہ یوسف حضرت یوسف علیہ السلام کے پرکشش اقدامات اور باوقار کردار کو بیان کرتی ہے،اس میں کئی معاشرتی مسائل کا ذکر اور سیاسی راہ نماؤں کے لیے اوصاف بیان ہوئے ہیں، جن میں سے کچھ اہم کی عصری تطبیقات درج ذیل ہے:

پاکستان کی سیاست کا منظر نامہ اور سورہ یوسف:

پاکستان کی سیاست کے منظر نامے پر نظر ڈالیں تو سیاسی قائدین کی ایسی صورت نظر آتی ہے، جس کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ اور ہی ہوتا ہے، سیاسی قائدین کے بڑے بڑے دعوے اور وعدے محض الفاظ کی حد تک محدود ہوتے ہیں، جمہوری نظام حکومت کے نام پر، موروثی سیاست و ریاست اور حکمرانی دکھائی دیتی ہے۔ سیاسی قائدین ایک دوسرے کے لیے انتقامی کاروائی میں مشغول نظر آتے ہیں، گویا ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے حکومت کا منصب محض اپنے ذاتی مفادات اور منافرت نکالنے کی غرض سے حاصل کیا ہو۔ عوام بطور رعایہ جیسے معلوم ہی نہ ہو کہ کوئی مخلوق ہے، جس کے لیے یہ تمام مناسب و مرتبے دیے گئے ہیں،تاکہ ان کی ترقی و خوشحالی کے لیے کام کیا جائے۔

سورہ یوسف کے مطالعہ کے بعد جو سیاسی راہ نما کے اوصاف ظاہر ہوتے ہیں، اگر حکمران پاکستان ان پر عمل پیرا ہو جائیں تو کس قدر خوبصورت نظام حکومت بنایا جا سکتا ہے، جہاں آپس کی نفرتیں ختم ہوں، ایک دوسرے سے انتقام ختم ہو، اپنی ذات پر بڑے سے بڑے ظلم کو بھی اللہ کے لیے معاف کرنے کی فضا قائم ہو، اور اپنی علمی مہارتوں کا مظاہرہ کیا جائے، جس کے ذریعے سے ملک پاکستان کی بہترین ترجمانی اور دوسرے ممالک کی نظر میں پاکستان کا مثبت کردار ظاہر ہو۔ سورہ یوسف میں بے شمار بہترین معاشرہ سازی کے اصول و اوصاف بیان ہوئے ہیں، جسے اپنا کر ہر فرد بالخصوص سیاسی راہ نما اپنے سیاسی سفر کو ایک بہترین شخصی پہچان کے تحت شمار کروا سکتے ہیں۔

ذخیرہ محفوظ کرنے کی بہترین صورت:

معاشی اعتبار سے اس سورہ مبارکہ میں معیشت کا یہ پہلو بھی عیاں ہوا کہ جب قحط یا غذائی قلت کا واضح اندیشہ ہو، اس کے لیے اچھے دنوں میں کچھ غلہ یا کھانے پینے کی اشیا حکومتی سطح پر محفوظ کر لی جائے، اور وہ غلہ قحط سالی یا مشکل ایام میں کام آ سکیں، مگر اس کو ذخیرہ اندوزی کا متبادل نہ سمجھا جائے۔ ہمارے معاشرے میں اس حکمت عملی کے برخلاف بے شمار واقعات سامنے آتے ہیں، جس کا مقصد اشیاء کو محفوظ رکھ کر اس کی مانگ کے اضافے کے ساتھ اس کی قیمت کے بڑھ جانے کا انتظار کیا جائے۔ سورہ یوسف میں سیاسی راہ نماؤں کے لیے اس واقعہ کے توسط سے بڑی حکمت عملی کا سبق ملتا ہے کہ ،اشیاء کی ذخیرہ اندوزی یا محفوظ کرنے کی حکمت عملی کو کب اور کن حالات میں کرنا عوام کے مفاد میں بہتر ہے ؟ آئے دن حکومتی سطح پر مختلف اشیاء کے گوداموں پر چھاپے مارے جاتے ہیں، جہاں گندم، چینی، چاول، اور دوسری روزمرہ کی قابل استعمال اشیاء شامل ہیں۔

اس طرح کی ذخیرہ اندوزی سے اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ اضافہ مہنگائی کا ایک طوفان برپا کر دیتا ہے، جس کی لپیٹ میں ہر خاص و عام شامل ہیں، مگر غریب طبقہ مزید پس کر رہ جاتا ہے، جبکہ ریاست کا کام غرباء و مساکین کو پختہ کرنا اور جتنے کمزور طبقات ہیں، انہیں تقویت پہنچانا ہے۔

مہنگائی سے متعلق گیلپ سروے:

دسمبر 2021 سے جنوری 2022 کے درمیان گیلپ سروے کے مطابق جب پاکستانی عوام سے معلوم کیا گیا:

آپ کے خیال میں اس وقت پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے؟

64 فیصد افراد کے مطابق (بشمول مرد و خواتین) مہنگائی پاکستان کے بڑے مسائل میں سے ایک ہے۔[1]

جون، جولائی 2023 کے ایک اور سروے کے مطابق:

---

[1] 20 مئی 2024، گیلپ سروے

https://gallup.com.pk/post/32893

89% فیصد افراد (بشمول مرد و خواتین) کے مطابق مہنگائی پاکستان کے بڑے مسائل میں سے ایک ہے۔[1]
ذخیرہ محفوظ کرنے کی مذکورہ حکمت عملی کو ہی اگر ہمارے سیاسی قائدین اپنالیں تو بہت سے سخت حالات میں بھی عوام کو اشیاء خورد و نوش بآسانی مہیہ کی جاسکتی ہیں، حال ہی میں کرونا وائرس[2] جیسی خطرناک بیماری کا وجود نمودار ہوا تھا، جس سے پاکستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا متاثر ہوئی تھی، اور ہر جگہ اشیاء خورد و نوش کی مانگ بڑھ گئی تھی، اور ہر شخص گھر میں محسور ہو کے رہ گیا تھا، حالاں کہ یہ قحط نہیں تھا، بلکہ ایک عجیب خوفناک بیماری تھی جس نے تمام انسانیت کو متاثر کیا تھا، ان حالات میں بھی اس حکمت عملی سے بھرپور فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

بدعنوانی کی خرابیاں:

سورہ یوسف میں اخلاقی تربیت پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے جس میں راہ نما کے کردار کی صداقت، عدو انصاف، دیانت داری اور ہر طرح کی خیانت سے بچنے کی ترغیبات موجود ہیں۔ عصر حاضر کے سیاسی قائدین میں مذکورہ تمام صفات کا فقدان پایا جاتا ہے جس سے معاشرے میں بدعنوانی (corruption) جیسی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ بدعنوانی محض مالی نقصانات کی وجہ نہیں ہے بلکہ اس سے کہیں زیادہ وسیع تر خرابیاں پیدا کرتی ہے جس کا تعلق معیشت و معاشرت سے ہے۔

(18 جون 2019) گیلپ سروے کے مطابق:

بدعنوانی: پاکستانیوں کی ایک اہم اکثریت (75%) کے خیال میں بدعنوانی پاکستان کے لیے کسی حد تک یا انتہائی مسئلہ ہے۔[3]

- 1% فیصد افراد کے مطابق کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

---

[1] 20 مئی 2024، گیلپ سروے
https://gallup.com.pk/post/35354

[2] کرونا وائرس کا مکمل تعارف
https://shorturl.at/Fb3Tw

[3] 20 مئی 2024، گیلپ سروے
https://gallup.com.pk/post/26718

- 5% فیصد افراد کے مطابق کسی حد تک مسئلہ ہے۔
- 18% فیصد افراد کے مطابق نہ کوئی مسئلہ ہے اور نہ ہی کوئی خرابی ہے۔
- 18% فیصد افراد کے مطابق کسی حد تک مسئلہ ہے۔
- 57% فیصد افراد کے مطابق انتہائی مسئلہ ہے۔
- 1% فیصد افراد نے اس بارے میں کوئی رائے نہیں دی۔

جون 2023 کے گیلپ سروے کے مطابق 82% فیصد افراد کا کہنا ہے کہ "بد عنوانی" (corruption) پاکستان کے بڑے مسائل میں سے ایک ہے۔[1]

سیاسی راہ نماؤں میں بد عنوانی کا رجحان بہت سے نقصانات کی وجہ بنتا ہے، جو قیادت اور معاشرے کے بہت سے گوشوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ جب سیاسی راہ نما عوامی مفاد پر ذاتی فائدے کو ترجیح دیتے ہیں تو وہ اداروں کی سالمیت پر سمجھوتہ کرتے ہیں، اعتماد کو ختم کرتے ہیں اور عدم مساوات کو برقرار رکھتے ہیں۔

سیاسی راہ نماؤں میں بد عنوانی کے اثرات:

- **اعتماد کا خاتمہ:** بد عنوانی شہریوں میں نفرت اور مایوسی کو جنم دیتی ہے، جس سے حکومت اور اداروں پر بڑے پیمانے پر عدم اعتماد پیدا ہوتا ہے۔
- **وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم:** بد عنوانی ضروری عوامی خدمات اور بنیادی ڈھانچے سے وسائل کو ہٹاتی ہے، جس سے سماجی اور اقتصادی عدم مساوات بڑھ جاتی ہے۔
- **اداروں کو کمزور کرنا:** بد عنوانی قانون کی حکمرانی، عدالتی آزادی، اور احتساب کے طریقہ کار کو کمزور کرتی ہے، جس سے استثنیٰ کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔
- **سیاسی عدم استحکام:** بد عنوانی سیاسی تناؤ، سماجی بدامنی، اور یہاں تک کہ پر تشدد تنازعات کو ہوا دیتی ہے، جو عوام کو غیر مستحکم کرتی ہے۔

---

[1] 20 مئی 2024، گیلپ سروے
https://gallup.com.pk/post/35354

- اقتصادی جمود: بدعنوانی غیر ملکی سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی کرتی ہے، معاشی ترقی میں رکاوٹ ڈالتی ہے، اور غربت کو برقرار رکھتی ہے۔
- **سمجھوتہ شدہ فیصلہ سازی:** بدعنوانی عوامی فلاح و بہبود پر خصوصی مفادات کو ترجیح دیتے ہوئے پالیسی فیصلوں کو متاثر کرتی ہے۔
- **احتساب کا فقدان:** بدعنوانی سیاسی راہ نماؤں کو احتساب سے بچاتی ہے، جس سے وہ اس قابل بن جاتے ہیں کہ شدید زیادتیوں کے باوجود اقتدار کو برقرار رکھ سکیں۔
- **بدعنوانی اور اقربا پروری کا تسلسل:** بدعنوانی سرپرستی کے تعلقات و اتحاد کو تقویت دیتی ہے، قابل پیشہ ور افراد پر وفاداروں اور رشتہ داروں کی حمایت کرتی ہے۔
- **عوامی پالیسی کی تحریف:** بدعنوانی پالیسی کی ترجیحات کو کم کرتی ہے، عوام کی بھلائی کے بجائے سیاسی دوستوں کو فائدہ پہنچانے والے منصوبوں کے لیے وسائل مختص کرتی ہے۔
- **معاشرتی زوال:** بدعنوانی معاشرتی اصولوں کو خراب کرتی ہے، بے ایمانی اور اخلاقی زوال کے ماحول کو فروغ دیتی ہے۔

سیاسی راہ نماؤں میں بدعنوانی شفافیت، احتساب اور اخلاقی قیادت جیسی اہم صفات میں مضر اثرات کو فروغ دیتی ہے جس سے اجتماعیت کی سالمیت کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔

قوانین کی پاسداری، انصاف کا فروغ، اور سزاؤں کا نظام تیز ہونا:

پاکستان میں انصاف اور سزاؤں کا نظام تیز کرنے اور اسے بہتر بنانے کے لیے قرآن مجید کے مختلف مقامات سے راہ نمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ خاص طور پر سورہ یوسف کی آیت 29 اور سورہ الکہف میں ذوالقرنین کے واقعہ کو سمجھنا مفید ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۚ وَاسْتَغْفِرِي لِذَنْبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ ۝﴾[1]

---

[1] سورہ یوسف: 29

ترجمہ: یوسف! تم اس بات کا خیال نہ کرو، اور اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ، یقینی طور پر تو ہی خطاکار تھی۔

اس آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بے قصور قرار دیا گیا تھا جب زلیخا نے ان پر الزام لگایا۔ اس واقعے میں حکمت یہ ہے کہ تفتیش اور گواہی کے ذریعے حقائق کو سامنے لانا ضروری ہے تاکہ کسی بے قصور کو ناانصافی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ پاکستان میں انصاف کے نظام میں تحقیق و تفتیش کا عمل بہتر ہو، گواہوں کی حفاظت کی جائے، اور فریقین کو غیر جانبدارانہ انداز میں سنا جائے، تاکہ غلط الزامات کے شکار افراد کو فوری انصاف مل سکے۔

سورہ الکہف میں واقعہ ذوالقرنین سے بھی یہ مثال ملتی ہے:

﴿قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰی رَبِّهٖ فَیُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا﴾[1]

ترجمہ: ذوالقرنین نے کہا: جو شخص ظلم کرے گا تو ہم اسے ضرور سزا دیں گے، پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا، پھر وہ اسے بہت ہی سخت عذاب دے گا۔

ذوالقرنین نے اپنی حکومت کے دوران انصاف قائم کیا اور ظالموں کو سزا دی۔ انہوں نے انصاف کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے معاشرتی فلاح و بہبود کے منصوبے شروع کیے۔ پاکستان میں اس مثال کو اپنانے کا مطلب یہ ہوگا کہ قانون کا نفاذ منصفانہ طریقے سے ہو، جہاں جرم کرنے والوں کو بروقت اور مناسب سزا دی جائے اور مظلوموں کو انصاف فراہم کیا جائے۔ حکومت کو معاشرتی انصاف کے اصولوں کو ترجیح دینی چاہیے تاکہ ہر شہری کی حق تلفی کا ازالہ ہو سکے۔

انصاف کی عدم فراہمی کے اثرات:

پاکستان میں انصاف نہ ملنے کے سبب معاشرتی بے چینی، بدامنی، اور ناانصافی کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کے برے اثرات میں شامل ہیں:

- **قانون کی بالادستی کمزور ہونا:** جب مجرموں کو سزا نہیں ملتی تو وہ مزید جرائم کرنے کی جرات پیدا کرتے ہیں، جس سے قانون کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔

---

[1] الکہف:87

- **عوام کا عدلیہ اور حکومت پر اعتماد ختم ہونا:** جب انصاف تاخیر سے ملے یا بالکل نہ ملے، تو عوام کا عدلیہ اور حکومتی اداروں پر سے اعتماد ختم ہو جاتا ہے، جس سے انتشار پیدا ہوتا ہے۔
- **خود انصاف کا رجحان:** جب لوگ دیکھتے ہیں کہ نظام سے انہیں انصاف نہیں مل رہا، تو وہ خود ہی انصاف کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس سے قانون کی خلاف ورزی اور مزید جرائم کا خطرہ بڑھتا ہے۔
- **معاشرتی نابرابری:** طاقتور افراد کو انصاف کا ملنا اور کمزور افراد کی حق تلفی سے معاشرتی نابرابری میں اضافہ ہوتا ہے، جو کہ معاشرے کو تقسیم کرنے والا ایک اہم عنصر ہے۔

سزا و جزا کے نظام کو شفاف اور بروقت بنایا جائے تاکہ قانون کی بالادستی قائم ہو اور معاشرتی انصاف کے اصولوں کو یقینی بنایا جا سکے۔ اس پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن مجید میں ہی اللہ سبحانہ وتعالی نے ایک ایسا طریقہ بیان فرمایا ہے جس سے عبرت اور جرائم میں بڑی واضح کمی واقع ہوتی ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾[1]

ترجمہ: اور چاہیے کہ ان دونوں کی سزا (کے موقع) پر مسلمانوں کی (ایک اچھی خاصی) جماعت موجود ہو۔

یہاں سزا دینے کے لیے ایک مجمع کو مدعو کرنے کی ترغیب دی گئی ہے جس کا مقصد عوام کو عبرت دلانا ہے، نظام شریعت میں سب کے سامنے سزا ایک کو دی جائے تو اس کے دیرپا اور دور تک اثرات مرتب ہوتے ہیں، اور اس کے برعکس نظام ہو جیسا کے پاکستان میں رائج ہے کہ سزائیں چھپا کر دی جاتی ہیں، جس کے نتیجہ میں عوام میں عبرت اور سزا کا خوف وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہوتا جاتا ہے، اور جرائم بڑھنا شروع ہو جاتے ہیں۔

---

[1] النور:2

فصل دوم:

سورہ الکہف میں مذکور سیاسی راہ نما کے اوصاف کی عصری تطبیق

باا ثر قیادت اور دانشمندانہ طرز حکمرانی کا حصول ایک حقیقی قیادت ہے۔ قیادت کے اوصاف کی تلاش میں، قرآن پاک کا مقدس متن قیمتی بصیرت پیش کرتا ہے، خاص طور پر سورہ الکہف میں سیاسی راہ نماؤں کے لیے اپنے کردار میں سبقت لے جانے کے لیے ضروری اوصاف اور خوبیوں کی ایک بھرپور نشادہی موجود ہے۔ اہلِ غار، دو بھائیوں اور ان کے باغات، حضرت موسیٰ و خضر (علیہما السلام) اور ذوالقرنین، ان واقعات کے ذریعے سورہ الکہف قیادت، حکمرانی اور فیصلہ سازی کے بارے میں حکمت عطا کرتی ہے۔

اس فصل میں سورہ الکہف میں مذکور سیاسی راہ نما کی صفات کے عصری اطلاق کا جائزہ لیا گیا ہے، عصر حاضر کے راہ نماؤں کے لیے حکمرانی اور قیادت کی پیچیدگیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ایسے اسباق نکالے گئے ہیں جس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ ان اوصاف کا جائزہ لے کر مقصد یہ ہے کہ سیاسی راہ نماؤں کو قیادت کے اعلیٰ ترین معیارات کو اپنانے کے لیے حوصلہ افزائی اور بااختیار بنایا جائے، تاکہ ان کی اقوام وملت کے لیے ایک روشن مستقبل کو فروغ دیا جاسکے۔

اصحاب الکہف کے واقعہ سے عصری تطبیق:

یہ قصہ مندرجہ ذیل پہلوؤں کو واضح کرتا ہے: 1 ایمان کی حفاظت سب سے اول ترجیح ہے 2 رزق حلال سے ایمان کی حفاظت کرنا 3 ذخیرہ اندوزی سے اجتناب کرنا

1. ایمان کی حفاظت سب سے اول ترجیح ہے:

قائدین کو سب سے پہلے درجہ میں اپنے ایمان کی فکر لاحق ہونی چاہیے کیوں کہ صحیح عقیدہ کی بنیاد پر انسانی عمل وجود میں آتے ہیں، جب عقیدہ میں خرابی آنا شروع ہوتی ہے تو اعمال بھی خراب ہو جاتے ہیں، ایک حدیث کے مفہوم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کے سیاہ ہو جانے سے تمام اعمال کے خراب ہونے کی اور دل کے درست ہو جانے سے تمام اعمال کے درست ہو جانے کی مثال بیان فرمائی ہے [1] لہذا ہر لمحہ اپنے ایمان کی حفاظت کی فکر ہونا بہت

---

[1] بخاری، الجامع الصحیح، الْإِيمَان، باب فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِه، ح:52

ضروری ہے اور عالمی شیطانی طاقتیں سب سے پہلے ایمان کی خرابیوں کو وجود میں لاتی ہیں بے حیائی، لالچ اور دیگر ذرائع سے، ان تمام چالوں سے قائدین کو محتاط رہنا چاہیے۔

2. رزقِ حلال سے ایمان کی حفاظت کرنا:

اعلیٰ منصب پر فائز قائدین کو ان کے منصب کی وجہ سے کچھ تحفہ تحائف کی مد میں رشوت دی جاتی ہیں تاکہ وقت آنے پر ان سے اپنے کام نکلوائے جا سکیں، اسی سے متعلق ایک حدیث کے مفہوم میں امین (جسے کسی بھی منصب کی امانتداتی سونپی جائے، خواہ وہ وزارت عظمیٰ ہو یا کوئی بھی ذمہ داری) کو جب وہ لوگوں سے ریاستی اموال جمع کرنے جاتا تھا تو اسے کچھ مال بطور تحائف پیش کیے جاتے تھے، پھر وہ آکر کہتا کہ یہ مال ریاست کا ہے اور یہ مال مجھے تحفے میں ملا ہے:

عَن أبي حميد السَّاعدي: استَعْمَلَ النَّبيُّ صلَّى اللَّهُ علَيه وسلَّم رجلًا من الأزد يُقَالُ لَهُ ابن اللتبية الأتبية علَى الصَّدَقة فلَمَّا قدم قالَ: هَذَا لَكُمْ وهذا أُهدِيَ لي فخطَبَ النَّبيُّ صلَّى اللَّهُ علَيه وسلَّم فحمدَ اللَّهَ وأثنَى علَيْه وقالَ: ((أَمَّا بعْدُ فَإِنِي أَستَعْمِلُ رجالًا منكُمْ علَى أُمُورٍ ممَّا ولاني الله فيأْتي أحدُكم فيقُولُ: هذا لكم وهذا هديَّةٌ أُهْدِيَتْ لي فهلَّا جلَسَ في بيت أَبِيه أَوْ بيت أُمِّه فينظُرُ أَيُهْدَى لَهُ أَمْ لَا؟ والَّذي نفسي بيده لا يأْخُذُ أَحدٌ منه شيئًا إلَّا جاء به يوم الْقيامة يحملُهُ علَى رقبته إنْ كَانَ بعيرا له رغاء أَوْ بقرا لَهُ خوار أَوْ شاة تيعر ثُمَّ رفَع يديه حتَّى رأينَا عفرتي إبطَيْه ثُمَّ قالَ: اللَّهُمَّ هل بلَّغْتُ اللَّهُمَّ هل بلغت))[1]

ترجمہ: حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ نے ازد قبیلے کے ابن لتبیہ نامی شخص کو صدقات وصول کرنے پر مامور فرمایا، جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا: یہ (مال) تمہارے لیے ہے اور یہ مجھے ہدیہ (تحفہ دیا گیا ہے) (یہ سن کر) نبی ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا تو اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا: اما بعد! میں تم میں سے کچھ آدمیوں کو ان امور پر، جو اللہ نے میرے سپرد کیے ہیں، مامور کرتا

---

[1] التبریزي، محمد بن عبداللہ الخطیب، مشکاۃ المصابیح، (الناشر: المکتب الإسلامي۔ بیروت الطبعۃ: الثالثۃ، 1980ھ)، کتاب الزکاۃ، ح:1779

ہوں توان میں سے کوئی آ کر کہتا ہے: یہ (مال) تمہارے لیے ہے اور یہ ہدیہ ہے جو مجھے دیا گیا ہے، وہ اپنے والد یااپنی والدہ کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہااور وہ دیکھتا کہ آیااسے ہدیہ (تحفہ) ملتا ہے یا نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے جو شخص اس (مال صدقات) میں سے جو کچھ لے گا وہ روز قیامت اسے اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا، اگر وہ اونٹ ہوا تو وہ آواز کر رہا ہو گا، اگر گائے ہوئی تو وہ آواز کر رہی ہو گی، اور اگر وہ بکری ہوئی تو وہ ممیا رہی ہو گی۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ بلند کیے حتی کہ ہم نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا؟ اے اللہ کیا میں نے پہنچا دیا؟

ایسے تحائف میں دیے جانا والا مال بھی ریاست کا ہوتا ہے کیوں کہ ریاستی منصب کی وجہ سے یہ مال تمہیں بطور رشوت دی گئی ہے تاکہ مستقبل میں تم سے رعایت حاصل کی جاسکے، لہذا ایسے مال سے اپنی حفاظت کریں کیوں کہ رزق حرام کے متعلق قرآن وحدیث میں بہت سی وعیدیں بیان ہوئی ہیں۔ اسی طرح ایسا رزق بھی جو مشتبہ ہو اس سے بھی بچنے کی تلقین احادیث مبارکہ میں بیان ہوئی ہیں۔

عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: ((الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا إِنَّ حِمَى اللَّهِ فِي أَرْضِهِ مَحَارِمُهُ، أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ))[1]

ترجمہ: آنحضرت ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے حلال کھلا ہوا ہے اور حرام بھی کھلا ہوا ہے اور ان دونوں کے درمیان بعض چیزیں شبہ کی ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے (کہ حلال ہیں یا حرام) پھر جو کوئی شبہ کی چیزوں سے بھی بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جو کوئی ان شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی ہے جو (شاہی محفوظ) چراگاہ کے آس پاس اپنے جانوروں کو چرائے۔ وہ قریب ہے کہ کبھی اس چراگاہ کے اندر گھس جائے (اور شاہی مجرم قرار پائے) سن لو ہر

[1] بخاری، الجامع الصحیح، الإِيمَانِ، باب فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ، ح:52

بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے۔اللہ کی چراگاہ اس کی زمین پر حرام چیزیں ہیں۔(پس ان سے بچو اور) سن لو بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو گا سارا بدن درست ہو گا اور جہاں بگڑا سارا بدن بگڑ گیا۔سن لو وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔

سرکاری اداروں میں تحفہ تحائف کی امید:

سرکاری اداروں میں نافذ اہلکار کا عوامی معمالات اور ان کے درپیش مسائل کے حل کے لیے مختلف طریقوں سے ناجائز مطالبات کی پیشکش کی جاتی ہے جس کا تعلق "رشوت" سے ہے،اور یہ طرز معاشرت معاشرے میں بہت سی خرابیوں کے وجود کا باعث بنتا جا رہا ہے۔

(22اگست 2023)گیلپ سروے کے مطابق:

پاکستان میں تقریباً22 فیصد کاروباری ادارے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ سرکاری اہلکار کاموں یا مقاصد کی تکمیل میں سہولت فراہم کرنے کے لیے تحائف وصول کرنے کی توقع رکھتے ہیں۔

اس طرح کے اہلکاروں کی وجہ سے عوام کے بہت بڑے طبقات کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس سے معاشرے میں بدامنی اور اخلاقی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جو کہ معاشرے کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔

3. ذخیرہ اندوزی سے اجتناب:

ایسی ذخیرہ اندوزی جس سے عوام کو تکلیف پہنچا کر اس کے دام بڑھانے کی غرض سے ہو بالکل بھی قابل قبول عمل نہیں ہے،ریاستی امور پر دیکھا گیا ہے کہ اشیا کی فراہمی محض اس لیے بند کی گئی تاکہ اس کی قیمت بڑھائی جاسکے۔

جن چیزوں میں درج ذیل صفات پائی جائیں ان کی ذخیرہ اندوزی منع ہے:

تین اقسام کی اشیاء کی ذخیرہ اندوزی ممنوع ہے:

- وہ اشیاء جو لوگوں میں یا جانور کی غذا کے طور پر استعمال ہوتی ہوں۔
- یہ اشیاء ان جگہوں سے خریدی ہو جس کی پیداوار اس شہر میں آتی ہو۔
- ایسی اشیاء جن کی ذخیرہ اندوزی سے شہر یا ملک کے لوگوں کو نقصان پہنچتا ہو۔

"لہذا اگر کسی چیز کی عام لوگوں کو ضرورت ہو اور اسے ذخیرہ کرنے کے نتیجے میں وہ چیز آسانی سے نہ ملے جس کی وجہ سے عام لوگوں کو پریشانی لاحق ہو یا وہ اتنی مہنگی ہو جائے کہ عام لوگوں کے لیے عرفاً ضرر (نقصان) کا باعث ہو کہ عام لوگ اس کو پھر باآسانی خرید نہ سکتے ہوں ایسی صورت میں اس چیز کو ذخیرہ کرنا درست نہیں ہوگا۔ احادیث میں اس پر بہت سخت وعیدیں آئی ہیں۔ حضرت معمرؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذخیرہ کرنے والا خطاکار ہے۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے۔[1] ایک روایت میں ہے کہ ذخیرہ اندوزی کرنے والے پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ جذام اور فقر (تنگ دستی) کو مسلط کر دیتے ہیں، وہ اللہ سے بری اور اللہ اس سے بری ہو جاتے ہیں، اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت برستی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نہ اس کی فرض عبادت قبول فرماتے ہیں اور نہ ہی نفل عبادت قبول فرماتے ہیں"[2] (فتوی جامعہ العلوم الاسلامیہ)، البتہ سورہ یوسف میں ذخیرہ اندوزی کی بہتر صورت بیان کی گئی ہے جس سے عوامی مفاد اور خلق انسانی کی سہولیات منسلک ہیں۔

قصہ صاحب الجنتین کی عصری تطبیق:

یہ واقعہ قائدین کو شرک سے محفوظ رہنے گھمنڈ واکڑ اور جو کچھ اللہ نے اسے عطا کیا ہو اس پر تکبر نہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اللہ کے دیے ہوئے مال، جاہ و جلال، حکومت واقتدار، منصب واہلیت پر شکر گزاری کرتا رہے، بصورت دیگر اللہ قادر ہے کہ وہ پلک جھپکنے سے پہلے اپنی تمام نعمتیں چھین لے اور پھر انسان خاک ملتا رہ جائے!۔

1. حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کے واقعہ کی عصری تطبیق:

یہ قصہ سیاست وانتظامی امور کے پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے جس میں استاد وشاگرد کا تعلق ان کے تعلم اور اختلافات کے بہترین انداز کو بیان کیا گیا ہے۔ انتظامی امور پر فائز قائدین کو اپنے کام کے مکمل انتظام اور منظم طریقہ سے انجام دینے کی راہ نمائی ملتی ہے۔

---

[1] سنن ابن ماجہ، ح: 2155

[2] 6 جنوری 2024، فتوی جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

https://shorturl.at/44slT

اسی واقعہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ساتھی (جسے نوجوان، غلام اور شاگرد کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے) نوجوان شاگرد کا کردار نمایاں ہے، جب کبھی حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام میں اختلاف ہوتا اس شاگرد نے اس اختلاف میں ذرہ بابر بھی مداخلت نہیں کی جس سے سیاسی کارکنان کو یہ سبق سیکھنا چاہیے کہ جب کبھی ان کارکنا کے قائدین کا آپس میں کوئی سخت مکالمہ یا شدید اختلاف ہو جائے تو ان کے اختلاف کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو جاتے ہیں اور بات یہیں تک نہیں رکتی بلکہ قتل و غارت گری کا بازار گرما دیتے ہیں، جس سے امن و امان اور انسانی جان کی تکریم پامال ہو جاتی ہے۔ ملک پاکستان میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ جب سیاسی کارکنان اپنے قائدین کے اختلافات کی وجہ سے آپس میں دست و گریباں ہو گئے اور اس جھڑپ میں کچھ افراد اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

قصہ ذوالقرنین کی عصری تطبیق:

واقعہ ذوالقرنین میں تین طرح کی اقوام کا ذکر ہوا ہے، ظالم قوم، بے بس قوم اور بے شعور قوم۔ موجودہ حالات میں پاکستان میں بھی یہ تینوں طبقات نظر آتے ہیں، ایک مظلوم طبقہ ہے جو ظالم طبقے کے ظلم سے پسا ہوا ہے، دوسرا طبقہ ڈھٹائی اور بے حیائی سے تماشا دیکھ رہا ہے، اور عیش و عشرت میں پڑا ہے، اس بے حیا طبقہ کے تن پر کوئی لباس نہیں ہے، نہ کلچر ہے، نہ ثقافت ہے، نہ نظام ہے، اسے پرواہ ہی نہیں، بس اپنی مستی میں مست ہے۔ تیسرا طبقہ بنیادی ضرورتوں سے محروم کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہا ہے لیکن اسے انقلابی نظام کی ضرورت کا احساس ہے۔

یہی صورت حال اولین مسلمانوں کی بھی ہو گزری ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا ہے:

﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾[1]

ترجمہ: اور (وہ وقت یاد کرو) جب تم (مکی زندگی میں عدداً) تھوڑے (یعنی اقلیّت میں) تھے ملک میں دبے ہوئے تھے (یعنی معاشی طور پر کمزور اور استحصال زدہ تھے) تم اس بات سے (بھی) خوفزدہ رہتے تھے کہ (طاقتور) لوگ تمہیں اچک لیں گے (یعنی سماجی طور پر بھی تمہیں آزادی اور تحفظ حاصل نہ

---

[1] الأنفال:26

تھا) پس (ہجرت مدینہ کے بعد) اس (اللہ) نے تمہیں (آزاد اور محفوظ) ٹھکانا عطا فرما دیا اور (اسلامی حکومت و اقتدار کی صورت میں) تمہیں اپنی مدد سے قوت بخش دی اور (مواخات، اموالِ غنیمت اور آزاد معیشت کے ذریعے) تمہیں پاکیزہ چیزوں سے روزی عطا فرما دی تاکہ تم (اللہ کی بھرپور بندگی کے ذریعے اس کا) شکر بجا لا سکو۔

یہاں مسلمانوں کو یاد دلایا جا رہا ہے کہ وہ وقت یاد کرو جب تم تعداد میں کم تھے اور زمین پر سیاسی، معاشی اور معاشرتی عدم استحکام کا شکار تھے، تمہیں مدد و نصرت کرنے والے ایک طبقے کی ضرورت تھی، تم ڈرتے تھے کہ کہیں ظالم لٹیرے آکر تمہیں اچک نہ لے جائیں، پھر ہم نے تمہیں مدینہ جیسا محفوظ ٹھکانہ عطا کر دیا اور انصارِ مدینہ جیسے ہم درد بھائی دیے، جنہوں نے اپنا سب کچھ تم پر نچھاور کر دیا تمہیں طاقت ور کر دیا اور تمہارے لیے پاکیزہ رزق کا بندوبست فرما دیا تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا کماحقہ شکر بجا لا سکو۔

آپ ﷺ نے ریاست مدینہ کی شکل میں ایک نظام اور ایک ایسے دستور کو متعارف کرایا تھا، جس کے تحت ریاست مدینہ میں مقیم اپنے پرائے سب بلا تفریق مذہب و ملت انسانی حقوق کے مستحق قرار دیے گئے۔

چنانچہ فرمایا گیا:

((إِنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ))[1]

ترجمہ: تمام (دنیا کے دیگر) لوگوں کے بالمقابل ان کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت (قومیت) ہوگی۔[2] یعنی یہ اُمت واحدہ ہے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ يَهُوْدَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ، لِلْيَهُوْدِ دِيْنُهُمْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ دِيْنُهُمْ مَوَالِيهِمْ وَأَنْفُسُهُمْ، إِلَّا مَنْ ظَلَمَ أَوْ أَثِمَ فَإِنَّهُ لَا يُوتِغُ إِلَّا نَفْسَهُ وَأَهْلَ بَيْتِهِ))[3]

---

1 البغدادي، أبو عبيد القاسم بن سلاّم بن عبد الله الهروي، كتاب الأموال، المحقق: خليل محمد هراس، (الناشر: دار الفكر. - بيروت، س ن)، ص 166، ح328

2 قادری، حسن محی الدین، وحدت و اجتماعیت اور ہماری تحریکی زندگی، (لاہور: منہاج القرآن پرنٹرز، 2017)، ص88

3 البغدادي، أبو عبيد القاسم بن سلاّم بن عبد الله الهروي، كتاب الأموال، المحقق: خليل محمد هراس، (الناشر: دار الفكر. - بيروت، س ن)، ص 166، ح328

ترجمہ: بنو عوف کے یہودی، اہلِ ایمان کے ساتھ ایک سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں، یہودیوں کے لیے ان کا دین اور مسلمانوں کے لیے ان کا دین، موالی ہوں یا اصل، ہاں جو ظلم یا گناہ کرے گا تو وہ اپنے نفس اور اپنے اہل خانہ کے علاوہ کسی کو ہلاک نہیں کرے گا۔

آپ ﷺ کے اس فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ خواہ کوئی یہودی ہی کیوں نہ ہو، جس نے میرے نظام کے لیے لبیک کہہ دیا، اُس کے مال و دولت عزت و آبرو جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری، مجھ محمد مصطفی ﷺ پر ہو گی۔ آپ ﷺ نے سمجھا دیا کہ اگر ایک ولی اللہ ذوالقرنین تمکن فی الارض کا اہل ہو سکتا ہے تو پھر تاجدارِ کائنات ﷺ کا لایا ہوا نظام ہر دور میں کیوں کر قابل عمل نہیں ہو سکتا، کوئی بھی اہلیت والا آجائے تو وہ دوبارہ انقلاب برپا کر سکتا ہے۔ وہ نظام بنی اسرائیل کا تھا اور یہ مکمل ضابطۂ اخلاق محمد مصطفی ﷺ نے دیا ہے، جن کی نبوت قیامت تک جاری رہے گی۔

مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کی بحالی اور ضرورتِ ذوالقرنین:

امت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ حضرت ذوالقرنین اللہ کے نبی نہیں بلکہ ولی تھے۔[1] آپ کا ایک ولی ہو کر اس قدر تمکنت اور اقتدار کا حامل ہونا اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت تھی۔ نبوت تو قیامت تک لیے ختم ہو چکی ہے لیکن ولی کے آنے پر تو کوئی پابندی نہیں، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر اُس دور کے طاغوت یعنی یاجوج ماجوج جیسی وحشی مخلوق سے ذوالقرنین کے ذریعے مخلوق کو نجات دلا سکتے ہیں، تو یہ دور بھی مالکِ کون و مکاں کے دستِ قدرت سے باہر نہیں۔

اس وقت امت مسلمہ کی زبوں حالی سے ہر دردمند دل پریشان ہے اور نم ناک آنکھوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہے کہ اے باری تعالیٰ! اس امت مرحومہ کو زوال سے نکالنے کی سبیل پیدا فرما۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس صدائے دل دوز پر فرماتا ہے کہ میری سنت تبدیل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا شیوہ یہ ہے کہ وہ اس وقت تک کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک خود ان میں اپنی حالت بدلنے کا مصمم ارادہ پیدا نہ ہو۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کا ذکر کیا ہے جو حالات کے سامنے جھکنے کی بجائے ڈٹ گئے اور ان کی جرأت و جواں مردی اور بے لوث قربانیوں پر نصرتِ الٰہی نے انہیں کامیابی و کامرانی سے سرفراز فرما دیا۔ قرآن مجید میں ان جرأت کے پیکر راہ نماؤں اور

---

[1] الحنفي، نجم الدين عمر بن محمد بن أحمد النسفي، المحقق: ماهر أديب حبوش، وآخرون، التيسير في التفسير، (الناشر: دار اللباب للدراسات وتحقيق التراث، أسطنبول – تركيا، الطبعة: الأولى، 1440 هـ) ج10، ص130

قائدین کا بیان در حقیقت ہمارے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔امتِ مسلمہ کی زبوں حالی سے باہر نکلنا ان کے نشان راہ پر چلے بغیر ممکن نہیں ہے۔اللہ تعالی نے ذوالقرنین کا یہ واقعہ یہ سمجھانے کے لیے بیان کیا ہے کہ ذوالقرنین کو اللہ تعالی نے صلاحیت دی تھی، انہوں نے اس کو دنیوی طاقت کے مقابلے میں سرنگوں ہونے سے بچائے رکھا، وہ شر سندی کے خلاف کھڑے رہے، نہ بکے، نہ جھکے اور نہ ہی دنیا کے کسی مفاد کی خاطر کام کیا۔

دفاعی امور کے انتظامات:

دفاعی امور سے وابستہ اس قصہ میں بڑی راہ نمائی ملتی ہے جس سے عصر حاضر کے دشمنان اسلام اور دشمنان مسلمان کے تحت اپنے دفاعی عالات وسامان کی جدید طرز طریقہ کے مطابق ایجادات کو بنانے کی ترغیب ملتی ہے، جو کہ دورجدید کی اہم ضروریات میں سے ہے، جس طرح ذوالقرنین نے اس وقت کی جدید ٹیکنولوجی کا استعمال کرتے ہوئے یاجوج وماجوج کے فتنے سے نجات پائی تھی، اور اپنے عالی منصب واقتدار کو لوگوں کی خدمت اور قانونِ الہی کو نافذ کرنے میں استعمال کیا۔[1]

---

[1] الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير، الأحكام السلطانية، (الناشر: دار الحديث - القاهرة، س ن)، ص40

خلاصۂ باب:

سورہ یوسف اور سورہ الکہف میں بیان کردہ سیاسی راہ نما کی صفات دور حاضر میں موثر قیادت کے لیے زبردست حکمت اور راہ نمائی پیش کرتی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ اور سورہ الکہف کے اسباق سیاسی راہ نماؤں کے لیے جدید طرز حکمرانی کی پیچیدگیوں سے نکلنے کے لیے قابل قدر بصیرت اور دانشمندانہ فیصلہ سازی فراہم کرتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی حکمت، ہمدردی اور عفو و درگزر کی مثالوں اور سورہ الکہف میں نمایاں کردہ اوصاف کے ذریعے سیاسی راہ نما اپنی قوم کی خوشحالی کے لیے واضح ترجیحات اور حکمت عملی کے اسباق سیکھ سکتے ہیں، مشکلات کا سامنا کرنے کے لیے ہمت اور صبر کا مظاہرہ کرنا، ترجیحات کا تعین کرنا، انصاف، جوابدہی، ہمدردی، اور عاجزی کو اپنانا، موثر مواصلات اور اتحاد کو فروغ دینا، خود آگاہی اور عکاسی کی اہمیت کو پہچاننا، دیانتداری، شفافیت اور اعتماد کے ساتھ راہ نمائی کرنا، اور عوام الناس کی فلاح و بہبود اور ضروریات کو ترجیح دینا شامل ہے۔

ان خوبیوں کو بروئے کار لا کر سیاسی راہ نما اپنی اقوام کے لیے ایک روشن مستقبل بنا سکتے ہیں، جو جدید دور کے پیچیدہ مسائل کو حکمت، ہمدردی اور انصاف کے ساتھ حل کر سکتے ہیں۔ سورہ یوسف اور الکہف کے اسباق ایک راہ نمائی کی روشن کرن کی مانند ہیں، جس کے ذریعے موثر قیادت اور دانشمندانہ طرز حکمرانی کے راستوں کو روشن کیا جاسکتا ہے، ساتھ ہی قائدین کے لیے ایک یاددہانی ہے کہ حقیقی قیادت ایک مقدس امانت ہے، جو ان لوگوں کو سونپی گئی ہے جو اسے زیادہ سے زیادہ بھلائی کے لیے استعمال کر سکیں۔ ان دو سورتوں میں نمایاں خوبیاں امید کی کرن پیش کرتی ہیں، سیاسی راہ نماؤں کو قیادت اور حکمرانی کے اعلیٰ ترین معیاروں کو اپنانے اور سب کے لیے منصفانہ اور خوشحال دنیا بنانے کے لیے یہ اسباق موجود ہیں جس سے قائدین اپنی اصلاح کر سکتے ہیں۔

خلاصہ بحث:

سورہ یوسف کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ واضح ہوتا ہے کہ اس سورہ مبارکہ میں وہ تمام اوصاف بیان ہوئے ہیں جو ایک سیاسی راہ نما کے لیے ضروری ہیں، ان اوصاف کا تعلق راہ نما کی اخلاقی ترقی اور عالی ظرفی سے ہے جو کہ ایک عظیم راہ نما کی صفات کے طور پر لازم ہے۔ایک راہ نما اپنے سیاسی افکار کی خوبصورتی اور روشن خیالی سے پہنچانا جاتا ہے، قوت فیصلہ اور انصاف پر مبنی قیادت ہی سیاسی راہ نما کی اصل پہچان ہے۔ سیاسی قیادت کے تناظر میں دیکھا جائے تو عوامی مفاد، مسائل کا حل، ملکی ترجمانی اور بااختیار قیادت ہی ایک سیاسی راہ نما کا فریضہ ہے۔ معاشرے میں بڑھتے ہوئے جرائم کی روک تھام اور ماتحت وزرا کا احتساب ایک سیاسی راہ نما کے ان اوصاف سے جڑا ہے جو کہ شفافیت کو فروغ دیتے ہیں جس سے معاشرے پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں اور عوامی اعتماد بحال ہوتا ہے۔ بہترین سیاسی راہ نما کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ، صادق وامین، حکمت ودانشمندی، صبر واستحکام، دوراندیشی ومنصوبہ بندی، عجزوانکساری، علمی مہارت وتزویراتی سوچ، نرم مزاجی ورحم دلی، پاک دامن وانصاف پسند ہونے کا مظاہرہ کرے۔

سورہ الکہف کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ واضح ہوتا ہے کہ اس سورہ مبارکہ میں سیاسی وانتظامی امور پر فائز راہ نماؤں کے وہ اوصاف بیان ہوئے ہیں جن کا تعلق ان کی انفرادی واجتماعی زندگی سے ہے اور وہ تمام اوصاف ان کی عملی زندگی کے لیے ضروری ہیں جس میں عقیدہ کا درست ہونا، حق کے راستے پر صابر وشاکر رہنا، تقدیر کے فیصلوں کو تسلیم کرنا، مال ودولت کی حرص نہ رکھنا، تعلیم وتربیت میں تابع دار اور اختلاف کی صورت میں احسن سلوک سے پیش آنا، مصائب سے دفاع کا بہترین اور جدید انداز اختیار کرنا شامل ہے، ان اوصاف کے ذریعے سے ایک راہ نما اپنی، اپنے ماتحت افراد کی اور پورے معاشرے کی اصلاح کر سکتا ہے۔

عصر حاضر کے اکثر وبیشتر سیاسی راہ نماؤں کو دیکھا جائے تو عوامی اعتماد سے عاری ہیں کیوں کہ ایک سیاسی راہ نما کی بنیادی خصوصیت میں سچائی اور امانت داری کی صفت کا ہونا لازم ہے، جو راہ نما اپنے آپ کو عوام کا ترجمان تصور کرتا ہو اور اس میں بدعنوانی کی مضر صفت پائی جاتی ہو، وہ درحقیقت اپنی ذاتی خواہشات کی ترجمانی کرتا ہے۔ان دونوں سورہ مبارکہ سے مستنبط اوصاف کے ذریعہ سے عصر حاضر کے سیاسی راہ نما اپنی قیادت کی مہارتوں کو مزید مزین اور روشن بنا سکتے ہیں جس سے معاشرے پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے، ایسے اوصاف رکھنے والے سیاسی راہ نما ملکی ترقی اور اپنی عوام کا فخر بننے کا اعزاز حاصل کر سکتے ہیں۔

نتائج:

1. سورہ یوسف کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ واضح ہوتا ہے کہ اس سورہ مبارکہ میں راہ نما کے نمایا،اور اہم اوصاف بیان ہوئے ہیں، جسے عملی زندگی میں اختیار کرنے سے سیاسی قائدین عظیم راہ نما کے طور پر اپنی پہچان بنا سکتے ہیں، جیسے: ہر حال میں اللہ سے امید بنائے رکھنا، علم اور قوتِ فیصلہ، محسن کے گناہ میں شریک نہ ہونا، حق کہنے سے نہ کترانا، فیصلہ سازی میں شفافیت، عزت نفس بچانے کی خاطر وقتی تنگی برداشت کرنا، اسباب کا سہارا لینا، فہم و فراست سے عوام کے بڑے مسائل کا حل بتانا، عزت کی امانت داری اور ہر طرح کی خیانت سے بچنا، اپنے کردار کے ذریعے اعتماد حاصل کرنا، اقتدار کا اہل ہونا، حالت اقتدار میں ظلم کرنے والوں پر بھی احسان کرنا، علمی مہارت پر نہ اترانا اور اپنے امور اللہ کی طرف لوٹانا، اپنی ذات پر ہوئے بڑے سے بڑے ظلم کو بھی اللہ کے لیے معاف کر دینا، اللہ کے دیے ہوئے اقتدار پر شکر بجالانا۔
2. سورہ یوسف قائدین کو سیاسی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی پہلوؤں کا بہترین درس دیتی ہے۔
3. راہ نما کے اوصاف اور اس کے کردار پر قوم کی خوشحالی اور باگ ڈور ہوتی ہے، قرآن پاک کی ان دو سورتوں کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ کامیاب سیاست دان ہی ایک ترقی یافتہ قوم کا ضامن بن سکتا ہے، جس طرح سورہ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام مسائل سے نجات دلانے والے بنے۔
4. سورہ الکہف کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ سورہ مبارکہ مجموعی طور پر سیاسی و انتظامی راہ نماؤں کے اوصاف کو بیان کرتی ہے، جیسے: عقیدہ کی درستگی، ایمان کی حفاظت اور شرک سے احتراز، رزق حلال سے ایمان کی حفاظت کرنا، ذخیرہ اندوزی سے اجتناب، تنظیمی ذمہ داریوں کو بھرپور طریقے سے سرانجام دینا، مال و دولت پر نہ اترانا، اللہ کی تقسیم پر راضی رہنا، دنیا کی اصل حقیقت جاننا، غریبوں کو ذلیل و رسوا نہ کرنا، اپنا احتساب اور مال و دولت پر تکبر سے احتراز، تعلیم و تربیت میں تکبر سے بچنا، حصول علم کی سعی کے لیے سفر کرنا چاہے کسی کے بھی پاس ہو اور جتنا بھی دور ہو، استاد کے سامنے اپنا نکتہ نظر پیش کرنا، بڑوں کے اختلاف پر خاموشی اختیار کرنا، صاحب اقتدار حق پر رہے اور اس کی ابلاغ و ترویج بھی کرے، جدید ٹیکنولوجی اور علم و

فن کی مہارت کا عوامی مفاد کے لیے استعمال کرنا، اپنے دفاعی عالات وسامان کو جدید طرز پر بنانا، وسیع اقتدار کو لوگوں کی خدمت کے لیے استعمال کرنا۔

5. واقعہ ذوالقرنین سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ باصلاحیت راہ نما قوم کے تحفظ اور ان کے دفاع کے لیے ضروریات، بالخصوص دفاعی ضروریات اچھی طرح سے پوری کر سکتا ہے، چاہے وسائل کم ہی کیوں نا ہوں، لیکن اس کی ترتیب وبصیرت اس سلسلے میں اہم کردار ادا کر رہی ہوتی ہے۔

6. راہ نما اگر ایسا ہے کہ جس میں مذکورہ اوصاف کے الٹ صفات پائی جاتی ہوں مثلاً بخل، حسد، جمع مال وغیرہ جیسے اوصاف پائی جائیں تو وہ کسی بھی صورت کامیابی کی طرف نہیں جا سکتا، بلکہ اپنے آپ کو بھی تباہ کر رہا ہوتا ہے، وسائل کو بھی تباہ کر رہا ہوتا ہے اور اپنے متعلقین کے لیے بھی وبال کا سبب بنتا ہے، جس طرح باغ والوں کے قصہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کچھ اقدامات ایسے اٹھائے، جس میں بظاہر انہوں نے ظلم کا راستہ اختیار کیا جس میں وہ شخص بطور راہ نما، جس نے قتل یا کنویں میں پھینکنے کی تجویز دی تھی، اس کی وجہ سے انہیں مستقبل میں نا صرف وہ لوگ بلکہ ان کا پورا خاندان ایک لحاظ سے مصائب کا شکار ہوا۔

7. اچھا راہ نما اچھی قوم کا ضامن بنتا ہے اسی طرح باصلاحیت راہ نما مستقبل میں قوم کی ترقی کا ضامن بنتا ہے، اور بے صلاحیت اور رذیل اوصاف رکھنے والا راہ نما تنزلی کا سبب بنتا ہے۔

8. سورہ یوسف میں بیان کردہ سیاسی راہ نما کے اوصاف کی عصری تطبیقات کو بروئے کار لاتے ہوئے قائدین اپنی اصلاح کر سکتے ہیں۔

9. سورہ الکہف میں بیان کردہ سیاسی وانتظامی راہ نما کے اوصاف کی عصری تطبیقات کو بروئے کار لاتے ہوئے قائدین اپنی اصلاح کر سکتے ہیں۔

10. دونوں سورہ مبارکہ مشترکہ طور پر سیاسی راہ نما کے ان اوصاف پر روشنی ڈالتی ہیں، جن کا تعلق ان کی انفرادی واجتماعی زندگی سے ہے۔ فہم وفراست، حق پرست، جامع منصوبہ بندی، تزویراتی فکر، حکم الہی کا قیام، جامع حکمت عملی، اور باکمال کردار جیسے اہم اوصاف شامل ہیں۔

11. دونوں سورہ مبارکہ میں مختلف اعتبار سے سیاسی راہ نما کے وہ اوصاف بیان ہوئے ہیں، جن کا تعلق ان کے سیاسی سفر کی ابتدااور انتہا کو لازم ہے، جیسے سورہ یوسف زیادہ تر سیاسی راہ نما کے سیاسی زندگی میں پیش آنے والے واقعات وحالات پر روشنی ڈالتی ہے، جس میں وہ تمام اوصاف شامل ہیں جن سے ایک راہ نما، عظیم لیڈر بن سکتاہے۔ سورہ الکہف حق کے راستے پر چلنے والوں کی شخصی بنیاد اور عقائد و نظریات کے باہمی تعلقات کے اوصاف کو اجاگر کرتی ہے، جس سے ایک مضبوط سیاسی راہ نما کا کردار سامنے آتا ہے۔

12. ان دونوں سورتوں میں بیان ہوئے اوصاف کو یکجا کر دیا جائے تو ایک ایسے مطلوبہ سیاسی راہ نما کا وجود سامنے آتاہے جو خیر الناس کا کام کر سکتا ہے۔

سفارشات:

1. تحقیقی میدان میں قرآن کی مختلف سورتوں کے تناظر میں راہ نماؤ کے اوصاف کا مطالعہ، جس میں سورہ البقرہ کے علاوہ سورہ ہود، سورہ الروم یا سورہ یس وغیرہ کو مرکزِ تحقیق بنایا جاسکتا ہے۔
2. اچھی رعایا کے اوصاف کا مطالعہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ مثالی عوام کے اندر کیا صفات پائی جائیں، اسی طرح ان دو سورتوں سورہ یوسف اور الکہف کے ضمن میں بھی رعایا کے اوصاف پر تحقیقی کام کیا جاسکتا ہے۔
3. ترتیبات امور کے حوالے سے بھی ان دو سورتوں کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے کہ مینجمنٹ کے حوالے سے ایک راہ نما میں کون کون سے اوصاف ہونے چاہیے۔
4. اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی سرگرمیاں اور ان کے اوصاف بطور سیاسی راہ نما، اس پر بھی تحقیقی کام کیا جاسکتا ہے۔
5. سیاستدانوں کے اندر یہ اوصاف پیدا کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً مختصر دورانیے کے اسلامی سیاست پر ورکشاپس منعقد کی جائیں۔
6. انتظامی امور سے تعلق رکھنے والے راہ نماؤں کی تربیت پر مامور اداروں مثلاً سیکریٹریٹ ٹریننگ انسٹیٹیوٹ وغیرہ کے تربیتی نصاب کے اندر راہ نماؤں کے قرآن میں اوصاف پر ایک ماڈیول شامل کیا جائے۔
7. تشریحی ادارہ مثلاً سپریم کورٹ کو چاہیے کہ آئین اور قانون میں موجود راہ نماؤں کے اوصاف بالخصوص 63/62 کی واضح تشریح یقینی بنانے کی ذمہ داری پوری کی جائے تاکہ معاشرے کو اچھے راہ نما میسر آسکیں.
8. عصر حاضر کے سیاسی راہ نماؤں کو اس بات کی طرف توجہ دینا ضروری ہے کہ وہ اپنے کردار میں ایسی صلاحیت و اوصاف پیدا کریں جس سے ان کی قائدانہ پہچان بنے، جو قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق ہوں۔

فہارس

فہرست آیات

فہرست آحادیث

فہرست مصادر و مراجع

فہارس

فہرست آیات

نمبر شمار	آیت	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
1.	اَلَمْ تَرَ اِلَی الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی	البقرہ	246	20
2.	وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ	البقرہ	247	21
3.	وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ	البقرہ	42	41
4.	یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ	البقرہ	153	57
5.	شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ	البقرہ	185	82
6.	یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ	المائدہ	8	59
7.	یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا	المائدہ	35	101
8.	وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِیْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِی الْاَرْضِ	الانفال	26	138
9.	یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ○	التوبہ	119	42
10.	الٓرٰ ۫ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ	یوسف	1	28
11.	كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○	یوسف	3	63
12.	قَالَ لَا یَاْتِیْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِیْلِهٖ	یوسف	37	49
13.	فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ	یوسف	15	33
14.	وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ	یوسف	15	33
15.	وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ	یوسف	22	34
16.	وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ	یوسف	23	37
17.	وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِیْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَیَا	یوسف	25	39
18.	قَالَ هِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ	یوسف	26	41
19.	یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ ۚ ۖ	یوسف	29	42
20.	قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ ۚ	یوسف	33	43

21.	ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى	يوسف	35	45
22.	اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ	يوسف	36	47
23.	اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ	يوسف	37	50
24.	وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ	يوسف	38	50
25.	يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ	يوسف	39	51
26.	مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ	يوسف	40	31
27.	مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ	يوسف	40	51
28.	وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ	يوسف	42	52
29.	يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ	يوسف	46	54
30.	قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ	يوسف	47	55
31.	ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ	يوسف	48	55
32.	ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ	يوسف	49	55
33.	وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ	يوسف	50	56
34.	قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ	يوسف	51	56
35.	ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ	يوسف	52	58
36.	وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا	يوسف	53	60
37.	وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ	يوسف	54	62
38.	قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ	يوسف	55	63
39.	وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ	يوسف	58	65
40.	وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ	يوسف	59	65
41.	وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ	يوسف	62	66
42.	بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ	يوسف	76	68
43.	قَالُوْۤا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ	يوسف	77	70
44.	فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا	يوسف	88	71
45.	قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ	يوسف	88	72

.46	ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَآ اَخِيْ ؗ	يوسف	90	72
.47	قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ اِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ○	يوسف	91	72
.48	قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ؗ	يوسف	92	72
.49	وَ رَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ	يوسف	100	74
.50	قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؔ	يوسف	108	50
.51	خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ	يوسف	110	51
.52	رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ	يوسف	111	75
.53	وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْۤ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ	الاسراء	70	2
.54	وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا	الكهف	14	94
.55	هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ	الكهف	15	94
.56	وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ	الكهف	18	97
.57	فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ	الكهف	19	95
.58	وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰ	الكهف	28	98
.59	اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا○	الكهف	34	102
.60	وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا	الكهف	40	101
.61	أَوْ يُصْبِحَ مَاؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا○	الكهف	41	101
.62	وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ	الكهف	60	105
.63	فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا	الكهف	61	105
.64	وَ كَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا○	الكهف	68	106
.65	قَالَ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَاۤ اَعْصِيْ لَكَ	الكهف	69	106
.66	أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا	الكهف	71	107
.67	قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ بَيْنِكَ ۚ	الكهف	78	107
.68	وَ اٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا	الكهف	84	111
.69	فَاَتْبَعَ سَبَبًا○	الكهف	85	112
.70	حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ	الكهف	86	112

.71	قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ	الکہف	87	114
.72	وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا	الکہف	88	114
.73	حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ	الکہف	90	115
.74	كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ○	الکہف	91	116
.75	ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ○	الکہف	92	116
.76	حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ	الکہف	93	117
.77	قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ	الکہف	94	117
.78	قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ	الکہف	95	118
.79	اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰىٓ اِذَا سَاوٰى	الکہف	96	118
.80	قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّىْ	الکہف	98	122
.81	قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ	الکھف	110	2
.82	ثَانِىَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ	الحج	9	60
.83	اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ	الحج	41	22
.84	وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	النور	2	132
.85	ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ	الروم	41	40
.86	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○	الصف	2	63
.87	وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ	حم سجدہ	34	67
.88	وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ	حم سجدہ	35	67
.89	يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ	ص	26	22
.90	اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا	الزمر	23	28

فہرست احادیث

نمبر شمار	متن حدیث	مصدر حدیث	صفحہ نمبر
1.	اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنْ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ	صحیح البخاری	4
2.	إِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ	سنن ابی داؤد	5
3.	أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ عَلَى عَهْدِ	سنن النسائی	24
4.	أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ ؟كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ	صحیح البخاری	69
5.	الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ	صحیح البخاری	135
6.	اللَّهُمَّ اجْعَلْ سَرِيرَتِي خَيْرًا مِنْ عَلَانِيَتِي، وَاجْعَلْ عَلَانِيَتِي	جامع ترمذی	48
7.	اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ	جامع ترمذی	53
8.	إِنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ دُونِ النَّاسِ	کتاب الاموال	139
9.	إِنَّ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ	کتاب الاموال	139
10.	ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ، وَثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ	سلسلہ احادیث صحیحہ	69
11.	فَإِنِّي أَسْتَعْمِلُ رِجَالًا مِنْكُمْ عَلَى أُمُورٍ	مشکاۃ المصابیح	134
12.	كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ ، دَمُهُ ، وَمَالُهُ ، وَعِرْضُهُ	سنن ابن ماجہ	59
13.	مَا مِنْ مُصِيبَةٍ تُصِيبُ الْمُسْلِمَ إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا عَنْهُ	صحیح البخاری	57
14.	مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ	صحیح مسلم	61

مصادر و مراجع

القرآن الکریم

عربی مصادر و مراجع:

1. البخاری، محمد بن اسماعیل أبو عبدالله، صحیح بخاری، دار طوق، الطبعة الاولی، 1422ھ
2. الألباني، محمد ناصر الدين، سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها الناشر: مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض الطبعة: الأولى لمكتبة المعارف، 1410ھ
3. البغوي، محيي السنة ، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوي الشافعي، معالم التنزيل في تفسير القرآن، المحقق: عبد الرزاق المهدي، بيروت: دار إحياء التراث العربي، الطبعة: الأولى، 1420ھ
4. برهامي، الشيخ ياسر بن حسين،القصص القرآني،(س ن)
5. البغدادي، أبو عبيد القاسم بن سلاّم بن عبد الله الهروي، كتاب الأموال، المحقق: خليل محمد هراس، (الناشر: دار الفكر. — بيروت (س ن)
6. الترمذی، أبی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورة ، سنن ترمذی، بیروت: الطبعة الثانیه 1437ھ
7. الجلالي، د. عبد الله بن حمد، دروس للشيخ عبد الله الجلالي، مصدر الكتاب: دروس صوتية قام بتفريغها موقع الشبكة الإسلامية، س ن
8. الخَيربيتي، محمود بن إسماعيل بن إبراهيم بن ميكائيل، الدرة الغراء في نصيحة السلاطين والقضاة والأمراء،الناشر: مكتبة نزار مصطفى الباز - الرياض، س ن
9. الأصفهانى، أبو القاسم الحسين بن محمد المعروف بالراغب، المفردات في غريب القرآن، المحقق: صفوان عدنان الداودي، دمشق بيروت: دار القلم، الدار الشامية، الطبعة: الأولى - 1412ھ
10. آل نعمان، شادي بن محمد بن سالم، جامع تراث العلامة الألباني في المنهج والأحداث الكبرى، اليمن: مركز النعمان للبحوث والدراسات الإسلامية وتحقيق التراث والترجمة، صنعاء، 1432ھ

11. الحنفي، نجم الدين عمر بن محمد بن أحمد النسفي، المحقق: ماهر أديب حبوش، وآخرون، التيسير في التفسير، الناشر: دار اللباب للدراسات وتحقيق التراث، أسطنبول - تركيا، الطبعة: الأولى، 1440 هـ

12. رازی،أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري، مفاتيح الغيب = التفسير الكبير، الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت الطبعة: الثالثة - 1420 هـ

13. السجستانی، أبو داؤد سليمان بن الأشعث، سنن أبی داؤد، بيروت: المكتبۃالعصریہ، الطبۃ الأولی، 1419ھ

14. الشافعي، أبو الحسن علي بن أحمد بن محمد بن علي الواحدي، النيسابوري،أسباب النزول، الناشر: دار الإصلاح – الدمام الطبعة: الثانية، 1412ھ

15. عبد الغفار، محمد حسن، مسائل خالف فيها رسول الله أهل الجاهلية، مصدر الكتاب: دروس صوتية قام بتفريغها موقع الشبكة الإسلامية

16. القزويني، أبو عبد الله محمد بن يزيد بن ماجة ، سنن ابن ماجه، المحقق: شعيب الأرنؤوط - عادل مرشد - محمَّد كامل قره بللي - عبد اللّطيف حرز الله الناشر: دار الرسالة العالمية الطبعة: الأولى، 1430 هـ

17. القشيری، ابی الحسين مسلم بن حجاج أبو الحسن النساپوری، صحيح مسلم، بيروت: دارإحياء التراث الغربی، الطبۃ الأولی 1420ھ

18. ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي، تفسير القرآن العظيم، المحقق: سامي بن محمد سلامة، الناشر: دار طيبة للنشر والتوزيع، الطبعة: الثانية 1420ھ

19. التبريزي،محمد بن عبد الله الخطيب، مشكاة المصابيح، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت الطبعة: الثالثة، 1980ھ

20. الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير، تفسير الماوردي، المحقق: السيد ابن عبد المقصود بن عبد الرحيم، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت / لبنان، س ن

21. الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير، الأحكام السلطانية، الناشر: دار الحديث – القاهرة، س ن

22. النسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب، سنن النسائي المجتبى، المحقق: محمد رضوان عرقسوسي الناشر: دار الرسالة العالمية الطبعة: الأولى، 1439 هـ

23. الواحدي، أبي الحسن علي بن أحمد بن بن محمد بن علي لنيسابوري الشاف، أسباب نزول القرآن، المحقق: عصام بن عبد

24. الهلال، محمد، تفسير القرآن الثري الجامع في الإعجاز البياني واللغوي والعلمي، (س-ن)

25. اليمني، محمد بن علي بن محمد بن عبد الله الشوكاني، فتح القدير، الناشر: دار ابن كثير، دار الكلم الطيب – دمشق، بيروت الطبعة: الأولى – 1414 هـ

اردو مصادر و مراجع:

1. اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 2009ء
2. بریلوی، احمد رضا خان، کنز الایمان،
3. تھانوی، اشرف علی، تفسیر بیان القرآن، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 1953ء
4. خالد، سیف اللہ، تفسیر دعوۃ القرآن، لاہور: دار الاندلس، 2014ء
5. دہلوی، احمد سعید، کشف الرحمن، کراچی: مکتبہ رشیدیہ، 1443ھ
6. سیوہاروی، محمد حفظ الرحمن، قصص القرآن، کراچی: دار الاشاعت 2002 ء
7. جمیل، میاں محمد، تفسیر فہم القرآن، لاہور: ابوہریرہ اکیڈمی، 2014ء
8. عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، کراچی: دارلاعشاعت، 2007ء
9. عثمانی، شفیع، معارف القرآن، کراچی، : مکتبہ معارف القرآن، 2008ء
10. عثمانی، مفتی تقی، آسان ترجمہ قرآن، کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2011ء
11. قادری، ڈاکٹر محمد طاہر، عرفان القرآن، لاہور: منہاج پبلیکیشنز، 2008ء
12. قادری، حسن محی الدین، وحدت و اجتماعیت اور ہماری تحریکی زندگی، لاہور: منہاج القرآن پرنٹرز، 2017ء
13. قاسمی، محمد آصف، تفسیر بصیرت قرآن، کراچی: مکتبہ بصیرت قرآن، 1998ء
14. ابن کثیر، أبو الفداء، إسماعیل، قصص الانبیاء، لاہور: مکتبہ خلیل، 2011ء
15. ابن کثیر، أبو الفداء، إسماعیل، تفسیر ابن کثیر، لاہور: ضیا القرآن پبلی کیشنز، 2004ء
16. کاندھلوی، محمد ادریس، معارف القرآن، شہدادپور: مکتبہ المعارف، 1419ھ
17. مدنی، محمد عاشق الہی مہاجر، انوار البیان فی کشف اسرار القرآن، ملتان: ادارہ تالیفات اشرفیہ، 1437ھ
18. مودودی، سید ابوالاعلی، تفہیم احکام القرآن، لاہور: ادارہ معارف اسلامی منصورہ، 2006ء
19. نعیمی، احمد یار خان، نور العرفان، دھلی: فرید بکڈپو، 2018ء

English Sources:

1. Al-Azami, Nabeel. Muhammad (s): 11 Leadership Qualities That Changed the World. United Kingdom: Claritas Books, 2019.
2. Adair, John. The Leadership of Muhammad. India: Kogan Page, 2010.
3. Beekun, Rafik Issa., Badawi, Jamal A.. Leadership : an Islamic perspective. United States: Amana, 1999.
4. Faris, Nezar., Abdalla, Mohamad. Leadership in Islam: Thoughts, Processes and Solutions in Australian Organizations. Germany: Springer International Publishing, 2017.
5. Kazemi, Fariba. The Gardens: Based on Surah Al-Kahf (v32-44), TIBS Method. N.p.: Amazon Digital Services LLC - Kdp, 2024.
6. Owadally, M. Yasin, ASHAB-AL-KAHF: THE STUNNING STORY OF THE SLEEPERS. India: Adam Publishers & Distributors, 2003.
7. Qadhi, Yasir. Lessons from Surah Yusuf. United Kingdom: Kube Publishing Limited, 2021.
8. Tamadonfar, Mehran. The Islamic Polity And Political Leadership: Fundamentalism, Sectarianism, And Pragmatism. United Kingdom: Avalon Publishing, 1989.
9. Tamimi, Abuya Ashaari Muhammad, Islamic Politics, Politics of love and fraternity. Malaysia: One Art Productions, 2007.

10. Usmani, Mufti Muhammad Taqi. Islam and Politics: Islamic Political Principles & their Practical Implementation. N.p.: Turath Publishing, 2017.

Websites:

1. https://shamela.ws/
2. https://archive.org/details/texts
3. https://www.minhajbooks.com
4. https://kitabosunnat.com/
5. https://islamicurdubooks.com/
6. https://ketabonline.com/ur
7. https://irfan-ul-quran.com/
8. https://easyquranfoundation.com/
9. https://www.gallup.com.pk/
10. https://www.rekhtadictionary.com/
11. https://www.wikipedia.org/
12. https://www.banuri.edu.pk/